1 7647 9-12-08

Title - URDU-E-MUALLA.

Author - Mirza Asad ullah Khan Ghalib.

Publisher - National Press (Allahabad).

Date - 1968.

Pages - 438.

Subjects - Ghalibiyaat - Maktubaat.

بعون صانع مسکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

حصہ اول مع حصہ دوم

اردوی معلّیٰ

یعنے
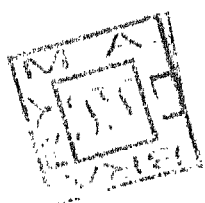
کارنامہ فصاحت سرمایہ بلاغت رقعات اردو نجم الدولہ دبیر الملک

مرزا نوشہ اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب

جو بلحاظ زباں دانی تعلیم اطفال کے لیے ایک دستور العمل ہے

بماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

احقر الانام سید محمد عبد السلام کے اہتمام سے

مطبع فاروقی واقع دہلی میں طبع ہو کر مطبوع طبائع ہوئی

(تعداد طبع پندرہ سو ۱۵۰۰) — قیمت فی جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ من تصنیف شاعر شیریں مقال ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب میرزا اسد اللہ خان غالب مدظلہم

ستایش خداے جہاں آفریں آساں نہیں کیونکر بیاں ہو اور نعت سید المرسلین مشکل ہے زبان کیا مرد میداں ہو وہ دریائے ذخار ہے یہ محیط ناپیدا کنار ہے وہاں ذہن نارسا اور فہم شل بے سر و پا ہے عقل معترف بعجز و قصور و خرد ناچار و مجبور - پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سوا اس کے کہ عجز کی گزارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنوران خرد پیشہ اور خردمندان درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے - مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی اسلوبی میں انہی زبانوں کے ہم پایہ ہے - اگر فصحائے عرب و عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں تو اپنی زبان سے زیادہ اسکی تحسین فرمائیں - ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد میں کاملان عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی میں سعی فراواں اور کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بالفعل اس زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا

ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدرِ انور بدرجۂ کمال ہے آگے بیمِ زوال ہے خصوصاً
زبانِ اہلِ دہلی کہ **اُردوئے معلیٰ** بولنا اسکا حصہ ہے ہر چند کہ بعض حضرات کو ابات
کا غصہ ہے مگر جو صاحب کہ فہمِ سلیم و ذہنِ مستقیم و طبعِ رسا و مزاجِ انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ
اس امر کو مان جانتے ہیں معوّج الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں۔ بھلا دہلی کا اسقدر
کیونکر مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہرِ مینو بہر مسکن و ماوا ہو جسکی طبعِ وقاد نے عقدہائے معانی
کو وا کیا ہے جسکے ذہنِ نقاد نے پست و بلند شاہراہِ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے۔ فصاحت اگر
لعلِ ناب ہے تو وہ اسکی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہرِ بے بہا ہے تو وہ اسکی آبروی جوہر فزا
ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اسکی شمیمِ روح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اسکی صیقلِ جلوہ نما
ہے۔ اس کا سینۂ بے کینہ نکاتِ حکمیہ کا گنجینہ ٭ اُس کا قلبِ باصفا اسرارِ علمیہ کا دفینہ۔ شعر و
شاعری کی اُس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے۔ اُردوئے اسکی زبان پر گزر کر عزت پائی
ہے جس قدر تعریف کیجئے بجا ہے یعنی جناب **نجم الدولہ دبیر الملک نواب
اسد اللہ خان صاحب غالب تخلص** کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا
ایک ادنیٰ شمہ ہے ؎ میر اُستاد کہ ہے جسکا سخن عالمگیر ٭ ہے ظہوری کا ظہور
اور نظیری کا نظیر ٭ حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِّ عدن ہے۔ جو بات ہے از رہِ معنی کرامات ہے
یہ نثر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت۔ یہ لفظوں کی
یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ
روانی مطالب دیکھی نہ سنی۔ سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی
ڈلیاں ہیں۔ نثر نثرہ نثار پر نظم انجم قرباں۔ حسنِ تقریر پر تحریرِ شاعر سے نثار کر نیکو آفتاب
زر بداماں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لاحول ولا قوۃ کیا

سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں - کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے - گفتارِ اعجاز طراز کے سنگ سے
ہندوستان میں نہ جادو ہے نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا
اُس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا وصف بیان ہو جسکی صفائی استعارات کی خجلت سے دُرِ شاہوار
پانی پانی جسکی رنگینی فقرات سے جگر خونِ لعل رُمانی - نہیں نہیں - یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش
نہیں - کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب انکی تغیر میں نایاب ہے اور یہہ
قیامت تک یکساں - تہیدستانِ سرمایۂ سخن کو فیض رسانِ عبارتِ متین کی کیفیت دیکھکر جامی تو
کیا افلاطونِ خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُسکے ادراکِ غوامض میں اپنی عقل و خرد کھو
دیں جہاں ایسے سرخوشانِ خمستانِ معانی جرعہ خوارِ بادۂ گفتار و نشۂ حُسنِ بیاں سے سرشار
ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس پختگی مطالب کو کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متخیلہ لائیں سوائے
اِسکے کہ یہ راہ باریک دیکھکر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں - مگر افسوس کہ
اِس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہوا اور اِس یوسفِ مصرِ سخندانی کا طالب بیدار نہوا - حضرت کا
ظہور حضرتِ اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہِ عباس دارائے ایران کے عصر میں ہوتا -
نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فنِ شعر میں اپنا حریف غالب نظر آجاتا - خیر اب ہم یوں
دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخشِ جہاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے
یہہ ہمارے طالع کی خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخبِ روزگار کے جمالِ باکمال سے
مقتبسِ انوارِ فیض ہوئے اور شرفِ قدمبوسی سے بہرہ اندوز - جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب
سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا - جب حضرت کا کلام سن لیا سب کا کلام سُن لیا - تبیین میرے
قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے - اِس اُردو کا نیا انداز ہے کہ
جسکے دیکھنے سے مُدوح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہوجانے کلیاتِ نظم و نثر فارسی کے

وہ ایک آویزۂ گوشِ فصاحت و پیرایۂ گلوے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج
کی وردِ زبان ہے مدّت سے حضرت کو اِس طرزِ نو ایجادِ اُردو سے لگاؤ ہے اور خط و کتابت میں یہی
برتاؤ ہے۔ جب شائقین ہندوستان نے اِس نمک سخنی کا مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذّتِ مائدۂ سخن سمجھ کر
طلبگار خواستگار ہوا اسواسطے **منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر** کہ یہ صاحب خلاق و مروّت
میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمینِ معززینِ سرکار سے ہیں اور اب پنشندار ہیں۔ علمِ فارسی خوب
جانتے ہیں اشعار بھی اِسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار قابلِ دید ہیں جناب مرزا صاحب قبلہ کے
شاگرد رشید ہیں چنانچہ خود جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں ~ درمعرکہ تیغیم کہ جوہر داریم + انکی
طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گوہر ہائے شب افروز سلکِ تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش عروسِ سخن
ہوں اور یہ گلہائے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں تا اُسکی رایحۂ روح پرور سے دماغ نکتہ
سرایانِ غیرتِ چمن ہو اسواسطے **میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی** نے
سعیِ بیپایان اور لالہ بہاری لعل صاحب منشی مطبع مذکور نے کوشش فراوان سے اکثر خطوط جمع کیئے
اور قصدِ انطباع کیا اور **اُردوے معلّیٰ** نام رکھا گیا اور اُن خطوں کو دو حصّوں پر منقسم کیا۔
پہلے حصّہ میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیئے تا طلباے مدرسہ فائدہ اُٹھائیں۔ دوسرے حصّہ
میں مطالبِ مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخنورانِ معنی یاب اُسکے دیکھنے سے مزا پائیں اور منشی صاحب
موصوف نے اِس ہیچمداں خاکسار **مجروح** دل افگار سے اِسکا دیباچہ لکھنے کو فرمایا۔ بندہ متفکر حیران ہوا کہ
یارب گوہرِ شاہوار کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں پتھر کے ٹکڑوں کا کیا وقار مگر اَلْاَمْرُ
فَوْقُ الْاَدَب سمجھا اور اپنے کو بھی اِن نعمت کا ذلّہ چین جانکر یہ چند سطریں لکھیں بقولِ **عرفی**

چو ذرّہ گرچہ حقیریم نسبتیم این بس
کہ آفتاب بود نقطۂ مقابلِ ما

حصۂ اوّل

(رُقعہ بنام نوّاب میر غلام بابا خاں بہادر)

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپکے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی۔ حقتعالیٰ بتقیں سلامت رکھے ۲۶ دُرفشِ کاویانی کی رسید پہنچی۔ بموجب ارشاد کے اب اور نہ بھیجوں گا۔ قبلہ غرض شہرت ہے۔ اِس قلمرو میں مَیں نے جلدیں تقسیم کی ہیں اُس ملک میں آپ بانٹ دیں۔ یہی میری عرض قبول ہو کہ بڑودہ۔ گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علیخاں صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیے گا اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجیے گا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کو بھجوا دیں۔ خواجہ بدر الدین خاں میرے بھتیجے نے بوستانِ خیال کو اُردو لکھا ہے کا اُسکا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونیوالا ہے اُسکے دو اشتہار اِس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپکے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہیں تو اشتہار کے مضمون مطابق میں عمل میں لائیں والسّلام مع الاکرام میاں سیف الحق سیّاح کو سلام ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ء +

ایضاً سُبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم بُرہانہ۔ جناب مستطاب نوّاب میر غلام بابا خاں بہادر سے بتوسط منشی میاں داد خاں صاحب شناسائی بہم پہنچی۔ لیکن واہ اوّل ساغر و دُردی کیا جگرخوں کُن اتفاق ہے پہلا عنایت نامہ جو حضرت کا مجھکو آیا اُس میں خبرِ مرگ۔ اب مَیں جو اُس کا جواب لکھوں اور میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہوں گے نہ نامۂ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ صریرِ قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ ہے ہے نوّاب میر جعفر علیخان جیسا امیر روشن گہر نام آور روشناسِ اعیانِ ہند و انگلینڈ وسطِ جوانی یعنی ۴۶ برس کی عمر میں یوں مرجائے ہے نخلِ چمنِ سروری اُفتادہ پایا ہے + سچ تو یوں ہے کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجمعِ اہلِ ہند ماتم دار ہو سوگوار ہوں تو بھی کم ہے

اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سالِ رحلت نواب غفران مآب جب دل خار خارِ غم سے پرخوں ہو رہا ہے یوں موزوں ہوا ہے ؎

گردید نہاں مہرِ جہانتاب دریغ	شد تیرہ جہاں بچشم احباب دریغ
ایں واقعہ را از روے زاری غالب	تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روے زاری زا ء ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو ۱۲۸۰ھ پیدا ہوتے ہیں فہو المطلوب

[illegible] ناتمام منشی میاں داد خاں صاحب کو سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ششم ستمبر ۱۸۶۳ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرماے مخلصان زاد مجدہ۔ شکر یاد آوری روان پروری بجا لاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپکا مودت نامہ پہنچا ہے وہ میرے خط کے جواب میں تھا اُسکا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا۔ گانا بھی سُنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ مجھ سے نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو۔ صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے بہت رہتے ہیں۔ میں بسبب فرطِ محبت اخبار میں تمھاری افزایش عز و جاہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامۂ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے ان شاء اللہ العزیز ہمیشہ مظفر و منصور رہوگے ؎ کارت بجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی + نجات کا طالب غالب سہ شنبہ ۳ اپریل ۱۸۶۴ء

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپکا پہنچا آپ مجھے فرماتے ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوگیا۔ بینائی ضعیف ہوگئی۔ متصدی نوکر لکھنے کا مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا اور وہ لکھتے گئے۔ یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ کل آپکا خط آیا۔ آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطریں

لکھوادیں اور یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تجھے قطع محبت ہو گیا ہے منشی صاحب کی محبت ور ادب کے توسط سے آپکی محبت دل و جان میں اس قدر رسما گئی ہے جیسا اہل اسلام میں بلکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں امراض جسمانی کا بیان اور اخلاص ہمہ گر کی شرح کے بعد ہجوم غمہائے نہانی کا ذکر کیا کروں جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے سیف الحق منشی میاں داد خاں کو سلام کہیے گا اور یہ خط پڑھا دیجیے گا فقط نجات کا طالب غالب۔ روز چہار شنبہ ۶ اپریل ۱۸۶۸ء ٭

ایضاً بخدمت نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب بہادر دام مجدہٗ۔

عرض کیا جاتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ اور مولنا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے۔ سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو نظارہ بزم جمشیدی سے محروم رہونگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہیگا خاطر جمع ہے۔ کیوں حضرت صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی سید نہایت علیخان عجیب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپکے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں۔ خیر میں یہ نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی نام رکھیے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۹ اگست ۱۸۶۶ء

ایضاً ستودہ بہر زبان و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی الاتبار نواب میر غلام بابا خاں بہادر کو مسرت بعد مسرت جشن مبارک و ہمایوں ہو۔ رقعہ گلگوں نے بہار کی سیر کھلائی۔ بسواری ریل وارد ہونیکی لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج۔ کانوں کا بہرا۔ ضعف بصارت۔ ضعف دماغ۔ ضعف دل۔ ضعف معدہ ان ضعفوں پر ضعف طالع۔ کیونکر قصد سفر کروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قولنج کی دورہ کی شدت ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں۔ حالت جان میں نہیں۔ آنا میرا سورت تک کسی صورت حیز امکان میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی جان کی بسم اللہ

کی بھی تاریخ لکھا چاہیئے۔ تا خجستہ بہار۔ ذہن میں آیا۔ ساٹ علامت دو کم پائے خجستہ بہار پر ادب کی اعداد بڑھائے شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بوڑھا ہوں فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جوشِ محبت سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ راقم اسد اللہ خاں غالب

۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصوّر خاکسار کا خاکا اتار کر دربار کا نقشہ اتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپکے پاس پہنچ جائے خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے قطعہ

خجستہ جشن دبستان نشینی بیگم — بفیضِ ہمت نواب یمن اقبالش
چو از پئے ادب آموزیست خوش باشد — اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضًا نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالیشان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام و دعائے دوامِ دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام مسرت فرجام میں جو اخبار روز مرہ بھی آپکی فرخندہ گی کے عزّ و جاہ حالات معلوم ہوئے متواتر شکر الٰہی بجا لایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا خصوصًا عدالت العالیہ میں فتح پانا۔ اور حق حقیقی کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب اور کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے حق تعالیٰ یہ فتح مبارک و ہمایوں کرے قطعہ

فتح سید غلام با احساں — خود نشان دوام اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت — کہ ظفر نامۂ ابد سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ فقط

ایضًا۔ جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپکی یاد آوری کا ممنون اور آپکے دوامِ دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپکو ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف تھا ہے اگر میری اوقات شبانروزی اور میری حالت آپ دیکھیں تو

تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھنا
ان مجموع مصائب میں سے ایک آفتِ مصیبت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۲ شروع ہو گئے ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے اب کے رجب کے مہینے
سترواں سال شروع ہوگا۔ ستر بہترا بوڑھا آپا بیچ آدمی ہوں جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف
تمھاری خوبی ہے میں کسی لائق نہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۳۱ مئی سنہ ۱۸۶۵ء

ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون الاسلام و دعائے
دوام دولت و اقبال کی ہمیشہ وردِ زبان ہے۔ گھڑی گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجا لاتا ہوں
پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغاں کو میں نے بجہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور
آنکھوں پر رکھا خدائے عالم آرا آپکو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپکا ممد و مددگار ہے ظاہراً بوقت روانگی کنجی کا رکھنا
سہو ہو گیا خیر یہاں بنجائیگی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودیٔ احباب کا طالب غالب۔ شنبہ سوم دسمبر سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہِ درویشان دام افضالکم۔ آپکا بندۂ منت پذیر غالب
خونیں صفیر یوں نوا سنج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز ورود لایا۔ مژدۂ قبول ہی میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں
ارشاد ہوا ہے اگر اسکو قدردانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو اسطرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ
آپ نے ازراہِ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدر افزائی کی ہے جو اغلاط فارسی انانِ ہند کے ذہن میں
راسخ ہو گئے تھے ان کو دفع کیا ہے تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام لوگ اپنی
شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنے ناموَر بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں عطیہ حضرت
بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے اسکو بے تکلف عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا
آپکا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسانمند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے
کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کیواسطے برسات کا موسم اچھا ہے لیکن اب اسکے
چھپنے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ء

بنام منشی میاں داد خان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے خطوط کا جواب نہیں لکھا۔ غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار ہوا اب یہ سطریں جو لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں ہیں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرا پسند ہے۔ ایک مثنوی میں نے اُسکی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اُسکا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے اُسکو دیکھنا اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے اُنکا خط اور کچھ اُنکا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُنکو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جسطرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسیطرح آیندہ بھی لکھتے رہو گے میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا تھا

؎ اگر بدل نہ خلد ہرچہ از نظر گزرد ٭ زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد ٭

خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی سہی۔ غزل تمھاری رہنے دیتا ہوں اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تمنے وعدہ کیا ہے جب اور غزلیں بھیجو گے اُنکے ساتھ اسکو بھی دیکھ لونگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے نکما کر دیا ہے۔ ضعف۔ سستی۔ کاہلی۔ گرانجانی۔ گرانی۔ رکاب میں پاؤں ہے باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑا سفر دور و دراز درپیش ہے۔ زادِ راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخشدیا تو خیر۔ اگر بازپرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے

؎ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے ٭ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے ٭

اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۱۲ دسمبر ۱۸۶۶ع

ایضاً

صاحب شکایت کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تمکو نہیں پہنچتا۔ سفو پرسوں صاحب کا خط آیا۔ انہیں قطعہ کا شکر اور اجزای کتاب بھیجنے کی تاکید تھی اُسنے اسکے جواب میں لکھا کہ

اس کتاب کا چھاپا یہاں بھی شروع ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد انطباع ایک مجلد آپ کے واسطے اور ایک مجلد منشی
میاں داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجوں گا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ خط اپنے نام کا
انکو پڑھا دو اور ایک پتہ تمکو دیتا ہوں۔ نواب صاحب کا جو خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا اسمیں مندرج تھا
کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزائے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا۔ بھائی میں نے اسی تقریب
سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ بیرنگ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر یہ خط تمکو
بیرنگ بھیجتا ہوں تا کہ ضائع ہونیکا احتمال قوی رہے فقط صبح دو شنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱۸ اکتوبر سال حال غالب

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح سلمکم اللہ تعالیٰ۔ فقیر کیطرف سے
سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خاں سے کہا گیا کہ تم
تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہے۔ حال تصویر کا
یہ کہ میں نے اُسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا لیکن اسکا سبب معلوم ہوا کہ نواب
صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہیگا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب
آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب دیکھو حضرت کی تصویر میں کہنیوں
تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے کے پہنچے اور پنجے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایکطرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی
اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا
بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیازمند اور علیؑ کا غلام ہوں ؎
بندۂ شاہ شمائیم و ثناخوانِ شما ٭ نجات کا طالب غالب ٭ ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہ درویش گوشہ نشین
غالب حزین کی دعائے درویشانہ سے کامیاب و بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر
تمکو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ملک کون ہوگا یعنی راہیں وسیع ہو جائیں گی بازار اچھے نکل آئینگے

جو دیکھیگا وہ داد دیگا اور دلّی کے فساد کے بعد کوں نہیں ہے یہاں فساد در فساد چلا جائیگا۔ شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین جسنے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے۔ بھوت ہے۔ پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نا معقول ہے مجکو اس کے طور پر انطباع دیوان نا مطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگ رہا ہوں ورنہ وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دوشنبہ ۱۱ جون ۱۸۶۰ء غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اسکے سراسر نواب میر غلام بابا خان صاحب کی زبانی تھے پہنچا۔ جواب لکھتا ہوں اور پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھیجتے تھے اس مغفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہے۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی پنشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زیست ہوئی۔ سیں حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً مؤبداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بدستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے۔ فتوح کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپے بھیجدیئے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو بھیجیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ سیں حال سے میں نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اس مرحوم کا وعدہ سرشتۂ دفتر سے تھا جو اب وہ دفتر

اسکی تصدیق ہو۔ بہرحال فکر میں ہوں۔ اگر اسباب نے مساعدت کی فہو المراد ورنہ ۵ آنچہ یار کا
دایم اکثرے درکار نیست۔ منشی صاحب اِس خط کو ضروری جانکر بیرنگ بھیجتا ہوں نجات کا طالب غالب ۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علی شاہ
کی دعا پہنچے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا۔ صاحب ٹوپیوں کی حقیقت یہہ ہے کہ تمنے
لطائف غیبی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوایئں پھر دو روپے کے ٹکٹ
بھیجکر ٹوپیاں منگوایئں۔ میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خریدکر تمکو بھیجدیں۔
چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کردو یہ جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے
اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے نطق کی
تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہیگی۔ لطائف غیبی نے اعدا کی دھجیاں اُڑا دیں۔ ایک نئی
بات سنو۔ محمد مرزا خان میرے بیبی بھائی کا نواسہ ہے اسنے ایک اخبار نکالا ہے مسمّٰی بہ
اشرف الاخبار۔ اُسکا ایک لفافہ تمکو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھکر معلوم کرلوگے کہ تمھارا ایک اعتراض
قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے ہاں ایک
بات یہہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گذر جائے اور اُس سرکار میں یہہ اخبار
خرید کیا جائے اور تم اُن کیطرف سے حکم خریداری ابتدائے جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا
خاں لکھوا اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو اُن کے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران
ہوں کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا
اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں۔ ہیں تو مسلمانوں میں بھی
ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر۔ حقیر۔ آدمی ہوں۔ یہہ اُنکی بزرگی۔ اُنکی خوبی۔ اُنکی مہربانی ہے
حق تعالیٰ اُنکو سلامت رکھے۔ اور اِن مقدمات میں من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو

میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر بجان برابر میرزا معین الدین حسین خان بہادر کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پیل کرتے چلے آؤ۔ دیدار کا طالب غالب۔ سہ شنبہ، ۶ شوال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۶۷ع

ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمھارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن ان کے محامد و مکارم سنتا ہوں۔ جناب مولوی ظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے ان کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا۔ اغنیا کیواسطے اچھے ہیں۔ ہائے مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر ان بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خانصاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ انسے رہائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اسکا کیا حال ہے گذارا کسطرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۴ اکتوبر ۱۸۶۱ع

ایضاً۔ اپنے بیٹے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتے یا کئی مہینے بیٹھو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدرآباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ انکو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خاں اور میرزا محمد حسین خاں یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابن عم

نوّاب محمد بخش خاں کے اور معین الدّین حسن خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدّین خاں سے۔ یہاں کوئی اَمر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات واطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجدِ جامع کے باب میں کچھ پرچے لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آ جائے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا والسّلام مع الاکرام۔ صبح سہ شنبہ ۲ ذیقعدہ و مئی ۶۲ء۔ غالب ✤

ایضًا نورِ چشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ واقعی تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھ لیتا تھا۔ اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں رعشہ۔ آنکھوں میں ضعفِ بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آ جاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں نوّاب کوئی دن کا مہمان ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصّل چھپوا دیا ہے اور اسمیں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا ابتک ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں اور میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بُوڑھا۔ اپاہج۔ پُورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب سُرعتِ بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اُتروں پالکی میں بیٹھوں اور اسکے گھر جاؤں دو گھنٹہ دو گھنٹے وہاں بیٹھوں اور تصویر کھنچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہِ مہربانی میرا ابراہیم علیخاں بہادر

اور حکیم سید احسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے ہاں لڑکی کا پیدا ہونا اور اُسکا مر جانا معلوم ہو کر مجھکو بڑا غم ہوا۔ بھائی اِس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو کہ ۷۴ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسیکی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو۔ حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے۔ والسّلام۔ ۲۵ اگست ۱۸۶۶ء غالب

ایضاً خانصاحب سعادت و اقبال نشان میاں داد خان سیّاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اِس خط کے جسکا مَیں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے مجھکو خیال تھا کہ مولانا سیّاح نے مجھکو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھتا ہوں۔ مہر مَیں تو کھودنیکا نہیں جو اِسقدر عُذر چاہتے ہو۔ کھُدوا دیجئے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت۔ مَیں احباب کا خادم ہوں میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے اور وہ نگین معہ نقشہ بے تکلّف بھیج دیجئے۔ آپکی حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی دُرستی ہو جائیگی خاطرِ عاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اجی سیّاح صاحب ہمارا دھیان تُم میں لگا رہتا ہے۔ کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ مَیں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خان صاحب کو مُہر کھُدوانی نہ ہوتی اور وہ تُم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مُجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ اُنھیں کو اسکا جواب لکھوں اور اُنکے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تُم آزردہ ہو جاؤ گے تمھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسّلام۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ یکم مارچ ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب کیا اتّفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ؎ کس زبانِ مرا نمی فہمد
بعزیزاں چہ التماس کنم
یاد کرو کہ اصل مقدمہ یہ تھا کہ مَیں قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں حق نواب صاحب دیں یعنی سو دو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں پھر اسوچا کہ بُرا مانینگے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع

اسکے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیجدونگا۔ اسی خط کیساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہے
اور یہ بھی تمکو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی۔ ظاہرا سہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔ ہاں صاحب
تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجھکو پہنچے فی الحال
ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ ۳ دسمبر ۱۸۶۳ء

ایضاً سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے
خط میں آپنے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کی وہ پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل
دو پارسلوں کے بعد بھیجا گیا ہے اسمیں وہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھکر صحیح کیا ہے
اسکے بھیجنے سے مدعا یہ ہے کہ تم ان تیس رسالوں کو اسکے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب نے
رکھ لیا ہے تو انسے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ انکی نذر کر دو۔ صاحب میں نے اپنے صرف
سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپی ہیں تیس جلدیں مول لیکر
تمکو دلوا دیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین خاں نے لیں دس مصطفے خاں صاحب نے لیں
باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا نباشد دردمندیم
دگر باشد بمہرش پائے بندیم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست
کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے۔ میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست ہوں
انکی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجھکو لکھا کریں غریبا کا
ہندی نخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۲۸۱ ہجری

ایضاً بھائی سیف الحق تمھارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڈھے کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر
انکے عتاب کی پاتا تو انسے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا۔ جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم

برا نہ مانو کسواسطے کہ اگر میں اگر برا ہوں تو اسنے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور اسنے برا کہا تو اسکو خدا کے حوالے کرو ؎

غالب برا نہ مان جو دشمن برا کہیں　　　ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اتارنیوالے کو کہاں
ڈھونڈھوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاویگی تو وہ ورق بھیجوں گا
اجی وہ تو میں نے نوابصاحب کو ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بمبئی میں بہرا ہوں گانا کیا
سنونگا۔ بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بمبئی سورت میں انگریزی شرابیں
ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء ؂

ایضاً صاحب تمھارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی۔ ٹوپیاں اگرچہ تمھارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن
ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تمھارے مربی کے صرف میں آئیں۔ تمکو اور ٹوپیاں بھیجونگا۔ مسودے سے سخت
عاجز ہوں عذر ہے وعدہ ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمھارے خط سے پہنچنے سے دو دن
پہلے میر فخرالدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ ان کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی خو کس سے سیکھی ہو
میرے پاس کوئی غزل تمھاری نہیں ہے۔ نوابصاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپیوں کو میرا
ارمغان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء ؂

ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار
کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروائیے اور اطراف و جوانب دور و
نزدیک بھیجئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہیں وہ دونوں کی
خریداری کی اطلاع کا خط میر فخرالدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس
بھیجدیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اسکے خریداری کی اطلاع کا خط جو صاحب فقط کتاب
کے خریدار ہوں وہ اسکی اطلاع کا خط لکھیں۔ غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء ؂

ایضاً مولانا سیف الحق! اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر میں نے مزا ہوا تھا ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کی ہیں۔ اس رقعہ کا جواب جلد لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خان صاحب کو بھیج دیئے ہیں کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب اور نہ بھیجوں گا۔ صاحب تم نے پانچ روپیہ کے ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں نہ کتاب فروش نہ دلال۔ یہ حرکت مجھ کو پسند نہ آئی اور تم نے بہت برا کیا۔ حضرت ۱۶ جلدیں لطائف غیبی کی بھیج کر اس کے پانچ سات دن کے بعد میں نے نامۂ غالب کا پارسل بھیجا ہے لطائف کی رسید تم نے بھیج دی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائے گا۔ گھبراؤ نہیں نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب ۲۱ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب۔ وہی جہاں وہی زمین وہی آسمان وہی تم وہی بمبئی وہی دلی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق سیاح وہی غالب نیم جان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہرکارہ نکوریل کی سواری۔ ربیع الاول میں تمہارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے۔ صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہوں ۹ بج گئے ہیں اس وقت تک نہ کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمہارے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب ۳ جنوری ۱۸۶۶ء

خط بیرنگ اور پارسل

ایضاً برخوردار! تمہارا خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر تھی۔

جو تم نے سر و پا وہاں پہنچا امیر بن گیا۔ چمن باغ کی یہ فصل خزاں ہے میں بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ اردو کا دیوان غالب صاحب نا انصاف سے ہاتھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیو نراین کو بھیجدیا یقین کلی ہے کہ وہ چھاپینگے جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تمکو پہنچ جائیگا۔ طریقۂ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا طالب جانکر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہمپر ظاہر کرتے رہو۔ ہم تمسے راضی ہیں اور چونکہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں راقم اسد اللہ مرقومہ شنبہ روز عید مطابق ۳۰ جون ۱۸۶۶ع

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خان تم سلامت رہو۔ تمھارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ سطریں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامۂ غالب صاحب مطبع نے اپنی بکری کیواسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اسکی قیمت مانگوں۔ میں نے آپ تین جلد چھپوائی۔ دوستونکو دور و نزدیک بانٹ دی۔ آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ ہوگا جتنے یہ نسخے اب میرے پاس باقی ہیں کل تمھیں بھیجدونگا۔ ہاں صاحب سو روپیے کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا کاپی آج شروع ہوگئی جسدن نوٹ پہنچا اسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا تیسرے دن میں نے تمکو تمھارے رجسٹری دار خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچگیا ہوگا اور تمنے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہوگا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہے اسکا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہے بند پرور یہ کہتے ہیں رحیم بیگ کا وطن اصلی سرہند اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلمی اسکا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا۔ نظم میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ع

ایضاً صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس زمانہ میں وہ دلی آئے تھے میری انکی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہرگز قصیدہ انہوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہرحال میں تمھارا احسانمند ہوں۔ اگر تم وہاں نہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہوتی ان دنوں ضعف دماغ

دوران سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی بھی نوبت
نہیں آئی تمہاری بھیجی ہوئی غزلیں سب جوں کی توں دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو جب نواب صاحب کی غزلیں
دیکھونگا تو یہ بھی دیکھی جائینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دے سکوں تو فکر تاریخ کیا کروں۔ اگر میرا حال درست
ہوتا تو جناب مولوی عبد الغفور خان صاحب نساخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سعادت
سمجھتا آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ انکو دیں نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۱ء

ایضاً جناب منشی صاحب۔ آپکا خط مہری نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے
کی کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ عالی نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کے اگلے زمانہ
خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجکو تو چھ آنے کے پیسوں کا
افسوس ہے جو تمنے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۱ فروری سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً صاحب میرا سلام تمہارا خط پہنچا۔ دونوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور
فن شعر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہجاتا ہے یاد کرو کبھی کوئی غزل تمہاری اسطرح کی
نہیں ہوئی کہ جسمیں اصلاح نہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو میں دونوں غزلیں لفظاً و معنیً بے عیب ہیں کہیں اصلاح
کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خان صاحب واقعی ایسے ہی ہیں جیسا تم لکھتے ہو۔ سیاحت
میں بیس ہزار آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہوگا اُس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص
ہزاروں میں ایک ہے لا ریب فیہ کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے منگاؤں وہاں کون سی چیز ہے کہ یہاں نہیں
آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگور سے کم عزیز نہیں لیکن بمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت۔ مالدہ کا آم
یہاں پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ وہاں بہت اچھا ہوگا سورت سے دلی آم
بھیجے محض تکلف ہے سو روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سو میں سے شاید دس پہنچیں میرے سر کی قسم
کبھی ایسا ارادہ نکرنا یہاں دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو افراط سے ہیں۔ پیوندی بھی

آم بھی بہت ہیں۔ تمہارے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہیں۔ اور آج
بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکرے ہر ٹوکرے میں سو سو آم۔ کلو داروغہ نے
میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے۔ دونوں میں سے تیرہ آم اچھے نکلے اور ایک ستر آم بالکل سڑے ہوئے۔
اوائل جون با چال میں ایک ہفتہ مینہ برس کر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ شنبہ ۲۲ جون ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب میں بہت شرمندہ ہوں۔ پہلا خط تمہارا مع قصیدہ پہنچا۔ میں قصیدہ کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا
اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا۔ ہر چند ڈھونڈا نہ پایا۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر مجھکو یاد ہے کہ اس وقت میں نے
ان اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا۔ اشعار سب ہموار تھے۔ تم اندیشہ نہ کرو۔ وہ قصیدہ نذر گزرا۔ تو اور مع الخیر وطن کو جاؤ
لیکن بھائی۔ وطن پہنچ کر ضرور مجھکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے تمکو خط بھیجوں
نواب میر غلام بابا خان صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا۔ فقط صبح شنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان شکوہ تمہارا میرے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط تمہارا جواب
طلب نہ تھا۔ اشعار کی اصلاح سے میں نے ہاتھ اٹھا لیا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارض فساد خون میں مبتلا ہوں
بدن پھوڑوں کی کثرت سے سرو چراغاں ہو گیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا
کھانے کے وقت پلنگ پر سے اتر بیٹھتا ہوں کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے
پاس ہی ہے۔ اتر کر پیشاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی مگر گئی قدم جانا
پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک
جیوں گا۔ (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب سید غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں میرا سلام
کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعۂ تاریخ نذر کرنا **قطعہ**

میر بابا یافت فرزندی کہ ماہ چاردہ
فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب

بر فراز لوح گردون گردہ تمثال اوست
از سر ناز و طرب فرزند فرخ فال اوست

ایسے نوٹ مجھے پچاس اور سطر پ کی طرح کے نو فرزند فرخ فال پڑھانے ہونگی غالب روز پنجشنبہ ۔ ۱۹ اگست ۱۸۶۳ع

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میان داد خان سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالیٰ دعا اور سلام اور شکر اور سپاس ۔ تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسون بروز جمعہ ۲ ستمبر ۱۸۶۴ع کو پہنچا کل دسوین ستمبر ماہ حال کو سو روپیہ مندرجہ اُسکے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی ۔ اس صرف مین میرا کام ہوا اور اُنکا نام ہوا ۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان مین ایسے لوگ ہین کہ مین نے اُنکو نہ دیکھا اور نہ اُنہون نے مجھے دیکھا نہ میرا کوئی حق اُنپر ثابت نہ اُنکو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور خیر فقیر ہون جبتک جیونگا دعا دونگا ۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمہارا بھی احسان مانونگا اب دو ایکدن مین کاغذ آ جائے تو اُنکا انطباع شروع ہو جائے ۔ تم نوابصاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آجتک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسانمند نہین ہوا تھا اب احسان بھی اُٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا ۔ وہ جو ایک رد کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے وہ ایک لڑکے پڑھانیوالے ملا یعنی مکتبدار کا خبط ہے ۔ رحیم بیگ اُسکا نام میرٹھ کا رہنے والا ۔ کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے اُسکی تحریر مین نے دیکھی تمکو بھی بھیجونگا مگر ایک بڑی ہنسی کی بات یہ ہے کہ اُسمین بیشتر وہ باتین ہین جنکو لطائف غیبی مین رد کر چکے ہو بہرحال اب اُسکے جواب کی فکر نکرنا فقط والسلام والاکرام ۔ نجات کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ع *

ایضاً صاحب مین خدا کا شکر بجا لاتا ہون کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھکر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیۃ اپنے محسن و مربی کی خدمت مین پھر آ پہنچے ۔ نوابصاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط مین سلام صرف وفور اشتیاق سے لکھا ہے ۔ محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجونگا ۔ اجی ہان میان سیف الحق خان رامپور سے اگر تین سو جلدین درفش کاویانی کی تیار پاؤ تو نواب میر بابا سے حصہ برادرانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا پشتارہ بنایا اُسپر ٹاٹ لپٹوایا ۔ ڈاک گھر بھجوایا ۔ مسترد آیا

سرکاری ڈاک والوں نے ہرگز اسکا پہنچانا قبول کیا۔ ٹھیکے والے یعنی پم فلٹ پاکٹ والے ریل والے متفق اللفظ
اسکے ارسال سے انکار کرتے ہیں۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھوا دو۔ اور اسباب میں جو وہ فرمائیں وہ
مجھکو لکھو۔ مدعا یہ ہے کہ کسیطرح یہ پشتارہ وہانتک پہنچ جائے۔ اس خط کا جواب جسقدر جلد لکھو گے مجھپر
زیادہ احسان کروگے۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ۔ ۲۳ جنوری سنہ ۱۸۶۶ع ✣

ایضاً بھائی تم جیتے رہو اور مراتب علیا کو پہنچو۔ لو ایک ہنسی کی بات سنو۔ تمہارا خط منشی کنہیا لال کے
نام کا میرے پاس آیا۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا۔ یہ نادانی انکی کہ مجھسے کہہ نہ گیا کہ
میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیجدینا بیخبری میں جو خط آیا میں نہ نام سے واقف نہ مقام سے واقف۔
خط پھیر دوں تو کیا کروں۔ خط کے واپس کرنیکے بعد ایکدن آپ بھائی میرزا محمد حسین خان کے ساتھ میرے
پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا۔ دیکھنا یہاں کیا خوب بیان فرماتے ہیں کہ میں غدر سے پہلے دو تین بار
تیرے پاس حاضر ہوا ہوں انصاف کرو دو تین ملاقاتیں اور دس گیارہ برس کی بات میں نسیان کا مبتلا۔ میرا قصور کیا۔
بہرحال یہ شریف ہیں اور عمدہ روزگار کئے ہوئے ہیں۔ صاحب میں نے اودہ اخبار میں دیکھا کہ چھوٹے صاحب
مقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبوں میں انکی افزایش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر کمال ہوئی میں تو
تہنیت میں خط لکھونگا مگر رشک آتا ہے کہ بحوالہ اودہ اخبار لکھوں اور بحوالہ سیف الحق نہ لکھوں
زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ خان غالب۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۸۶۷ع ✣

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خان سیاح کو غالب
کی دعا پہنچے۔ پرسوں ایک خط تمہارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہارے خط میں پچاس پچاس روپے
کے دو نوٹ پہنچے۔ سو روپے وصول ہو گئے آج تمکو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں بھائی
تمنے اخبار اطراف و جوانب میں میرا حال دیکھا ہوگا۔ میں اب محض نکما ہوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ
سے شعر واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس میں دھرے ہیں ازانجملہ تین صاحبوں کے تمکو نام لکھتا ہوں۔ میر ابراہیم علیخان

نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی ماموں - غرضکہ اُنہیں اوراق میں تمھاری کاغذ بھی دھری
ہوئے ہیں جسدن ذرا افاقہ پاؤنگا تو اُن سب کو اغذ کو دیکھونگا - ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۶ع ٭

ایضًا منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خان سیاح کو غالب ناتوان نیمجان
کی دُعا پہنچے - بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب میں خط نہیں لکھ سکتا - آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا اب
رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہیں ہو سکتا تھا جب یہ حال ہی تو کہو صاحب میں اشعار
کو اصلاح کیونکر دُوں اور پھر اس موسم میں کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہی - دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہیں
رات کو صحن میں سوتا ہوں صبحکو دو آدمی ہاتھوں پر لیکر دالان میں لے آتے ہیں ایک کوٹھری ہی اندھیری
اُسمیں ڈالدیتے ہیں تمام دن اُس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہوں شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجا کر پلنگ پر
صحن میں ڈالدیتے ہیں - تمھاری غزلیں - میر ابراہیم علیخان بہادر کی غزلیں - میر عالم علیخان کی غزلیں
حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں - سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی
دن زندگی اور ہی اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھونگا تصویر کا حال یہ ہی کہ ایک مصور صاحب
میرے دوست میرے چہرہ کی تصویر اُتار کر لیگئے اسکو تین مہینے ہوئے آجتک اُن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے
میں نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا ہی یک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے میں نے اُنسے کہا
بھائی میری شبیہ کھینچدو - وعدہ کیا تھا کہ کل نہیں پرسوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا - شوال ذیقعدہ
ذی الحجہ محرم یہ پانچواں مہینہ ہی آجتک نہیں آئے - آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا - اُسمیں کچھ تو شعر
اصلاح طلب بھی تھے - اب اصلاح دے کون - میں تو اپنی مصیبت میں گرفتار - ہائے ایک میرا شاگرد رشید
منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُسکو موقع و محل بتا دیا - جو میں کہتا گیا اسطرح وہ بناتا گیا
وہ قطعہ کا کاغذ بعد صلاح کے اکمل المطابع میں بھیجدیا ہفتہ آیندہ میں تم بھی دیکھ لوگے - مرگ ناگاہ کا طالب غالب

۱۱ جون سنہ ۱۸۶۶ عیسوی ٭

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ ہشتم شوال ۱۲۸۲ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۶ء۔ بھائی مین نہین جانتا کہ تمکو مجھسے اتنی ارادت اور مجھکو تمسے اتنی محبت کیون ہے۔ ظاہرا معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اسمین دخل نہین تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہوچکا ہے وقت پر پہنچیگا۔ ستر ابہترا۔ اردو مین ترجمہ پیر خرف ہے میری ہتر برسکی عمر ہے پس مین بھی اخرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حال کی مانند معدوم ہوگیا اب مہینہ بھرسے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہین رسمی پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھدیتے ہین غذا مفقود ہے صبحکو قند اور شیرہ بادام مقشر دوپہر کو گوشت کا پانی۔ شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسیقدر گلاب خرف ہون۔ پوچ ہون۔ عاصی ہون فاسق ہون۔ روسیاہ ہون۔ یہہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ؎

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہیں ہم　　القصہ در پے ہو ہمارے کہ نہین ہم

آج اسوقت کچھ افاقت تھی ایک خط ضروری لکھنا تھا بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئے ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون تاکہ خلعت حال اور میری حالات تمکو معلوم ہوجائین کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون۔ دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا سلطنت ضعیف ہوگئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ مین پایا بعد انتقال اسکے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدرآباد جاکر نواب نظام علیخان کا نوکر ہوا تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راو راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا۔ وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصراللہ بیگ خان میرا چچا حقیقی مرہٹون کیطرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا اسنے مجھے پالا۔ سنہ ۱۸۰۶ء مین

جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہوگئی اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے
سوارونکی بھرتی کا حکم دیا۔ چارسو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی
جاگیر عین حیات علاوہ سال بھر مرزبانی کے تھی کہ بمرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہوگیا۔ ملک کی عوض
نقدی مقرر ہوگئی وہ اب تک پاتا ہون۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ۱۸۳۰ء
مین کلکتہ گیا نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخوست کی۔ دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا
ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ۔ سرپیچ۔ مالائے مروارید۔ یہ تین رقم کا خلعت ملا۔ ان بعد جب دلی مین
دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونون بند ہوگئے
میری بریت کی درخوست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد بند ٹوٹا۔ اب خلعت معمولی ملا
غرضکہ یہ ریاست کا ہی عوض خدمت نہین۔ انعامی نہین۔ معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم ہون۔ بدگمان
نہین ہون۔ جو جسکو سمجھ لیا اُسمین فرق نہین آتا۔ دوست سے راز نہین چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط
ڈاک مین بھیجا۔ بند بُری طرح کیا تھا۔ کھولتے مین سطر کٹ گئی بارے مطلب ہاتھ سے نہین جاتا بھیجنے کی
غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور مین نے جانا کہ تم مجھے
دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اس خط مین ملفوف کر کے بھیجتا ہون زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے
جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی

ایضاً بندہ پرور تمہارے دونون خط پہنچے۔ غالب بستہ دم کوتہ قلم۔ لکھے تو یہ لکھے اور بات سے دونون خط آپکے
ایک پارسل محمد نجیب خان کا بتقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے۔ آپکا پارسل بعد مشاہدہ آپکو بھیجا جائیگا خانصاحب کے
پارسل مین ایک کتاب ارمغان و اوراق اصلاح بھیجے جائینگے۔ اہا ہا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا
کانچہ میخواستم زخدا شد میسرم ٭ مین اُس خرافات کا جواب کیا لکھتا مگر ہان سخن فہم دوستونکو غصہ آگیا ایک صاحب نے
فارسی عبارت مین اُسکی عیوب ظاہر کیے دو طالبعلمون نے اردو زبان مین دو رسالے جدا جدا لکھے۔ دانا ہوا اور منصف ہو

محرق کو دیکھ جانو گے کہ مؤلف اُسکا احمق ہے اور جب وہ احمق واقع ہذیان سوالاتِ عبدالکریم اور لطائفِ غیبی کو
پڑھ کر متنبہ ہوا۔ اور محرق کو ڈھونڈ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بھیجا بھی ہے۔ دافع ہذیان سوالات۔ لطائفِ غیبی
تینوں نسخے ایک پارسل میں اِس خط کیساتھ روانہ ہوتے ہیں یقین ہے کہ بتقدیم و تاخیر یکے و روز نظرِ انور سے گزریں
فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیئے گا جب آپکا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اُسکی رسید تم کیجائیگی۔
چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ لیجئے۔ اور دو محمد نجیب خان کو دیدیجیے۔ دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ء۔ غالب ٭

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے بُری کو اچھا جاننے والے۔ میرے محب میرے
محبوب تمکو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتوان تھا اب نیم جان ہوں۔ آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں
رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے رعشہ و ضعفِ بصر۔ جہاں چار سطریں لکھیں اُنگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں حرف
سوجھنے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا۔ اب زندگی برسوں کی نہیں مہینوں اور دنوں کی ہے۔ پہلا خط
تمہارا پہنچا اس سے تمہارا مریض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف
حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا غرضکہ وہ
غزل بعد مشاہدہ تمکو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصولِ صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط رجسٹری دار آیا گویا ستارۂ دنبالہ دار
حیران کہ ماجرا کیا ہے بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفعِ مرض و حصولِ صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بیجا سے لبریز
حضرت میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہ جائے تو رہ جائے دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچکر کیا مجال ہے
جو مجھ تک نہ پہنچے وہاں کی ڈاک کے کارپردازوں کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صابر کا
تذکرہ مانگتے ہیں اُسکا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر میں تاراج ہو گیا اب ایک مجلد اُسکا کہیں نظر
نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو۔
جواب کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵ ذی حجہ ۱۲۸۲ھ۔ ۱۲ مئی ۱۸۶۶ء ٭

ایضاً مولانا ایک نقد نامہ پہلے بھیجا تھا اُسکے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر

ایک مہربانی نامہ آیا اُس میں تم نے اپنے خط کا جواب نہ پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نے فطرت کیا وانہ اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اُسکے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی اب درنگ تحریر کی تقصیر معاف کیجیے اور سنیے دونون نگارشون کا جواب لیجیے جیسا تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے مگر ہزار حیف کہ بعد اتمام انطباع پہونچی اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی - بندہ پرور تم چراغ دودمان مہر و وفا اور نتیجہ اخوان الصفا ہو مجھسے تمھیں محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری بانی ہے دوست کی بھلائی کا طالب ہون اسی شیوہ میں شریک غالب ہے ایک خواہش میری قبول ہو تا کہ مجھکو راحت حصول ہو - مبادی کا ذکر نہیں کرتا ہون واقعہ حال دل نشین کرتا ہون جناب مولوی محمد عبداللہ خانصاحب کے بزرگون مین اور فقیر کے بزرگون مین باہم وہ خلت و صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم مین اور اُنمین برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یونہی بلکہ روز افزون رہیگا - خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے تو مین اونکے نام کا خط تمہارے خط مین ملفوف کرکے بھیجتا - ناچار اب آپسے یہ چاہتا ہون کہ آپ مولوی صاحب سے ملین اور اُنکو یہ خط اپنے نام کا دکھائین اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا اُنکے پاس اور اُنکے ذریعہ عنایت سے اُس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُسکے گزرنیکے بعد واقع ہو دریافت کرکے مجکو مطلع فرمائین - جمعہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ء غالب

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خان کو غالب سوختہ جگر کی دعا پہنچے تمھارا خط پہنچا پڑھکر دل خوش ہوا - تم میری بات پوچھتے ہو مگر مین کیا لکھون - ہاتھ مین رعشہ انگلیان کہنے مین نہین - ایک آنکھ کی بینائی زائل - جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اوس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے موتی کی روح کو اسکی بو پہنچتی ہے ایسے ہی مین سونگھ لیتا ہون غذا کو پہلے مقدار غذا کی تولون پر منحصر تھی اب ماشون پر ہے - زندگی کی توقع آگے مہینون پر تھی

اِن دنون پر یہی بھائی ہمین کچھ مبالغہ نہین ہے بالکل میرا یہی حال ہے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۴ھ

ایضاً - جانِ غالب تمنے بہت دن سے مجھکو یاد نہین کیا - ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گذر گئی - اسکا جواب بھیجو سو کام چھوڑکر لکھتا ہون یہ برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور مین اسکی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہون وہ تمھارے پاس بھیجو نگا شرط موقوف بشرط آنکہ جان جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ مین ہون یا نہ ہون تم اسکا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہان جہان مناسب جانو درج کرو مین اب قریب مرگ ہون - غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی - بہتر برس کی عمر اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون
میان محمد میرن کو دعا - جواب کا طالب غالب - ۱۴ مارچ ۱۸۶۸ع -

ایضاً بندہ پرور آج تمھارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی مین نے اُس کا جواب ڈاک مین بھجوایا اور اس خط کیساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا - دسوین بارھوین دن خط اور پہنچا بیس دن مین پارسل پہنچے گا - خط کا جواب ضروری الارسال نہین لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیئے گا - آپکے خط کی عبارت تو مین سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا - مین نے پارسل کب آپکے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خان کو دیدیجیئے گا - پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپکے خط مین اُسکے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خان صاحب سے ملیئے اور میرا خط جو آپکے نام کا ہے اُنہین دکھایئے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمایئے آپ ولایتی بھی نہین جو مین یہ تصور کرون کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے بہرحال اب مدعا سمجھ لیجیئے اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمایئے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھیئے داد کا طالب غالب جمادی الاول نوزدہم [illegible]

ایضاً بندہ پرور کل آپکا تفقد نامہ پہنچا - آج مین پاسخ طراز ہوا جس کاغذ پر مین یہ نقوش کھینچ رہا ہون یہ آپکے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجیئو اور معلوم کیجیئے کہ آپکا مجموعہ کلام معجز نظام اور اُسکے بعد مبہم دو خط پہنچے مین صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہون بلکہ اسی خط مین محمد نجیب خان کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار صلاح طلب کی رسید مین نے

لکھدی ہی پارسل کے سر نامے سے میرا نام مٹا نہین سکتا پارسل تلف ہو نہین سکتا آٹھ دس روز ہوئے ہونگے کہ وہ مجلد اسی پارسل مین
اُسکو روگردان کر لیا ہی بعد ادائے محصول آپکا نام لکھکر روانہ کر دیا ہی یقین ہے کہ بعد آپکے خط کی روانگی کے آپکے
پاس پہنچگیا ہو گا - ہان صاحب خط دیروزہ کیساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا ہی اِس حکم کے
کہ مین اُسکو مولویصاحب پاس پہنچاؤن مین نے پایا حال یہ ہے کہ مولویصاحب سے میری ملاقات نہین صرف اتحاد
معنوی کے اقتضا سے ہوئے واقع ہذیان لکھکر فن سخن مین مجکو مدد دی ہی منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے
شاگرد اور میرے آشنا ہین - اُنکو وہ خط بجنسہٖ بھیجدیا - یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علیصاحب کو بھجوا دینگے
انہین کے اظہار سے دریافت ہوا ہی کہ مولویصاحب مرشد آباد و بنگالہ مین ہین نواب ناظم نے نوکر رکھ لیا ہی
بقدر حال یک ایک قدردان پایا - غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ہے کسم بجود نہ پذیرفت و سر بازم
چو نامہ کہ بود نانوشتہ عنوانش + یہ شعر میرا ہے و بعہد خسرو دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری

دستم بکلید مخزنے مے بایست	در بود ہتی بدل منے مے بایست
باہیچکس بنیفتادے کار	یا خود بزمانہ چون منے میبایست

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خان میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تمنے یوسف علیخان کو
کہان سے ڈھونڈھ نکالا اور اُنکا تخلص اور اُنکا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُنکو خط کیونکر بھیجا
اور وہ خط اُنکو کیونکر پہنچا ہے حیرت اندر حیرت است ای یار من + پہلے یہ تو کہو کہ درفش کاویانی اور
وہ قطعہ جسکی پہلی بیت یہ ہی - تمکو پہنچا یا نہین اگر پہنچا تو مجھکو رسید کیون نہین لکھی ہے

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ	درخصوص گفتگوے پارسی انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچگیا ہی تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو - اور اگر نہین پہنچا تو مجکو اطلاع ہو
تاکہ ایک نسخہ اور بھیجون - زیستن دشوار - اِس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے بہتر وان برس
شروع ہوا - غذا مجکو ساٹھ بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ - دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی -

قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر
اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اُٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونون ہاتھ ٹیک کے چارپایہ بنکر اُٹھتا ہوں تو پنڈلیان
لرزتی ہین معہذا دن بھر مین دس بارہ بار اور اُسیقدر رات بھر مین پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی
پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اُٹھا اور پیشاب کیا اور پڑرہا۔ اسباب حیات مین سے یہ بات ہے کہ شب کو
بدخواب نہین ہوتا بعد اراقہ بول بے تکلف نیند آجاتی ہے ماہ بماہ ۱۶۲ کی آمد ۱۳۰ سرکار کا خرچ ہر مہینے مین ۳۲ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہین۔ مُردن ناگوار یہی ہے مرنا کیونکر گوارا ہوگا جواب خط کا طالب غالب شنبہ
از روے جنتری ۸ اور از روے رویت ۲۵ رجب ۱۲۸۳ھ و ۸ دسمبر ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط از روے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدۂ و سرور سینہ منشی محمد میر
کو دعا اور مجھکو فرزند ارجمند کے ہونے کی نوید۔ جو نگارش صاحبزادہ کیطرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمھاری تھی اب
تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے تمنے لکھا ہے یا خود اُسنے تحریر کیا ہے لڑکا تمھارا تمھارے ساتھ حیدرآباد
نہیں آیا۔ ظاہرا اب تمنے وطن سے بلا لیا ہے مفصل لکھو کہ نخلِ مراد کا ثمر یہی ہے یا اُسکے کوئی بھائی بہن
اور بھی ہے یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اُسکے ساتھ تمنے بلایا ہے۔ ہان صاحب مجھے میران یہ اسم مقتضی
اسکا ہے کہ آپ قوم کے سید ہون منشاء افراط پرسش و فور محبت ہے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف عالی
خاندان ہین بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپیہ مہینہ پاتے تھے جہان سلطنت گئی وہ تنخواہ
بھی گئی شاعر ہین ریختہ کہتے ہین۔ ہوس پیشہ ہین مضطر ہین ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں
علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہین۔ انکا باپ میرا دوست تھا۔ مین انکو بجائے فرزند سمجھتا ہون
بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہین تم انکی
درخواست کے جواب سے قطع نظر نہ کروگے تو کیا کروگے۔ حضرت مین بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہون
ایک دوست نے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے

نام اسکا مؤید برہان ہے اُس رسالہ مین درج کیے ہین تیرے وہ اعتراض جو تونے دکنی پر کیے ہین اور تیری تحریر
پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہین اور اہل مدرسہ اور شعراے کلکتہ نے تقریظین اور تاریخین بڑی دھوم
کی لکھی ہین - بس بھائی مین نے بلتنے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اُس دوست کو اور دو
چار جلدین درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیجدیے - اِسی زمانے مین تین چار ورق خوب یاد
ہے کہ درفش کی جلدین رکھکر تمکو بھیجے ہین یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تمنے درفش کو کھولکر دیکھا نہین وہ اوراق
مع درفش زیب طاق نسیان ہین دو ورق اس لفافہ مین اپنے مکرر بھیجتا ہون تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ
بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس - ہان صاحب اودھ اخبار مین ایک قصیدہ
مولوی غلام امام کا دیکھا مکان تنگ ست جہان تنگ ست مدح مختار الملک متضمن استدعای مسکن وسیع
پھر مہینہ بھر بعد اسی اودہ اخبار مین یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر تین مہینا بڑھا دیا
اِسی اخبار مین پھر دیکھا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور اُن کے
شاگرد وضیع تخلص نے اُسکا جواب لکھا ہے آپنے اس روداد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض
کے نام کا طالب ہون بسبیل استعجال - دوشنبہ ۱۲ شعبان ۱۲۸۳ ہجری -

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بہ میرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا - ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط
تمہارا اور ایک خط بابو صاحب کا لایا - بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہو گئے مگر ایک امر مین
حیران ہون کہ کیا کرون یعنی اُنہون نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ
لکھا ہے کہ اُسکو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا - حال آنکہ خود لکھتے ہین کہ مین اپریل کی چوتھی کو [illegible]
جاؤنگا اور آج پانچوین ہے بس وہ تو کل روانہ ہو گئے اب مین وہ خط کسکے پاس بھیجون ناچار تمکو لکھتا ہون
کہ مین خط کو اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آکر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُنکو بھیجدونگا تمکو تردد نہو

کیا خط ہی خط ہیں میڈھو لال کا تیھہ تمھاری عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھ باشی سعایت بابو صاحب پر
مشتمل کہ اُسنے لکھا تھا کہ ہردیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جیپور کے
پاس لایا ہی اور جانی کی دُرستی روزگار جیپور کی سرکار مین کر رہا ہی اور اُسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُنکے
لکھنے سی مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہی یہ مین نے اُنکو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم آپ ہردیو سنگہ کو
بُلالو یہ مین نے امر جزوی کیواسطے امر کلی کا بگاڑ نہین چاہتا اُسکے جواب مین اُنہونے وہ عرضی بھیجی اور
لکھ بھیجا کہ راجہ مرنیوالا ایسا نتھا کہ ان باتون پر نگاہ کرتا - اُسنے یہ عرضی گذرتے ہی میرے پاس بھیجدی
فقط ہمارے خط کی جانی جی کیطرف سے میری خاطر جمع ہوگئی مگر یہی فکر پڑی یعنی بابو صاحب آبو ہوگئے
اگر ہردیو سنگہ پھر کر آئیگا تو وہ بغیر اُنکے ملے اور اُنکے کہے مجھ تک کاہی کو آئیگا - خیر وہ بھی لکھتا ہی کہ راول
پہین کو گیا ہوا ہی اُسکے آئے پر رخصت ہوگی دیکھیئے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت
ہو بھی جائے - تمھاری غزل پہنچی یہ البتہ کچھ دیر سے پہونچیگی تمھارے پاس گھبرانا نہین والدعا - از اسد اللہ
نگاشتہ سہ شنبہ روز ورود نامہ مرسلہ چہار شنبہ ششم اپریل ۱۸۵۳ع - جواب طلب ❊

ایضاً تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی - غزل بتحنت کہہ لی - بھائی کا ہانرس سے آنا معلوم ہوا آویں تو
میرا سلام کہدینا - یہ تمھارا دعاگو اگرچہ اور امور مین پایۂ عالی نہین رکھتا مگر احتیاج مین اسکا پایہ بہت
عالی ہے یعنے بہت محتاج ہون سو دو سو مین میری پیاس نہین بجھتی - تمھاری ہمت پر سو ہزار آفرین
جے پور سے مجکو دو ہزار ہاتھ آجاتے تو میرا قرض رفع ہوجاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو
اتنا ہی قرض اور ملجاتا - یہ باتسنو تو بھائی تمھاری جان کی قسم متفرقات مین جا کر سو ڈیڑھ سو بچ
رہینگے سو میرے صرف مین آوینگے - مہاجنون کا سُودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سو روپے کے باقی رہیگا
اور وہ جو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے - قیمت اُس چیز کی
جو ہمارے مذہب مین حرام اور تمھارے مشرب مین حلال ہے سو وہ دیئے گئے یقین کہ آج کل مین بابو صاحب

کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کواغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے
وہ مین نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل مین اُنکے پاس روانہ کردیئے اور اُنہین لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے
ہوئے لفافے جلد بھیجیں۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ ۹ جون ۱۸۵۳ء

ایضاً بھائی جسدن تمکو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی
ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپے ہردیو سنگھ کو دیئے اور مجھ سے مجرا نہ لیئے بہرحال ہنڈوی
۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھے مجکو صبر کہان بٹی کاٹ کر روپے لے لیئے قرض متفرق
سب ادا ہوا بہت سبکدوش ہوگیا آج میرے پاس مبلغ ۴۲ نقد بکس مین اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے
توشہ خانے مین موجود ہین الحمد للہ علی احسانہ بھائی صاحب آگئے ہونگے تو میر قاسم علیخان کا خط اُنکو دیدو
اور میرا سلام کہو اور پھر مجکو لکھو تا کہ مین اُنکو خط لکھون۔ بابو صاحب پھر تمہارے جائین تو آپ کاہلی نہ کیجیے اور
اُنکے پاس جائیے گا کہ وہ تمہارے جویاے دیدار ہین۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۸۵۳ء

ایضاً صاحب کیون مجھ پر رو کیا کیون خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہون کہ خدا تمکو جیتا رکھے
کہ تمہارے خط مین مولوی قمر الدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی
معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر مین تھے۔ ظاہرا یون مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی۔
حق تعالی اُنکی جو مراد ہو بر لاوے۔ اُنکو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا مولوی قمر الدین کو بھی سلام کہنا
تم اپنے کلام کے بھیجنے مین مجھ سے پرسش کیون کرتے ہو۔ چار جزو ہین تو بیس جزو مین تو نے تکلف بھیجدیں
مین شاعر سخن سنج اب نہیں رہا صرف سخن فہم رہگیا ہون۔ بوڑھے پہلوان کیطرح پیچ بتانے کی گون ہو
بناوٹ نہ سمجھنا شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہون کہ یہ
مین نے کیونکر کہا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیجدو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میرزا تفتہ تمہارے اوراق مثنوی کا پیم فلٹ پاکٹ پرسون ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا

حاتم علی جیب کی نثر شاید آغاز اگست مین روانہ کرچکا ہون اُس نثر کی رسید نہین پائی اور نہین معلوم ہوا کہ
میری خدمت مخدوم کی مقبولِ طبع ہوئی یا نہین۔ نہین معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہان ہین اور کس طرح
ہین اور کس خیال مین ہین۔ نہین معلوم مولوی قمرالدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہین۔ اگر نہین آئے
تو وہ وہان کیون متوقف ہین۔ میر منشی قدیم وہان پہونچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہین۔ آپکو
بتاکید لکھتا ہون کہ ان تینون باتون کا جواب الگ الگ لکھیئے اور جلد لکھیئے اس خط کے پہنچنے تک غالب
ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُسکے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا اب ایک امر اور سنو۔ مین نے آغاز یازدہم مئی
۱۸۵۷ع سے یکم جولائی ۱۸۵۸ع تک روداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر مین لکھا ہے
اور التزام اسکا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے
جو نظم اس نثر مین درج ہے وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے ہان اشخاص کے نام نہین بدلے جاتے۔ وہ
عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہین وہ لکھدیئے ہین مثلاً تمہارا نام۔ منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہین لکھا
گیا اسکی جگہ شیوا زبان لکھدیا ہے یہی میرا خط جیسا اس قصہ کا ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر
پر اسطرح کہ کسی صفحہ مین ۲۰ سطر کسی مین ۲۲ سطر بلکہ کسی مین ۱۹ سطر بھی آ گئے چالیس صفحے یعنی ۲ ورق
ہین اگر ۱۲ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو مین آجائے یہان کوئی مطبع نہین ہے سُنتا
ہون کہ ایک ہے اسمین کاپی نگار خوشنویس نہین ہے۔ اگر آگرہ مین اسکا چھاپا ہو سکے تو مجکو اطلاع کرو
اس تہیدستی اور بینوائی مین پچیس کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہون لیکن صاحب مطبع اتنے پر کیون ماننے لگا
اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہون تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات جلد چھاپنے کیصورت
مین ۳ قیمت ٹہرے کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگیگا۔ لکھائی متن کی تو آپکو
معلوم ہوگئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائینگے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تکدمہ کرو۔ اور
حساب معلوم کرکے مجھکو لکھو مگر منشی قمرالدین خان اگر آگئے ہون تو انکو شریکِ مصلحت کرلو۔ ان مینو نکا

جواب ورباپیل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب سب ایک خط مین پاؤن ضرور ضرور ضرور۔ غالب
نگاشتہ ورروان داشتہ شنبہ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء جواب طلب اعلی تاکید سے بیرنگ بھیجا گیا ہ

ایضاً الحمد للہ تمھارا خط آیا اور دل شوریدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہین کرتے مین نے
ہرگز نہین لکھا کہ یہ عبارت دو جزو مین آجائے۔ مین نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اسقدر ہے کہ دو جزو مین آجائے
لیکن مین چاہتا ہون کہ حجم زیادہ ہو۔ بہرحال اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے لغات کے معنی حاشیہ پر چھپین
اسکی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھدی اچھا کیا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب نے
نثر کے فقرے جس محل پر کہ انکو بتائے ہین ضرور لکھوا دینا۔ مین نے جو تمکو میرزائی کا خطاب دیا ہے اُن
فقرون مین اسکا اظہار کیا ہے بہت ضروری امر یہ ہے اور مین منشی شیونراین صاحب کو آج صبحکو لکھ چکا ہون
تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر دردم دیگر نہیب مباش ہم زند۔ نہیب کے جگہ
نواے بنا دینا یہ نواے مباش ہم زند۔ نہیب لفظ عربی ہے اگر رہ جائیگا تو لوگ مجھپر اعتراض کرینگے
تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نواے لکھدیا جائے۔ راے امید سنگھ نے مجھپر
عنایت کی اور مطبع کی اعانت کی۔ حق تعالی انکو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی
کبھی میرا کام تمسے آپڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جسمین میری جان الجھی ہوئی ہے اور مین نے اسکو اپنی بہت سی مطالب کے
حصول کا ذریعہ سمجھا ہے خدا کیواسطے پہلو تہی نکرو اور بدل توجہ فرماؤ۔ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے
چھ جلد کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبد اللطیف کا کردو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ مین تمھارا بوڑھا اور مفلس چچا
ہون۔ تصحیح بھائی کرین۔ تزئین تم کرو۔ کہتا ہون مگر نہین جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیے سنتا ہون کہ
چھاپے کی کتاب کے حرفون پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہین تاکہ حرف روشن ہو جائین۔ سیاہ قلم سے جدول بھی
کھچ جاتی ہے پھر جلد بھی پُرتکلف بن سکتی ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور ہوشیاری انکی میرے
کسدن کام آویگی۔ میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر تمکو رحم نہین آتا بلکہ تم اسکو آباد

آباد جانتے ہو یہاں نسخہ بند تو میسر نہیں صحاف و نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو مین آپکو تکلیف کیون دیتا
یہان سب وہ ہستی میری آنکھون کے سامنے ہو جاتی قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ مین تو
اُنکے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہون۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانین اور میرا کام کرین تو کیا عجب ہے۔ دو
روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہین جب مجکو لکھوگے۔ ہنڈوی بھیجدونگا چھ روپے آٹھ روپے دس روپے
حد بارہ روپے میان کو سمجھا دینا کسی کی طرف نہ گرین چیز اچھی ہے نہایت بارہ روپے مین چھ جلدین لیتا
ہون۔ منشی شیو نراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھین نام اور عرف بس۔ اجزای خطابی کا لکھنا مناسب
بلکہ ضرور ہے مگر ہان نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خان بہادر غالب
بھائی تمنے اوراق مثنوی کی رسید نہ لکھی کہین وہ پارسل مین سے گر نہ گئے ہون۔ دیکھو کس لطف سے میری
حقیقت بیان ہوئی ہے اور دکن کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر مین اسکی عبارت کیا بتاؤن صاحب مطبع اس کو
اردو مین آخر کتاب پر لکھدین منشی جی سے نثر لکھوا لو منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ نہیب کی جگہ نوا بنا دو
صاحب مطبع کو میرا پتہ دو خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع سے لکھوا دو۔ برخوردار عبد اللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجکو لکھ بھیجو
اپنی مثنوی کی رسید لکھو۔ اپنی سجان دل اشرف بنکا اقرار کرو ان اسماء کی مجھے خبر دو۔ غالب جمعہ سیوم ستمبر ۱۸۵۸ع ہنگام نیمروز

ایضاً مہر زا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونون فقرے جس محل پر بنائے ہین حاشیہ پر لکھدیے ہونگے نہیب کے لفظ
کو چھیل کر نوا اسے بنا دینا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا اُنکی سعادتمندی
سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کرین اور ادھر متوجہ ہون۔ کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا
ہوگا۔ آخر تھوڑا ہی تو ہے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ صفحے چھاپے جائین اور کتاب جلد منطبع ہو جائے
بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہین مجھپر مہربان اور حسن کلام کے قدر دان ہین اُنکی
تصحیح مین بے پروائی کرینگے تو کیا میری تفضیح کے روادار ہونگے۔ بھائی تمنے بھی اور منشی شیو نراین صاحب نے بھی لکھا تھا
مین ایک عبارت لکھتا ہون اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت مین چھاپیے۔ نامہ نگار غالب خاکسار کا یہ بیان ہے کہ

یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اسکو مین نے مطبع مفید خلائق مین چھپوایا ہے اور میری رائے مین اسکا قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحب مطابع جبتک مجھ سے طلب رخصت نکرین اپنے مطبع مین اسکے چھاپنے پر جرأت نکرین اسکے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیونراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دین یہ سب باتین پہلے بھی لکھ چکا ہون اب دوبارہ امر ضروری الاظہار یہ ہے اسواسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اردو عبارت دوسرے یہ کہ میرے شفیق سید تکریم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھون نے ایک بات جواب طلب لکھی اسکا جواب اسی خط مین لکھتا ہون تمکو چاہیئے کہ ان سے لکھو بلکہ یہ عبارت انکو دکھا دو بندہ پرور نواب عطاء اللہ خان میرے بڑے دوست اور شفیق ہین انکے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونون صاحب صحیح و سالم ہین۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گانو ہے وہان رہتے ہین شہر مین اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہین اور انکے مکانات قرق ہین ضبط ہو گئے ہین نہ واگذاشت کا حکم ہے۔

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی مین تمکو ہنسانا تمھارا ہی کام ہے بھائی تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع رہنے دو۔ آمد اچھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نکرو اور درخواست دیدو بعد نو مہینے کے روپیہ تمکو ملجائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے مین کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اسکو مدت چاہیئے رستخیز بیجا جسکا اب ہو تو رستخیز ہو یعنی قیامت اور اسکا حال معلوم نہین کہ کب ہوگی اگر اعداد کی حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز ہوتے ہین۔ احتمال فتنہ سال آئندہ کا سو بھی موہوم۔ میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جا کر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میرے حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا اور وہان گیا تھا اگر نواب صاحب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپیہ سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دوسرا کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ آیا چاہتے رامپور آئے انکو غالب وہان ہونا معلوم ہوا تو انھون نے

نواب صاحب نے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اسکو جواب دو نواب صاحب نے برطرف کر دیا یہ تو سُن لیا اب اصل حقیقت سُنو۔ نواب یوسف علیخان بہادر تیس ۳۰ برس سے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہین آگے گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہین بلاتے رہتے ہین اب مین گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا بشرط حیات بعد برسات کے پھر جاؤنگا وہ سُو روپیے مہینا یہان ہون وہان رہون خدا کے ہان سے میرا مقرر ہے غالب ۳۱ مارچ ۱۸۶۰ء ✤

ایضاً کیون صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندرآباد کے رہنے والے دِلّی کے خاک نشینون کو خط نہ لکھین بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہانکی ڈاک مین نہ جائے بہر حال سے کس شنویا نشنو من گفتگوئے میکنم۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ تاریخ نومبر کو ۲۲ جلدین بھیجی ہوئی برخوردار شیونراین کی پہنچین کاغذ۔ خط تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپہ سب خوب دل خوش ہوا اور شیونراین کو دُعا دی۔ سات کتابین جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی تحویل مین ہین وہ بھی یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائین معلوم نہین منشی شیونراین نے اندور کو واسطے راجہ امید سنگھ کے کسطرح بھیجی ہین یا نہین بھیجین صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصد کا حال لکھو۔ سکندرآباد کبتک رہوگے آگرہ کب جاؤگے شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب ✤

ایضاً۔ صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک مین ارسال کرچکا ہُون آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط اور پارسل دونون پہنچ گئے ہونگے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جسمین عجلت ہے روانہ کرتا ہُون۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہے اُسنے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کرلیا تھا اٹھارہ اُنیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۷ھ مین بیمار پڑکر مرگیا اب اُسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُسکے مرنیکی لکھون ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُسکو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجھکو عزیز اور فکر شعر متروک معہذا یہ واقعہ تمہارے حسب حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالو گے وہ مجھسے کہان نکلینگے

بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھ دو مصرع آخر میں یافتہ تاریخ ڈالدو - نام اسکا برج موہن تھا اور اسکو بابو نام
کہتے ہیں چنانچہ میں بحر ہزج مسدس محذوف میں ایک شعر تمکو لکھتا ہوں چاہو اسکو آغاز میں رہنے دو اور
آیندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو - چاہو کوئی اور طرح نکالو لیکن یہ خیال رہے کہ سائل کو متوفی کا نام کا درج
ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوا اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر میں نہیں آسکتا وہ شعر میرا یہ ہے ؎

برہم چون نام بابو برج موہن	چکد خون دل ریش از لب من

غالب نگاشتہ روز جمعہ - سی ام اپریل ۱۸۵۸ع +

ایضاً - بھائی تمھارا وہ خط جسمیں اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا - اوراق مثنوی اوراق [illegible]
کے ساتھ پہنچینگے - اب تمھارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں - الگ الگ سمجھ لینا صاحب مجھے
مرزا حاتم علی بیگ صاحب سے کیوں کہا - بات اتنی تھی کہ وہ مجھکو لکھ بھیجتے کہ نثر آئی اور مرزا صاحب نے
پسند کی اب انکو میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپکے شکر بجا لانے کا شکر بجا لاتا ہوں - چھاپے کے باب
میں جو آپنے لکھا وہ معلوم ہوا - اس تحریر کو جب دیکھوگے تب جانوگے اہتمام اور عجلت اس کے
چھپوانے میں اسواسطے ہے کہ اسمیں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجونگا اور ایک جلد بذریعہ
انکے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کرونگا اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہوگی اور صاحبان مطبع کو اسکا انطباع
کیوں نامطبوع ہوگا - جیتے رہو اس غمزدگی میں مجھکو ہنسنا یاد وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ؎
گرچہ عمل کار خردمند نیست + عمل کار اہل کار + یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے ؎
جز بخردمند مفرما عمل + یعنی خدمت و اعمال سوائے علما و عقلا کے اور کی تفویض نکر پھر خود
کہتا ہے ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست + یعنی گرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمند کا کام
نہیں اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو جنجال میں ڈالے - عمل الگ ہے اسکی اضافت ہی بطرف خردمند کے پھر دیکھا
خدا کی عمل کار اہل کار کے معنے سے یہ نہیں آتا مگر قتیل اور واقف یا اور یورپ کے ملکیوں کی فارسی فقط غالب

ایضًا میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بنجائین سے ہر یکے را
بہر کارے ساختند۔ انت متا سوم تا۔ مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا
آبد۔ جو مین اس شخص کو نصیحت کرون وہ کیا سمجھیگا کہ غالب کیا جانے عبد الرحمن کون ہی اور مجھ سے
اس سے کیا رسم و راہ ہی بے شبہ جانیگا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا۔ مین اسکی نظر مین سبک ہو جاؤنگا
اور تم سے وہ سرگران ہو جائیگا اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اس شخص کو اپنے عزیز و نہین گناہی بند سپوریں تو
بنی آدم کو مسلمان یا ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہون اور اپنا بھائی گنتا ہون دوسرا مانے یا نہ مانے۔ باقی
رہی وہ عزیزداری جسکو اہل دنیا قرابت کہتے ہین اسکو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہی اور اسکے
مراتب و مدارج ہین نظر اس دستور پر اگر دیکھو تو مجکو اس شخص سے خس برابر علاقہ عزیزداری کا نہین از راہ حسن اخلاق
اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہی۔ زین العابدین خان عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اسکے سالے کا بیٹا
اسکو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اسکو لکھنا لغو و بیفائدہ بلکہ مضر
ہے تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفٰے خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہین اب
تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالی شانہ تمکو خوش و خرم
رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ء - + -

ایضًا صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہین کرتا۔ سچ کہتا ہون کہ
تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب مین دیر اس راہ سے
ہوئی کہ مین مصطفٰے خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا۔ تین دن وہان رہا۔ کل وہان سے
آیا آج تمکو یہ خط لکھوا۔ محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ع - غالب +

ایضًا میرزا تفتہ کل قریب دو پہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اوس نے
پارسل موم جامہ مین لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو مین بھی حیران ہوا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا

بارے اُسکی تحریر دیکھی تو تمھارے ہاتھ کا ہیم فلٹ لکھا ہوا اور ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُسکے آگے کالی مُہر اور کچھہ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ بیرنگ دلوائیے۔ دلوا دیئے اور پارسل لے لیا حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہی کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُسنے خطوں کے بکس مین ڈالدیا۔ ڈاک کے کارپردازون نے غور نہ کی اور اُسکو بیرنگ خطون کی ڈاک مین بھیجدیا وہ صاحب جو میرے عُرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہین یعنی منشی بھگوان پرشاد مشّل خوان میرا اسلام قبول کرین۔ غالب۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ع ٭

ایضًا بھائی مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاہے کو ہی مکالمہ ہی۔ آج صُبحکو ایک خط بھیج چکا ہون اب اِسوقت تمھارا خط اور آیا سُنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اسکے ہر حرف پر میری جان نثار ہی مگر چونکہ یہان سے ولایت تک حُکّام کے ہان سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خان نہین لکھا جاتا مین نے بھی موقوف کر دیا ہی رہا میرزا و مولانا و نواب سمین تمکو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو بھائی کو کہنا اُنکے خط کا جواب صُبحکو روانہ کر چکا ہون۔ میرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہای کتاب کے باب مین برادر زادہ سعادتمند کو تکلیف ندو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہین سو کرین خط تمام کرکے خیال مین آیا کہ وہ جو میرزا صاحب سے مجکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کرون۔ صاحب ہان ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہی اُسکے مہتمم نے التزام کیا ہی کہ ایک صفحہ یا ڈیڑہ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہی نہین معلوم آغاز کس مہینے سے ہی۔ حکیم احسن اللہ خان یہ چاہتے ہین کہ سابق کے جو اوراق ہین جب سے ہون وہ جو چھاپے خانے مین مسودے رہتے ہین اُسکی نقل کاتب سے لکھوا کر یہان بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی اور ابتدای ۱۸۵۹ع سے انکا نام خریدارون مین لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُنکو ایک لفافہ مین بھیجے جائین اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُنکو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی بیگ صاحب

لکھ چکا ہون اور ابتک آثار قبول ظاہر نہین ہوئے نہ لفافے حکیم صاحب کے پاس پہنچے نہ ان صفحات کی
نقل میرے پاس آئی - آپکو ہمین سے ضرور ہی اور وہان صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کشمیری
بازار مین ہی مگر آپ مجھکو کہین کہ مفید خلائق کا مطبع کہان ہی عجب ہی کہ ان صاحب شفیق نے
میری تحریرات کا جواب لکھا - فرمایش حکیم احسن اللہ خان صاحب کی بہت اہم ہے عند الملاقات
میرا سلام کہکر اسکا جواب بلکہ وہ اخبار انسے منگوا کر بھجواؤ - جمعہ ۷ ستمبر +

ایضاً بھائی مین نے مانا تمھاری شاعری کو مین جانتا ہون کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت
نہ ہوگی پر جو تمنے التزام کیا ہی ترصیع کی صنعت کا اور وہ بحث شعر کہنے کا اسمین ضرور نشست معانی بھی
ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ لکھو اسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو - کیون صاحب ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا
اور وہ بھی ٹکٹ سے سکندر آباد کو آیا - حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہوگا - کیا ہنسی آتی
ہی تمھاری باتون پر خدا تمکو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تمکو دے - جانی جی کی بڑی فکر ہی - مین تمکو لکھا
چاہتا تھا کہ انکا حال لکھو تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تمکو بھی نہین معلوم کہ وہ کہان ہین یقین ہی کہ اجمیر
مین ہونگے مگر خط نہین بھیجا جاتا کہ وہان مقیم نہین ہین خدا جانے کب چل نکلین - بہرحال تم بھرتپور سے
قریب ہو اور انکے متوسلون کو جانتے ہو اگر ہو سکے تو کسی کو لکھکر خبر منگوا لو اور جو کچھ تمکو معلوم ہو وہ بھی
مجھکو لکھو منشی صاحب مع منشی عبد اللطیف کول مین آگئے - کل ان کا خط مجھکو آیا تھا آج اسکا
جواب بھی روانہ کر دیا - اسد اللہ - یکشنبہ ۲۱ ماہ اگست ۱۸۵۳ع +

ایضاً بھائی آج مجھکو بڑی تشویش ہی اور یہ خط مین تمکو کمال سراسیمگی مین لکھتا ہون جسدن میرا
خط تمہین پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اسیوقت جواب لکھکر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے
دن جواب بھیجو - منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہی کہ کئی دن سے راجہ بھرتپور کی بیماری کی خبر سنی جاتی تھی
کل سے اور بری خبر شہر مین مشہور ہے تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تمکو تحقیق حال معلوم ہو

جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجکو غم نہین مجکو فکر جانی جی کی ہے کہ انہی علاقہ مین تم بھی شامل ہو صاحبان انگریز نے
انگریز نے ریاستون کے باب مین ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مر جاتا ہے سرکار اُس ریاست پر قابض
متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری بندوبست
مین کوئی قدیم الخدمت موقوف نہین ہوتا اسصورت مین یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم
رہے مگر وکیل ہین معلوم نہین مختار کون ہے اور ہمارے بابو صاحب مین اور اس مختار مین صحبت کیسی ہے
رانی سے انکی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن انہون نے ازراہ دور اندیشی تمکو
متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ دراُبالیانہ زندگی بسر کرتے تھے اب تمہارہ وہ روش نہ رکھنا
آپ تمکو بھی لازم آپڑا ہے جانی جی کے ساتھ رہنا ہے حکام ذوالاقتدار ہوتا پس چاہیئے کل کی آرائش
سا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری جی اسے مین یون آیا ہے اور مین
نہین لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہین یا اجمیر مین ہین
کس فکر مین ہین اور کیا کرتے ہین۔ واسطے خدا کے تم مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرح جو کچھ
واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو مجکو لکھو اور جلد کہ مجھپر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو مین نے سنا آج صبح
قلعہ مین گیا اور یہ خط لکھ کر ازراہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا اور
ایسی چیز نہین ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھکر جلد پہنچا دیتے ہین اور پوسٹ پید پڑا
رہتا ہے جب اس محلہ مین جانا ہوتا ہے تو اسکو بھی لیجاتے ہین زیادہ کیا لکھون کہ پریشان ہون

نوشتہ چاشتگاہ دوشنبہ ۲۱ مارچ ۱۸۵۳ء - ضروری جواب طلب ٭

ایضاً میان مرزا تفتہ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بددور تسلسل معنے
سلاست الفاظ ایک مصرع مین تمکو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے
کہ جہان شوکت پہنچا وہان تم پہنچے وہ مصرع یہ ہے ٭ چاک گردیدم و از جیب بداماں رفتم ٭

پہلا مصرع تمہارا اگر اسکے پہلے مصرع سے چسپاں ہوتا تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا خدا تمکو تنا جلائے کہ ایک
دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھو مگر خبردار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا صاحب مجھ سے بزرگوار کا
معاملہ اور یہ جو تمنے اسکا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے میں نے اسکو
دوست بطریق طنز لکھا ہے بہرحال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اسکو بھیجا اسکی ان مرے
اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پرانا قصہ تمنے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا
یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر
کے پاس گزرا اور جسدن گزرا اُسی دن پانچہزار روپے کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی
محمد حسن نے مجھکو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنہوں نے یہ راز مجھپر ظاہر کیا اور
کہا کہ خدا کیواسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا ناچار میں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ
تم دریافت کرکے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری اُنہوں نے جواب لکھا کہ پانچہزار ملے
تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اسمین سے
جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا ہو تو مجکو لکھو میں نے
لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے اسکے جواب میں اُنہوں نے لکھا کہ اب تم مجھکو خط لکھو
اسکا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجکو معلوم ہوا
کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر یہ میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا میں کہ ناسخ ہوں
اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُنکا کھایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تمکو بھیجدونگا بھائی
یہ خط لکھکر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر اُڑی کہ
نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے غالب شنبہ ۱۹ اگست سنہ ۶۱ء
ایضاً آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ بیٹھو اور میری حقیقت سنو یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے

اُنسے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تمکو اُنکے بہائی مولوی انوارالحق نے بموجب حکم زنگلش صاحب کے لکھا تھا پھر
ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کرکے اپنی طرف سے تمکو لکھا دونون دیوان تمہاری اور نشتر عشق اور ایک
تذکرہ اور یہ چار کتابین تمہاری بہیجی ہوئی اُنکو پہنچین صاحب تم سے بہت خوش اور تمہاری بہت معتقد ہین
کہتے ہین کہ ہم جانتے ہین اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان مین نہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک
فائدہ اِس التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھین گے باقی ما بخیر۔ شتابسلامت
ہان اُنکی تحت مین دو سو مشاہرہ کے علاقہ مین۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس امر مین اُنسے
کلام کرون میرا عجب حال ہے۔ حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون نہین باور آتا ہے

گمانِ زیست بود برمنت ز بیدردی ۔ بدست مرگ دلی بدتر از گمانِ تو نیست

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتین انسان مین ہوتی ہین سب مضمحل ہین حواس
سراسر مختل ہین۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رامپور ستور روپیہ مہینا
دیتے ہین سال گزشتہ اُنکو لکھہ بہیجا کہ اصلاح نظم جو اسکا کام ہے اور مین اپنے حواس نہین پاتا متوقع ہون کہ
اس خدمت سے معاف ہون جو کچھہ مجھے آپکی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجیے تو
پنسن سہی ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپکی مرضی ہو وہی میری قسمت سے
برس دن سے اُنکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکہو آگے کیا ہوتا ہے آجتک
نوابصاحب از روی جوانمردی دیئیے جاتے ہین اور بھائی تمہاری مشق چشم بد دور صاف ہو گئی
رطب و یابس تمہارے کلام مین نہین رہا اگر خواہی نخواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح
ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ مین چراغ دم صبح و آفتاب سر کوہ ہون ؛
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون ۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب غالب ؛

ایضاً۔ میرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاکہین ڈالکر آیا کہ

اُسکے منتظا تب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمہارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھدی مینے زائد سمجھی اور اُسکا دیکھنا شروع کیا بیکار محض اور تنہا ہوں - پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہو گی خوب دیکھا سچ تو یوں ہے ان اشعار میں مینے بہت حظ اُٹھایا جیتے رہو - تمہارا دم غنیمت ہے - بھائی کا حال مفصل لکھو پنشن کے طالب ہیں یا نوکری کے - منشی عبداللطیف کہاں ہے اور کس طرح سے ہے علاقہ بنا ہوا ہے یا جاتا رہا - صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ آلہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے - منشی غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکر ہیں یا مستعفی - عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا آلہ آباد جائیگا اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے چاہیئے یہ بھی وہیں جاوے آج تمہارے اشعار کا کاغذ بہم فلٹ پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے - یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ چار دن میں پہنچ جاوے گے

غالب یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ع *

ایضاً مرزا تفتہ - ایک امر عجیب تمکو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کی موجب نشاط مفرط ہوگا میں اجرای پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا باری وہ نقشہ پنشنداروں کا جو یہاں سے بنکر صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے بنسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پانیکا مستحق نہیں ہے گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہاں آیا اور مشہور ہوا مینے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہوں کا بٹنا شروع ہوگا - دیکھا چاہیئے پچھلے روپے کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے - غالب ۱۶ اپریل ۱۸۶۰ع *

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا مینے اپنے مطالب کا جواب پایا - امراؤ سنگھ کے حال پر اُسکے واسطے مجھکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار انکی بیڑیاں کٹ چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے اُسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لونگا تو کیوں بلا میں پھنستا ہے وہ جو مصر

تم نے لکھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ مین مرقوم ہے ؎

پسرے با پدر براز ی گفت — کہ مرا یار شو بہرہ جفت
گفت بابا زنا کن و زن نہ — پند از خلق گیر و از من نہ
ور زنا گر بگیردت عسسے — بہلد کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہر گزت رہا نہ کند — ور تو بگذاریش چہا نکند

بس اب تو تم سکندرآباد مین رہے کہین اور کیون جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو۔ اب کہان سے کھاؤ گے۔ میان نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خرچ ہے کہ وہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہی وہ ہوا جاتا ہی اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جای مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہی ؎

رغبتِ جاہ چہ و نفرتِ اسباب کدام — زین ہوسہا بگذر یا مگذر مے گزرد

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہون نہ مقید نہ رنجور ہون نہ تندرست۔ نہ خوش ہون نہ ناخوش نہ مردہ ہون نہ زندہ جیئے جاتا ہون۔ باتین کیئے جاتا ہون۔ روٹی روز کھاتا ہون۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہون جب موت آیگی مر رہونگا۔ نہ شکر ہی نہ شکایت ہی جو تقریر ہے بر سبیلِ حکایت ہی بارے جہان رہو جسطرح ہو ہر ہفتہ مین ایکبار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۸ع۔ ؂۔

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتین ہمین پسند نہین ۱۸۵۵ء کے خط کا جواب ۱۸۵۸ء مین بھیجتے ہو اور مزا یہ ہی کہ جب تمسے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہی لطف یہین ہی کہ مین بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آجکل لالہ امید سنگہ یہین ہین اور ابھی نہین جاینگے۔ تمہارا مدعا حاصل ہوگیا ہی جسدن وہ آئے تھے اُسی دن مجھسے کہہ گئے ہی مین بھول گیا اور اُس خط مین تم کو نہ لکھا صاحب وہ فرماتے تھے کہ مین نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے

تضمین اشعار گلستان کی اُنکی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُسکے پاس بھیجدیئے ہیں یقین ہے
کہ وہ ایران کو ارسال کریگا۔ اُمید سنگھ نے اِس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ میں بھول گیا اب جو تمکو اُس
خیال میں الجھا پایا تو اُنکا بیان مجھکو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دو بار اُنکے گھر گیا بھی
ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے اب کسی جاننے والے سے پوچھکر
تمکو لکھ بھیجونگا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دعا کہدینا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
لکھنے کی قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ میں نے جنکو کبھی نہیں دیکھا تھا
ناگاہ مجھسے آکر ملے اور تمہارا حال پوچھتے رہے میں نے کہدیا کہ بخیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں
جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہیں اُنہوں نے کہا صاحب وہ بزرگ اور
اُستاد ہیں۔ میں اُنکا شاگرد ہوں۔ کہیں میرٹھ کے علاقہ میں نوکر ہیں بسبیل ڈاک
آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُنکا وطن ہے اور نوکری بھی وہ
اُسی ضلع میں ہیں۔ غالب۔ نگاشتہ دوشنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجھکو بھی دی ہے خدا
اُنکو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُنکو ایک مصرعہ کی تاکید لکھ چکا ہوں میں سراسر
اُنکا ممنون احسان ہونگا۔ میرا سلام کہنا اور لفافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام
کا کوئی لفافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا جوگ پڑا تھا مرا اُنہوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
پھر بیسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شیہہ بسین صدا ہے بے نقطہ فارسی ہے شین مکسور و یائے معروف
و ہائے ہوز مفتوح و ہائے ثانی زدہ۔ اور عربی میں اسکو صہیل کہتے ہیں۔ صیہہ کوئی لغت نہیں ہے
نہ عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے غنیمت کا کیا گناہ
خود شور زدہ چند سے گاہے شناور یافتہ عمل ہے مصرع یوں ہی ہے جیسے تم نے سمجھا ہے خدا جانے تمکو کیونکر لکھدیا ہے

بھائی مہرخوان کے دو معنی ہین ۔ ایک تو خطاب ہے جو سلاطین امرا کو دین اور دوسرے وہ نام کہ جو لڑکون کا
پیار سے کہین یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو ۔ مگر تمنے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سی جو تمہارے
ذکر مین ہی پہلے مہرخوان کے معنے حاشیہ پر چڑھ گئے ہین مکرر لکھنے کی حاجت نہین اور اگر لکھ بھی دو تو
قباحت کیا ہی ۔ بھائی صاحب کیون مضائقہ فرمائین ۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان
کونسل کی رائے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ مین منظور و مقبول نام میرا جسطرح چاہو لکھدو ۔

بنام آنکہ او نامے ندارد ۔ بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

شفیق بالتحقیق مولانا مہرؔ بیمقدار کا سلام قبول کرین ۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہون آج یا کل
پہنچ جائیگا رات سی ایک بات اور خیال مین آئی ہی مگر چونکہ تحکم و کار فرمائی ہے کہتے ہوئے
ڈرتا ہون ۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہون بات یہ ہی کہ دو جلدین طلائی لوح کی ولایت کیواسطے
تیار ہونگی اور وہ چار جلدین جو یہان کے حکام کیواسطے درکار ہونگی ۔ اُنکی صورت یہی ٹھیری ہی کہ
سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد ۔ کیون بھائی صاحب قرار داد اور تجویز یہی ہے اور پھر سمجھا چاہیے
کہ یہ چار جلدین کس کسکی نذر ہین ۔ نواب گورنر بہادر ۔ چیف کمشنر بہادر ۔ صاحب کمشنر بہادر ۔ ڈپٹی کمشنر
بہادر دہلی ۔ یہ کیا میری بدوضعی ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب کی نذر نہ بھیجون —
آخر گورنمنٹ کی نذر انہین کی معرفت بھیجونگا نہ صاحب ایک جلد اُنکی نذر بہت ضروری ہی آپ
گنجایش نکالکر جیسی یہ چار جلدین بنوائین ۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوالین ۔ یقین ہی کہ آپ
اس بات کو پسند فرمائینگے اور چار کیجگہ پانچ بنوائین گے یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار
آزار دیتا ہون معاف کیجیے ۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط مین سے اس مادۂ
تاریخ کا قطعہ لکھ لینا ۔ تمکو لکھ چکا ہون ۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا ۔ بلکہ
ایک خط مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ ۔ صبح پنجشنبہ ۔ سی ام ستمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً جی مرزا تفتہ تمنے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو بھی اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہای کیا بری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تمپر کھلتی کہ تم یہان ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائنچے لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہین بلکہ بے تکلف سنبلستان ایک معشوق خوبرو ہے۔ بدلباس ہے۔ بہرحال دونون لڑکون کو دو دو جلدین دیدین اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہوگیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل سنہ ۱۸۶۱ء۔ غالب ✣

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون۔ کیا تماشا ہے کہ خط تمہارا پہونچتا ہے اور میرا خط نہین پہنچتا میری خط کے نہ پہنچنے کی یہ دلیل ہے کہ تمنے اصلاحی غزل کی رسید نہین لکھی۔ مین نے کتب کا پہنچنا تمکو لکھا تھا اسکا تمنے ذکر نہ لکھا۔ صاحب جلدین پہنچ گئین اور تقسیم ہوگئین۔ سات کتابین مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق انکی تحریر سے آج شام تک اور مطابق منشی شیو نراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائینگی اور بھی منشی شیو نراین نے اندور کی کتابون کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہین شاید مین تمکو لکھ بھی چکا ہون میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہین۔ دلی ان دنون مین آئے ہوئے تھے مجھسے کل ملکر گئے ہین انکو ایک کتاب ضرور بھیجدینا بھائی مین ہرگز نہین جانتا کہ میر بادشاہ دہلی کون ہین اور پھر ایسے کہ جو کہین کے متصرف ہین کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے والد کا نام لکھو تو مین غور کرون ورنہ مین تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہین ہون۔ پنجشنبہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ء وقت دوپہر ✣

ایضاً بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندرآباد سے اور ایک علیگڈہ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب مین کچھ حال لکھینگے اور تم اپنے موافق وعدے کے مجکو لکھو گے

اب جبکہ اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئیگا تب تمہارے اشعار تمکو پہنچین گے ہاے ہاے میر تفضل حسین خان ہاے ہاے

رفتی و مرا خبر نہ کردی   بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہان یہہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳ فروری ۱۸۵۴ع

ایضاً — ایک خط تمہارا پرسون آیا اُسمین مندرج تھا کہ مین میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اَور تمہارا آیا اور اُسمین مندرج تھا کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسون کے خط مین بھی اور آج کے خط مین بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہمنے بھیجا ہے بیسوین جون کو آج دسوان دن ہے اس عرصہ مین کوئی پارسل کوئی پمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہین پہنچا۔ آخری پمفلٹ پاکٹ وہ مثنویون کا وہ تھا کہ جسمین ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مرگیا اُسکی ارتھی جلتی رہی اُسکا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا سو اُن دو مثنویونکو مین نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یون یاد پڑتا ہے کہ تمنے اُسکی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲۰ جون سے آگے کا ہے بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہین آیا۔ اصلاحی کاغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ مین نہین رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے مین ناچار ہون بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تمپر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا یا تمنے اُسکا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جسمین میر بادشاہ کا دلی آنا اور انکا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ مین اور اُن مین ہونا معہذا راجہ امید سنگہ کا دلی مین آنا اور پھر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُن سے ذکر ہونا اور اُنکا یہ کہنا کہ اُنکا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو مین نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا اب مین کیا جانون کہ تمکو یہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جسکو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہین آیا

غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹ جون ۱۸۵۳ عیسوی۔ وقت نیمروز ہے

ایضاً اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہون یا پانسو ہون سب بدلوا ڈالنا۔ کاغذ کا جو نقصان
ہو وہ مجھ سے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے مین ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو
دھبہ لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ مین بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا لکھتے ہو
مرزا صاحب دو جلدین درست کرینگے یہ تو صورت اور ہی لیتے ہین تم نے چھ جلدین بارہ روپے کی لاگت
مین لگا رسا دی وہ بہر پروائی برخوردار منشی عبد اللطیف چاہین تہین منتظر تھا کہ آیا انکا قبول کرنا
مجکو لکھو گے اور روپیہ بھیج منگواؤ گے۔ ظاہرا عبد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل
ہوئے تھے تو چھ جلدین بنوا لیتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وہ بہت پر تکلف اور چار
بہ نسبت اسکے کچھ کم۔ اگر یون ہے تو بیتہ عاتی دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ راے امید سنگھ کے نام کا
خط باحتیاط بہتے دو جب وہ آئین انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھدیا تھا۔
اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا شروع ہو کر دور تک پہنچ گیا۔ کیا عجب ہے کہ کتابین جلد منطبع
ہو جائین۔ ہمارے منشی شیو نراین صاحب اپنے مطبع کے اخبار مین اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار
کیون نہین چھاپتے تاکہ درخواستین خریدارون کی فراہم ہو جائین۔ میرزا تفتہ سنو۔ انہون نے مجھسے حکیم احسن اللہ
خان آقا سید علی صاحب جیسے خریدار ہوتے ہین اور جیسا ہو جب انکو لکھتے کہ برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضور لا و نعم جواب
مین نہین لکھا تم انسے کہو کہ وہ تعمیر سے خریدار ہین۔ آج ۲ ستمبر کی ہی دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب کے
نام کے سرنامہ خاص کے کوچہ کا پتہ لکھکر روانہ کرین آیندہ ہفتہ بہفتہ بھیجے جائین اور حکیم احسن اللہ خان کا
خریدارون مین لکھ لین دوسرے اخبار مذکور مین ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے
جبدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اسدن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے ارسال
کرین کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہان سے بھیجدی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے اسکو کہکر
جواب لے اور مجکو اطلاع دو۔ نہیب کے نہ رہ جانا تو ہون اوسکی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی جو چھاپے گئے

حالات ہون اس کی آگہی ضرور ہے۔ غالب پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے ہیں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانون
مین نے یہ کہا تھا کہ بشرط اقامت بلا لونگا اور پھر لکھتا ہون کہ اگر میری اقامت یہان کی ٹھیری تو
بے بلائے تم ہو نگے نہ ہونگے نہ ہارے رہونگا۔ منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلّی اور دلّی
سے رامپور پہونچا۔ تلف نہین ہوا اگر مین یہان رہ گیا تو یہان سے اور اگر دلّی گیا تو وہان سے صلاح
دیکر انکے اشعار بھیجدونگا۔ بے صبر کو ایک بار پہنچا پھر صبر چاہیئے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے
ازبسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتے ہین اور ہر وقت آتے ہین۔ فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی
تم ہی رقعہ کو انکے پاس بھیجدینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۵۹ء

ایضاً کیون صاحب مجھ سے کیون خفا ہو آج مہینہ بھر ہو گیا ہوگا یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا
کہ آپکا خط نہین آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس
دو چار دوست نہ بیٹھے ہون۔ اب یارون مین ایک شیو جی رام برہمن اور بالمکند اسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ
گاہ گاہ آتے ہین اسکے سوا لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے ان
دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کس طرح ہین وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین
صاحبون کی آنے کی توقع نہین وہ دونون صاحب گاہ گاہ۔ ہان آپ تم کہ ہر مہینے مین ایک دو بار مہربانی
کرتے ہو۔ سنو صاحب اپنے پر لازم کرلو ہر مہینے مین ایک خط مجھکو لکھنا اگر کچھ کام آپڑا دو خط
تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے مین ایکبار بھیجدی۔ بھائی صاحب کا بھی خط
دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اسکا جواب بھیجدیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد
گئے ہون کسواسطے کہ مجھکو بھی مین لکھا تھا کہ اوائل جون مین جاؤنگا بہرحال اگر آپ آزردہ نہین
تو جسدن میرا خط پہنچے اسکے دوسرے دن اسکا جواب لکھیئے۔ اپنی خیر و عافیت منشی صاحب کی

خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اُن سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ
الفاظ مناسب وقت مین ضرور لکھنا اور جو وہان آیا ہو اُسکی حقیقت - دھولپور کا رنگ
صاحبان عالیشان کا ارادہ وہان کے بندوبست کا کس طرح پر ہے - آگرہ کا حال کیا ہے وہان کے
رہنے والے کچھ خائف ہین یا نہین - غالب - نگاشتہ شنبہ - ۱۹ جون ۱۸۵۸ع

ایضاً برخوردار مرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا - تم سچے اور مین معذور - میری کہانی سنو
آخر جون مین صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائین سال مین دو بار بطریق
ششماہہ فصل بفصل پایا کرین - ناچار ساہوکار سے سود کاٹے کر روپیہ لیا گیا تا رہو کی مدین
بلکہ صرف ہو یہ سود چھہ مہینہ تک اسیطرح کٹوا ان دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے مین جائیگی

رسم ہے مردہ کی چھہ ماہی ایک	خلق کا ہے اِسی چلن پر مدار
مجکو دیکھو کہ ہون بقید حیات	اور چھہ ماہی ہو سال مین دو بار

دس گیارہ برس سے اُس ہنگنا مین رہتا تھا اٹھ برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا
کرایہ کچھ اوپر تیرہ روپیہ یکمشت دیا گیا - مالک نے مکان بیچڈالا جسنے لیا ہے اُسنے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا
کہ مکان خالی کرو - مکان کہین ملے تو مین اُٹھون بیدردنے مجکو عاجز کیا اور مدد لگا دی صحن بالا خانہ
کا جسکا دو گز عرض اور دس گز کا طول ہے مین پاٹ بستہ گئی - رات کو وہین سویا - گرمی کی شدت
پاٹ کا قرب گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کلکتہ ہے اور صبحکو پھانسی ملیگی تین راتین اسیطرح گزرین -
دوشنبہ ۶ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہان جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بنسبت
اُس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیماران کا - اگرچہ یہ یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا
تو قاصدان ڈاک وہین پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئین کے پتے سے آتے ہین اور بے
تکلف یہین پہنچتے ہین - بہرحال تم وہی دلی بلیماروں کا محلہ لکھکر خط بھیجا کرو - دو مسودے

تمہارے اور ایک مسودہ بے صبر کا یہ تین کاغذ پیش ہین وہ ایک دن مین بعد اصلاح ارسال کئے جاوینگے
خاطر عاطر جمع رہے - صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع -

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر مین کیا ایسا سحر طرازیان کرتے ہین
آپ ضرور آپڑا ہی کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھین سنو صاحب تم جانتے ہو کہ زین العابدین خان مرحوم
میرا فرزند تھا اور اب اسکے دونو بچے کہ وہ میرے پوتے ہین میرے پاس آرہے ہین اور دم بدم مجکو ستاتے
ہین اور مین تحمل کرتا ہون خدا گواہ ہی کہ مین تمکو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہون پس تمہارے نتائج طبع
میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتون سے کہ مجھے کھانا نہین کھانے دیتے مجکو دوپہر
سونے نہین دیتے ننگے پانون پلنگ پر رکھتے ہین کہین پانی لنڈھاتے ہین کہین خاک اڑاتے ہین
مین نہین تنگ آتا تو ان معنوی پوتون سے کہ نہین یہ باتین نہین ہین کیون گھبراؤنگا آپ انکو
جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجئے کہ مین انکو دیکھون - وعدہ کرتا ہون کہ پھر جلد انکو تمہارے
پاس بسبیل ڈاک بھیجدونگا - حق تعالی تمہارے عالم صورت کے بچون کو جیتا رکھے اور ان کو
دولت واقبال دے - اور تم انکے سر پر سلامت رہو اور تمہارے معنوی بچون یعنی نتائج طبع کو
فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط انکے خط کے جواب مین
پہنچتا ہے انکو بھیجدینا اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آگرہ کو جانے لگو تو مجکو اطلاع کرنا اور تاریخ
روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون والدعا - اسد اللہ یکشنبہ ۱۸ جون سنہ ۱۸۶۰ع

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین آپکا دو خط جو آپنے کانپور سے
بھیجا تھا پہنچا - بابو صاحب کو سیر سفر کا حال و آپکا لکھنؤ جانا اور وہانکے شعرا سے ملنا سب معلوم ہوا
اشعار جناب بند کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہوگئے اور بہ اصلاح اور انشا سے اور فوائد جدید
کہ میرا شیوہ ہی عمل مین آیا جبتک کہ انکا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت کا معلوم نہ ہو مکان

کو اغذِ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجون اب جو تمہاری لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک اکبرآباد آؤگے تو مین نے یہ خط تمہارے نام لکھکر لفافہ کر رکھا ہی آج انیسوین ہی پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا - بابو صاحب کو مین نے خط اسواسطے نہین لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھدیا ہی تمکو چاہیئے کہ اُنکی خدمتمین میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے انجام اور حصولِ مرام کی مُبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہی اُسکو غور سے پڑھیئے اور بنا دستور العمل گردانیئے نہ کہ سرسری دیکھیئے اور بھول جائیے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کیخدمت مین تھا اب پھر تم سے کہتا ہون کہ وہ جو تمنے اُس شخص کولی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض اُنکا لغو اور پرسش اُنکی بیہودہ ہو مگر ہمارا یہ منصب نہین کہ معترض کو جواب دین یا سائل سے بات نکرین تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہی گویا ہم پر ہے اس سے ہمین کام نہین کہ وہ مانین یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس مین معقول و استوار ہے جو نادان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھین ہمکو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین کے واسطے دوستون کے اور یارون کے ہی نہ واسطے اغیار کے تمہین یاد ہوگا کہ مین نے تمہین بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ ہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو آج تمہارا کلام وہ نہین کہ کوئی اُسپر گرفت کر سکے مگر ہان سے حسود را چہ کنم کو ز خود برنج در است + والسلام والاکرام - اسد اللہ رقمزدہ ۱۹ فروری و مرسلہ بست و یکم فروری ۱۸۵۲ء +

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اُسدن یعنی کل بُدھ کے دن پہنچا مین چار دن سے کرز مین مبتلا ہون اور نہ یہ ہی کہ جسدن سے لرزہ چڑھا ہی کھانا مُطلق مین نے نہین کھایا آج پنجشنبہ پانچوان دن ہی کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے نہ رات کو شراب - حرارت مزاج مین بہت ہی ناچار احتراز کرتا ہون - بھائی اِس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہین لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہین

ہوئی۔ بابو صاحب والا مناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اب اس سال مین وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری
سے بھاگتا ہے کیون تکلیف کرین اور اگر بہر حال اُنکی مرضی ہے تو خیر فرمان پذیر ہون اشعار سابق و حال
میرے پاس امانت ہین بعد اچھے ہونیکے اُنکو دیکھونگا اور تمکو بھیجدونگا۔ اِتنی سطرین مجھسے بہزار جبر
ثقیل لکھی گئی ہین۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۸۵۴ء۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جسمین ہم تم باہم
دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان جمع
کیئے اُسی زمانہ مین ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمہارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش اُنکا نام اور حقیر
تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت
کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط مین نے
منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُسکا جواب مجھکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال
و متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا اور مین جس شہر مین ہون اُسکا نام دلی اور اُس محلہ کا نام بلیمارون کا محلہ ہے
لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈھنے کو مسلمان
اِس شہر مین نہین ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہلِ حرفہ اگر کچھ ہین تو باہر کے ہین ہنود البتہ
کچھ کچھ آباد ہو گئے ہین اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکن قدیم مین بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ مین حکیم محمد حسن
خان کے مکان مین نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہون اور یہان قریب کیا بلکہ دیوار بدیوار ہین
گھر حکیمون کے۔ اور وہ نوکر ہین راجہ نرندر سنگھ بہادر والی پٹیالہ کے۔ راجہ نے صاحبانِ عالیشان سے
عہد لیا تھا کہ بروقت غارتِ دہلی یہ لوگ بچ رہین چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہان
آن بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ مین کہان اور یہ شہر کہان۔ مبالغہ نہ جاننا امیر غریب
سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار پنشندار دولتمند اہلِ حرفہ کوئی

ہی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہے اور بازپرس اور
داروگیر میں مبتلا ہیں مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک ہو رہے ہیں
میں غریب شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اسکو نوکری سمجھو۔ خواہی
مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا
رہا اور نظر اپنی بیگناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے مگر چونکہ میری طرف
بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔ لہذا طلبی نہیں ہوئی ورنہ
جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہیں میری کیا حقیقت تھی غرض کہ
اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے
رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔
مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آجتک یعنی شنبہ پنجم دسمبر
۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھکو نہیں معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کیطرف حکام کو
توجہ بھی نہیں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے
نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیئے مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا
ہے یا نہیں۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اسوقت تمہارا خط
پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھکر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔

ایضاً آج سنیچر بارہ کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور جواب لکھا
اور کلیان کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا۔ خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تمکو لکھ چکا ہوں کہ دلی
کا قصد کیوں کرو اور یہاں آکر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں سے خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

بدخواہی کی نہیں دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں روپوش نہیں ہوں
بلایا نہیں گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہوں کسیطرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں مگر ہان جیسا کہ بلایا
نہیں گیا خود بھی بڑے کار نہیں آیا کسی حاکم سے نہیں ملا خط کسی کو نہیں لکھا کسی سے درخواست
ملاقات نہیں کی۔ مئی سے پنشن نہیں پایا۔ کہو یہ دس مہینے کیونکر گذرے ہونگے انجام کچھ نظر آتا نہین
کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہان آئے ہوئے ہین ایکبار میرے پاس بھی آئے
تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز شنبہ سلخ جنوری ۱۸۵۸ء وقت نیمروز۔

ایضاً کیون صاحب روٹھے ہی رہوگے یا کبھی منوگے بھی۔ اور اگر کسیطرح نہین منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو
مین اس تنہائی مین صرف خطون کے بھروسے جیتا ہون یعنی جس کا خط آیا مین نے جانا کہ وہ شخص
تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہین
آرہتے ہون بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبحکو اور ایک دو شام
کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن انکے پڑھنے اور جواب لکھنے مین گذر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب دس دس بارہ
دن سے تمہارا خط نہین آیا یعنی تم نہین آئے خط لکھو صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے مین
بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۷ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً مہاراج آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہرحال مجھکو
کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہون اپنا دعاگو سمجھتے رہو۔ کیا کرون اپنا شیوہ ترک نہین کیا جاتا وہ روش
ہندوستانی فارسی لکھنے والونکی مجھکو نہین آتی کہ بالکل بھاٹون کیطرح بکنا شروع کرین میرے قصیدے
دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤگے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر مین بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفیٰ خان
کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ انکی مدح کتنی ہے۔ میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان
کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکوب بہادر کے

لکھی ہے اُسکو دیکھو کہ فقط ایک بیت مین اُنکا نام اور اُنکی مدح آئی ہے اور باقی ساری نثر مین کچھ اور ہی آور ہی مطالب ہین معاذ اللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُسکی مدح نہ کرتا کہ جتنی تمھاری مدح کی ہے ہمکو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے قصہ مختصر تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدلکر اُسکے عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہے اس سے زیادہ کبھی میری روش نہین - ظاہرا تم خود فکر نہین کرتے اور حضرات کے بہکانے مین آجاتے ہو وہ صاحب تو ہرگز اس نظم و نثر کو مہمل کہین گے کسواسطے کہ اُنکے کان اِس آواز سے آشنا نہین جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والون مین جانین گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانین گے - ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جسکو تم لکھتے ہو ما الجبن سے بھی نہ گیا - ایک نسخہ طب محمد حسین خانی مین لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہے مگر اثر اسکا دیر مین ظاہر ہوتا ہے وہ نسخہ یہہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیوین اور اُس مین پچیس تولہ بھر چوب چینی کوٹ کر ملا دین اور اُسکو جوش کرین اسقدر کہ چہارم پانی جلجاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا مین بھر رکھین اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پئین جو غذا کھایا کرتے ہین کھایا کرین - پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پئین - تبرید کی حاجت پڑے اِسی پانی مین پئین روز جوش کروا کر چھنوا کر رکھ چھوڑین - برس دن مین اسکا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہکر یہ نسخہ عرض کر دینا آگے اُنکو اختیار ہے +

ایضاً تمھارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا - واقعی اُن چھوٹے لڑکون کا پالنا بہت دشوار ہوگا - مجکو دیکھو میں بھی تو اِسی آفت مین گرفتار ہون - صبر کرو اور صبر نہ کروگے تو کیا کروگے کچھ بن نہین آتی مین مسہل مین ہون یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہون - حفظِ صحت کیواسطے مسہل لیا ہے تمھارے اشعار غور سے دیکھکر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمھارے نام کا بھیجدیا ہے جب تم آؤگے تب وہ تم کو دینگے - جہان جہان تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کردی ہے اور باقی اشعار بدستور رہنے

دیئے ہین اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچکر مجکو خط لکھو۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو۔
اسمین تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع رہے
زیادہ اس سے کیا لکھون۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہٗ +

ایضاً صاحب تمنے لکھا تھا کہ مین جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا
مگر کلیان کا پاؤن سوجھ گیا تھا وہ چل نہین سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر مین سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہین
سکتا ناچار تمکو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو مین تمکو آگرہ مین سمجھکر سکندر آباد خط
نہ بھیج سکا مولوی قمرالدین خان کے خط مین تمکو سلام لکھا۔ کل انکا خط آیا وہ لکھتے ہین کہ میرزا
تفتہ ابھی یہان نہین آئے اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہون۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا
منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہین کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم
ہیں۔ مگر مین مل نہین سکتا۔ خط بھیجا ہے ہنوز کچھ جواب نہین آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب
جاؤ گے۔ والدعا۔ غالب۔ جمعہ۔ ۵ مارچ ۱۸۵۸ع +

ایضاً صاحب میرٹھ سے آکر تمکو خط لکھ چکا ہون شاید نہ پہنچا ہو۔ اسواسطے از روے احتیاط لکھتا ہون
کہ نواب مصطفےٰ خان کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چارشنبہ
کے دن تمکو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط انکے دکھانے کو
رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر مین قصد اقامت نہین ہے۔ نیا ایک
تکیہ بنایا چاہتا ہون۔ آدمی بندرابن گئے ہین۔ کوئی مکان مول لین گے۔ وہان اپنی وضع سے
رہونگا میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپکا کلام بمبئی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ کیجیے

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ   بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز ست

صبح یکشنبہ۔ سی ام جنوری ۱۸۵۹ع +

ایضاً از عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے
ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی پائی جو کچھ کہئے وہ بلا ایک
آدمی سید مہری لیکر نیل کے کٹرہ چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا آنے جانے کی دیر ہوئی اور
بس۔ چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اٹھے تھے۔ وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں
بھیجے گئے چھبیس روپے باقی رہے۔ وہ بکس میں رکھدیئے۔ روپے کو رکھنے کیلئے بکس کھولا گیا۔ سو یہ قصہ
بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آ گیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیجدونگا
خدا تمکو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بڑی آ بنی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر
یہ کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ ۱۸۵۸ء۔ وقت دوپہر

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبلستان کا چھاپا خدا تمکو
مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان ہے بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی اچھی گزری۔ اچھی
گزر جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے
اشتہار سے مجھکو نفع ہوگا سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤ گے اللہ کے سوا
جو کچھ ہے موہوم معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنور ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصیدہ گو لا موجود الا اللہ جناب بھائی صاحب یعنی
نواب مصطفیٰ خان صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہونا بہت خوشی
کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات
بروے کار آوے یعنی آپکا پنشن بھی واگذاشت ہو جائے انشاء اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی میں نے دلی چھوڑا اور رامپور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا آج
شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفیٰ خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تمکو لکھ کر بھیجا۔ کل
شاہجہان آباد پرون گڈہ مکتیسر رہونگا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا۔ آپ جو مجھکو

خط بہیجو رام پور بھیجنا - سر نامہ پر رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہے اب اِسی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھونگا راقم غالب مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۲ جنوری ۱۸۶۰ع

ایضاً برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالیٰ - اِس لئے آگے تمکو حالات مجمل لکھ چکا ہون ہنوز کوئی رنگ قرار نہین پایا بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مرادآباد آیا ہے اور وہانسے رامپور آئینگے بعد اُنکے جانیکے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہریگا - منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تمکو بُلا لونگا جو دن زندگی کے باقی ہین وہ باہم بسر ہو جائین والدعا راقم غالب - یکم مارچ ۱۸۶۰ع ٭

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے - بہت دن سے خط کیون نہین لکھا - آگرہ مین ہو یا نہین میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا - یہان سے اُسکا جواب بھیجا گیا - وہان سے اُسکا جواب آ گیا مکرم حسین صاحب کا خط پرسون آیا دو چار دنمین اُسکا جواب لکھونگا میرا حال بدستور ہے ؎ نہ اُمید کامیابی نہ سبب ناامیدی ٭ بہائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب مین ہے دو ایک دن کے بعد جب جی بانتین کہنیکو چاہیگا تب اُنکو خط لکھونگا - تم اگر ملو تو اُن سے کہدینا کہ بہائی قاسم علیخان کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا - حسنِ اتفاق کیا کئی دن ہوئے تھے جو مین نے ایک لاتی چُغہ اور ایک شالی رومال ڈہائی گز دلّال کو دیا تھا اور وہ اُسوقت روپیہ لیکر آیا تھا مین روپیہ لیکر اور خط پڑھکر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا - غالب - ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ع ٭

ایضاً صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے - مین راہ دیکھ رہا کہ تمہارا خط آئے تو جواب لکھون - کل تمہارا خط شام کو آیا - آج صبحکو جواب لکھا - بات یہ ہے کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین - مین غریب آدمی ہون مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے ہین تلف نہین ہوتے - بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہین ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا ہی نہین - شہر کا نام ہوتا ہے تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھکو آئے جانے اُنکی بلا کہ بلّی ماروں کا محلہ

کیا چیز ہے وہ تو بنسبت میرے بہت بڑے آدمی ہین۔ سینکڑون خط انگریزی ہر روز اُنکو آتے ہین
خلاصہ یہ کہ مین نے پھر اُنکی پاس آدمی بھیجا اور آپکا خط اپنے نام کا بھیجدیا۔ اُنہون نے میرے آدمی سے
کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین اُسکا جواب کیا لکھون۔ محلّے کا پتہ آپ بھی لکھ بھیجیے
سو مین پہلے امر واقعی تمکو لکھا کہ تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہون۔ اُنکے مکان کا پتہ بلیماروں کا
محلہ۔ پتھرون کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال کہ مین نے ایکبار سات روپے کی ہنڈوی بھیجکر بارہ جلدین اور
ایک ختری اُنسے منگوائی پھر اُنکو ۱۸ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین الگ اُنہین کے ہاتھون سے بھجوائین اور اُسکے بعد پھر اٹھارہ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین وہین سے سر حصّہ کو بھجوائین
غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مین بعد ہی پچاس جلد کے سولہ جلدین اُن سے لے چکا ہون مگر نقد ہرگز
ہرگز قرض مین نے نہین منگوائی ہین۔ ایکبار ہنڈوی اور دوبار ٹکٹ بھیج چکا ہون۔ تمکو میری جانکی
قسم سہل طور پر اُنکو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابین منگوائی ہین اور نقد منگوائی ہین یا نقد اور وہ جو
لکھین مجکو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۸۵۹ء۔ غالب ❊

ایضاً صاحب ہم تمھارے اخبار نویس ہین اور تمکو خبر دیتے ہین کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہین اُنکو
دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیون سے ملکر شاد ہوئے۔ تمہارا حال سُنکر مجکو رنج ہوا کیا کرون نہ
اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہون نہ اپنے عزیزان کی خبر لے سکتا ہون ؎ ہر آنچہ ساقیِ ما ریخت عین
الطاف است ❊ آج چوتھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ ناگاہ راجہ اُمید سنگھ
بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہان سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا ہون لبیاؤ
کی گلی مین جو چلیمون گلی کے قریب ہے جو رس صاحب کی کوٹھی اُنہون نے مول لی ہے اور اُسکے قریب
کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اُسکو بنوا رہے ہین۔ تمہارا مین نے ذکر کیا کہ ہر خط تمکو پہونچتے
ہین اور کہتے ہین کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہین آیا۔ بہر حال میرے پھوڑے نکل رہے ہین

ہین بازدید کو نہین گیا شاید وہ آج گئے ہون یا جاوین پھر اکبر آباد کو جائین گے مین آج آدمی انکے
پاس بھیجونگا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تمکو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہان
ہین اور کس طرح ہین بھائی انکو خط لکھون گا۔ محررۂ ۱۷ جون ۱۸۵۹ء ؁

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ
کتابونکا منگوانا بے ارسال قیمت منظور ہی چنانچہ حق التصنیف تمنے لکھا ہی بھائی مین کیا تمکو جھوٹ
لکھونگا او شیو نراین نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہین لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہین تمکو میرے سر کی قسم اور میری
جان کی قسم شیو نراین سے اتنا پوچھو کہ اس پچاس جلد کے بعد کی کتنی جلدین غالب نے او منگوائین او قیمت
بھیجکر منگوائین یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مین نے قسم لکھی ہے یون ہی عمل مین لانا۔ راجہ امید سنگھ
صاحب یہین ہین مجھ سے اب تو نہین ملاقات نہین ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہی کہ پہنچگیا
ہوگا اور جو یہ تم لکھا تھا کہ اگر دسون کا کوچہ نہ ملیگا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو وہ میرے
پاس نہین آیا صاحب تمکو وہم کیون ہے ایک میر نامور آدمی ہی اُسکے نام کیون نہ پہنچیگا۔ ؁

ایضاً اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے
تمنے اُن کو خط لکھنا کیون موقوف کیا ہے وہ مجکو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال
معلوم ہو تو مجکو ضرور لکھیئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء ؁

ایضاً کیون مرزا تفتہ تم بیوفا یا مین گنہگار۔ یہ بھی تو مجکو معلوم نہین کہ تم کہان ہو۔ ابھی ایک صاحب
میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول مین ہین اب مین حیران ہون
کہ خط کول بھیجون یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجون تو مسکن کا پتہ کیا لکھون۔ بہرحال سکندر آباد بھیجتا
ہون خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ مین نے ہرکارہ کو
راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہان بھجوایا۔ یقین ہی کہ پہنچگیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے

سُنتا ہُون کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہین مُجھسے مل کر نہین گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب بلا تحرير اور ضرور لکھو بھائی تم سیّاح آدمی ہو جہان جایا کرو مجکو لکھ بھیجا کرو کہ مَین وہان جاتا ہُون یا جہان جاؤ وہان سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تمکو کیون پسند ہے۔ محررۂ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۹ع۔ غالب

ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ۱۸۶۰ع ہنگام نیمروز۔ بھائی اسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہُون۔ زرِ سہ سالہ مجتمعہ ہزار دن کہاتے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہُون۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپے مجھے مد خرچ کے ملتے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات مین گئے ہے دو ہزار روپے۔ میر مختار کا ایک بنیا ہے اور مین اسکا قرضدار قدیم ہُون آج وہ دو ہزار لایا اُسنے اپنے پاس رکھ لئے اور مجھسے کہ میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اسکے سود کے ہوئے قرض متفرق کا اُسی سو حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔ اصل مین یعنی دو ہزار مین چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانسو سات روپے باقی کے تم لے لو مین کہتا ہُون متفرقات گیارہ سو چکا دیئے نو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے مجکو دے پرسون چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک نہین چکا۔ مین جلدی نہین کرتا دو ایک مہاجن بیچ مین ہین۔ ہفتہ بھر مین جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے جسدن برات سے پھر کر آؤ۔ اُسی دن مجکو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدّعا۔ غالب

ایضاً۔ نورِ نظر لختِ جگر مرزا تفتہ تمکو معلوم ہے کہ راے صاحب مکرم معظم راے اُمید سنگھ بہادر یہ رقعہ تمکو بھیجینگے۔ تم اُسی رقعہ کو دیکھتے ہی اُنکے پاس حاضر ہونا اور جبتک وہان ہین تب تک حاضر ہوا کرنا اور دستنبو کے باب مین جو اُنکا حکم ہو بجالانا۔ اُنکو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا پچاس جلد کی قیمت عنایت کرینگے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدین راے صاحب کے

پاس نذر بھیجدینا اور چالیسؔ جلدین بموجب اُنکے حکم کے میرے پاس ارسال کرتا اور وہ جو مین نے
پانچ جلد کے آرایش کے باب مین تمکو لکھا ہے اُسکا حال مجکو ضرور لکھنا - ہان صاحب ایک رباعی
میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھدینا - جہان
یہ فقرہ ہے - مے نے اختر بخت خسرو ربلندی بجاے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت ؎

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد	افسر افسار گزرن ارزن ارزد
خورشید ز اندیشۂ چادر گردش	بر چرخ نہ بینی کہ چنان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اِس فقرے کے آگے نشان بناکر اوپر کے حاشیہ پر رباعی
لکھدینا اور حاشیہ مین پر جہان اور معنی لکھے ہوئے ہین وہان رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے
لکھدینا - افسرؔ افسارؔ گزرنؔ بہر دو فتحہ - چادر گردشؔ - غالب نگاشتہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ء +

ایضاً میرزا تفتہ تمہارا خط آیا - فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اِن رانڈوں کے اظہار کو
منع نکرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہین ہے کہ مین اُنکو لکھتا - لکھتے ہو کہ میرزا جی کے دو چار روپے زائد صرف
ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے - حال یہ ہے کہ مین نے اُنسے استفسار کیا تھا اُنہون نے مجکو لکھا کہ کتابون کی
دُرستی مین وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہین محصول کی ایک رقم خفیف اگر مین نے اپنے پاس سے دی تو اسکا
کیا مضائقہ مجکو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ اُنکے دو تین روپے اٹھ گئے ہونگے - لالہ
گنگا پرشاد شادؔ تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہین مگر ریختہ کہتے ہین - کئی دن ہوئے کہ یہان آئے
اور بالمکند بے صبر کی غزلین اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالہ کردین - ہنری اسٹوارٹ رِیڈ صاحب
ممالک مغربی کے مدرسون کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے صاحب ہین - اِن کے دِنون ملیٹ
ایک ملاقات میری اُنکی ہوئی تھی - مین نے ایک ایک کتاب سادہ بے جلد اُن کو بھیجی تھی کل
انکا خط مجکو اُس کتاب کی رسید مین آیا بہت تعریف لکھتے تھے اور ہان بھی ایک تماشا اور ہے

۱؎ افسر تاج ۱۲ ۲؎ افسار - پوزی ۱۲ ۳؎ گزرن - تاج ۱۲ ۴؎ چادر گردش - خیمہ حال ۱۲

وہ مجھکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم
اوسکو دیکھ رہے ہیں اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اونکے اس لکھنے سے یہ معلوم
ہوا کہ مطبع مین سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہے کہ وہان بھی میرے بھیجنے سے پہلے
میرا کلام پہنچ جائیگا۔ مین چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہون اور نواب گورنر جنرل
کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹرون کی نذر یہ پارسل ان شاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائینگے۔
دیکھون چیف کمشنر لکھتے ہین اور گورنر کیا فرماتے ہین ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم + - شنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ع - غالب +

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسون تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تمسے پروا کیا ہے ایک فتوح کا منتظر ہون
انھین مین نے اپنے ضمیر مین تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنیکا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط
مع حصۂ فتوح جلد پہنچیگا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال با آنکہ مجھسے
ملاقات ظاہری نہین ہے مگر مین جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کیواسطے
بھیجتا تھا بعد اپنے مرنیکے مین نے اوسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس
بھیجا کرو۔ اب تمکو لکھتا ہون کہ تم میرے اس لکھنے کی اونکو اطلاع لکھو۔ مین زندہ ہون اور کسی
نمبر مین جو اپنے کو مردہ لکھتا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھتا ہے ورنہ زندہ ہون مردہ نہین
بیمار بھی نہین ہون ہان ناتوان مفلس قرضدار کانون کا بہرا قسمت کا بیبہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار - غالب

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوئے ہین مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے
ہی قصائد پڑے ہین۔ نوابصاحب کی غزلین بھی اسی طرح دھری ہوئی ہین برسات کا حال تمہین
بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہین ہے۔ کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔
جولائی سے مینہہ شروع ہوا شہر مین سینکڑون مکان گرے اور مینہہ کی نئی صورت

دن رات مین دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلین بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے
اُٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہین لیکن چھت چھلنی ہوگئی کہین لگن کہین چلمچی کہین اُگالدان
رکھدیا قلمدان کتابین اُٹھا کر توشہ خانہ کی کوٹھری مین رکھدیئے۔ مالک مرمت کیطرف متوجہ نہین
کشتی نوح مین تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے۔ نوابصاحب کی غزلین اور تمہارے
قصائد دیکھے جائینگے۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُنسے معلوم ہوئی
تھی میر قاسم علیصاحب مجھ سے نہین ملے۔ پرسون سے نواب مصطفٰے خانصاحب یہان آئے ہوئے
ہین ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہین رہینگے بیمار ہین۔ حکیم احسن اللہ خان معالج ہین فصد
ہوچکی ہے۔ جونکین لگ چکی ہین۔ اب مسہل کی فکر ہے سوا اسکے سبطرح خیر و عافیت ہے۔ مین ناتوان بہت
ہون گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا بتکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ
پڑا رہتا ہون لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون اللہ اللہ اللہ صبح جمعہ ۱۴ اکتوبر سنہ ۶۲ء

ایضاً پرسون تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلین دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام
ہوا تھا غزلونکو رکھدیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کرکے رہنے دون۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک مین بھیجدون۔
خط کچھ ضرور نہین مین اسی خیال مین تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اب مجکو ضرور ہوا
کہ خلاصہ اُسکا تم کو لکھون یہ قصہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کے نام
کا خط گزرا۔ راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے۔ جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا
سعد اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نئے اجنٹ کے استقبال
کو گئے ہین اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہین آتا۔ آگرہ اور گوالیار۔ کرولی ہوتا
ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ مین جے پور کا عمل نہین۔ پس چاہیئے کہ راول جی کے لوٹے پھر آوین
اُنکے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اسمین دیوان کی رسید بھی ہوگی بھائی جانی جی کو بہت

ڈھونڈھتے اور تمہارے بغیر بہت بیچین ہین۔ مین نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہون نہ اُنکو سمجھا سکتا ہون تم وہ کرو کہ جس مین سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہان یہہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دِن کے بعد منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ *

ایضاً بھائی پرسون شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔ تمہارے خط مین اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط مین جیپور کے اخبار۔ وہ دن سہ مجکو مرجع الصدر ہے اور مین بہت بیچین ہون ابھی اشعار کو دیکھہ نہین سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کواغذ تمکو بھیجتا ہون اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاوین گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ع

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎ جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب * ترا چہ باک خدائے کہ داشتی داری * خدا کے واسطے میری باب مین لوگون نے کیا خبر مشہور کی ہی بہ نسبت حکیم احسن اللہ خان کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہان مرزا الٰہی بخش جو شاہزادون مین ہین اُنکو حکم کراچی بندر جانیکا ہی اور وہ انکار کر رہے ہین دیکھیئے کیا حکم ہو حکیم جی کو اُنکی حویلیان ملگئی ہین اب وہ مع قبائل اُن مکانون مین جا رہے ہین اِتنا حکم اُنکو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائین۔ رہا مین ؎

تو بیکسی و غریبی تراکسے پرسد * نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر ۱۵ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہین پیدا ایام تنعم کا شاہد ابھی سے ہے اسکی کچھ فکر نہین ہے مگر تمکو میرے سر کی قسم یہ لکھہ بھیجو کہ میری خبر تمنے کیا سنی ہے مجھے اُسکے معلوم ہونیسے مزا ملیگا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ع *

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تمکو اور ایک خط جاگیر کی گانون کی تہنیت مین اپنے شفیق کو ڈاک مین بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو ضمیر الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا مین کتاب کو دیکھہ لیتا ہون مول نہین لیتا۔ قضارا جیب مین لے اسکو کھولا اُسی ورق مین یہ مطلع نکلا ؎

کف جوادِ ترا از برائے آن دارم	اگر بہ گنج گہر میلم او فتاو چہ باک

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجکو لکھنا ضرور ہوا آج تمہین دو خط بھیجے ہین ایک بوجہ محصول پوسٹ پیڈ
اور ایک بارہ پرتین نسخے بیرنگ اُس شعر کو اب جا ہونے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملی غیاث اللغات
کھلوائی جوار کا لغت دیکھا میرا ذکر نکیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہی دستنبو اور اُسکے چھاپے کا ذکر نہ کیا
البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونون باب مین کچھ فرماتے اور مجکو دُعا سلام کہدیتے۔ چونکہ تمنے اپنے خط مین
کچھ نہین لکھا اِس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہین کہا۔ اگر اُنہون نے کچھ نہین کہا تو اُنکا ستم اور
اگر اُنکا کہا ہوا تمنے نہین کہا تو تمہارا کرم۔ بہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجکو یاد دلایا ہی
یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت ٭ خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ یاد
رہی یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہین بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا
نام پاؤگے اور یہ بھی جانوگے کہ وہ تحریر تمھاری اِس تحریر سے سو برس پہلے کی ہی آخر روز دوشنبہ ۲۳ اگست

ایضاً جانِ من و جانانِ من۔ کل مین نے تمکو سکندرآباد مین سمجھکر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا
کہ تم اکبرآباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہی شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئیگا تو خیر۔ آج یہ خط تمکو
اکبرآباد بھیجتا ہون پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہے
ہمکو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعر اُٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھکر اُنکو
دیدینا اور اُسکا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو مین نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اُسکے رشتہ دار
کوئی صاحب ہین۔ مَن بھول اُنکا نام ہے مجھ سے ناآشنائے محض ہین اگر تعارف ہوتا استدعا
کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تمسے آشنائی ہوتی تو تمہین اوسیلہ برا ایک خط لکھکر اُنکو بھیجتے
کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض اور واجب الرحم ہے اِسکے حصول مطالب
مین سعی سے دریغ نہ کرنا ٭ می توان آورد استغنا سفارشنامہ ٭ چہرہ گنج روپیہ

اگر دانیم کز یاران کیست ۔ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق مین لکھ چکا ہون
تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور ۔ شنبہ ۱۱ مارچ ۱۸۵۸ء - جواب طلب ۔

ایضاً میرے مہربان میری جان ۔ میرزا تفتہ سخندان ۔ تمہارا اسکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے پاس
پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا ۔ زندہ رہو ۔ اور خوش رہو ۔ مین شعر کی داد اور نظم کا صلا مانگنے نہین آیا
بھیک مانگنے آیا ہون روٹی اپنی گرہ کی نہین کھاتا ۔ سرکار سے ملتی ہے ۔ وقت خوش میری قسمت اور
منعم کی ہمت ۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہین ۔ خزانہ
فیض کے تحویلدار ہین ۔ جو شخص قبر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اسکے بٹنے مین دیر نہین لگتی ۔ ایک لاکھ
کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس
ہزار روپیہ نقد دیا ۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے
منشی صاحب کی کچھ عطیہ بتقریب شادی جیسہ تجویز ہو رہا ہے مقدار ابھی نہین کھلی ۔ بھائی مصطفے خان
صاحب بتقریب تہنیت مسندنشینی و شمول جشن آنیوالے ہین اسوقت نہین آئے ۔ جشن یکم دسمبر سے شروع
۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔ نجات کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۲۹ نومبر ۱۸۶۵ء وقت چاشت ۔

ایضاً میرزا تفتہ جو کچھ تمنے لکھا یہ پیار کی ہے اور بدگمانی معاذ اللہ تم سے اور آزردگی ۔ مجکو یہ ناز
ہے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے
تم ایسی کونسی بات لکھو گے کہ موجب ملال ہو ۔ رہا غماز کا کہنا اسکا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک
تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا ۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری برائی کہتا تو مین اسکو
جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا ۔ بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین ہے برسات کی مصیبت گزر گئی
لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی ۔ تمام دن پڑا رہتا ہون بیٹھ نہین سکتا ۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون
معہذا یہ بھی ہے کہ اب تمہاری مشق پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے نہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤنگا ۔

اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہین بکار آمد نہین خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین
بات صحیح ہوئین - میری کاہلی - تمھارے کلام کا محتاج باصلاح نہونا - کسی قصیدے کسی طرح کے نقص کا
تصور نہونا - نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے - لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہے کہ اُسکو بہت دن
ہوئے آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا نواب صاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین ۵

ضعف نے غالب نکما کر دیا　　　ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا - آج اس وقت کہ سورج بلند نہین ہوا اُسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی کے
ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا - غالب - ۲۷ نومبر ۱۸۶۲ع - + -

ایضاً منشی صاحب مین سال گزشتہ بیمار تھا - بیماری مین خدمت احباب سے مقصر نہین رہا اب
مُردہ ہون مُردہ کچھ کام نہین کرسکتا کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہے مگر ڈپٹی کلکٹر
شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے مین ایکبار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملون تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے -
ذکر دور صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ گئے - انکی جگہ ٹیلین صاحب مقرر ہوئے
اُنسے ناچار ملنا پڑا - وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی مین لکھتے ہین مجھ سے بھی اُنہون نے مدد چاہی
مین نے سات کتابین بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لیکر اُنکے پاس بھیجدین پھر اُنہون نے
مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُنکا حال لکھ بھیج مین نے ۱۲ آدمی لکھ بھیجے بقید
اسکے کہ اب زندہ موجود ہین اور اس سواد کی صورت یہ ہے کہ نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب
بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے ہین فارسی مین نیّر اور اردو مین
رخشان تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد - نواب مصطفی خان بہادر علاقہ دار
جہانگیر آباد اُردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتے ہین اُردو مین مومن خان
کو اپنا کلام دکھاتے تھے - منشی ہرگوپال معزز قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہین

تفتہ تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد۔ خلاصہ بعد اس فہرست کے بھیجنے کے انہون نے کچھ اپنے
منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجکو یہ حال کچھ اطلاع نہین تمہارے خط کی رو سے مین نے
اطلاع پائی اب مین مولوی مظہر الحق انکے منشی کو بلواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی
زبان مین لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اسکے استاد
کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام مع تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہوجائے ورنہ
بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہین ہے۔ ٹیکن صاحب اب عدالت خفیفہ
کے جج ہوگئے۔ ڈگروو صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگے ٹیکن صاحب شہر
سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ معہذا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہان تک جانا
دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر مین نہین۔ بہرحال مولوی مظہر الحق پرسون پنجشنبہ
کے دن میرے پاس آئینگے۔ حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا۔
تو ضرور جاؤنگا۔ غالب۔ روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۸۶۲ع ✽

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی
خدمت مین لکھکر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک مین ڈالکر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا
اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کرون خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی
عنایت کا شکر بجا لاتا ہون یقین ہے کہ جلد مین میری خاطر خواہ بنجائینگی کسواسطے کہ جو آجکے خط مین
انہون نے لکھا ہے وہ بعینہ میر المکنون ضمیر ہے خدا انکو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے انکے خط
کا جواب کل پرسون بھیجونگا۔ رای امید سنگھ بہادر خوبان روزگار مین سے ہین فقیر کا سلام نیاز
انکو کہدینا۔ خدا کرے انکے سامنے کتابین چھپ چکین بارے جب وہ گوالیار تشریف لیجائین
تو مجھکو اطلاع لکھنا۔ نہیب کیجگہ نواب بنجانے سے خاطر جمع ہوگئی۔ بھائی مین فارسی کا

محقق ہون - کاتب اُن اجزا کا جنکی رُوسی کاپی لکھی جاتی ہی فارسی کا عالم ہے علم اُسکا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہی تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے ہو نہ کہ فرہنگون مین دیکھا جائے آگے اس سے تم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہون اب صرف اس کا اشارہ لکھنا منظور تھا آج جسطرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا - لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا - مگر اسوقت تک نہین پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہی خیر پہنچ جائے گا - مین نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجدیا تھا اُنہون نے تمہاری رائے منظور کی اب تم وہ اجناس جس طرح کہ تمنے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجئے اور اپنے نام اور مسکن سے اُن کو اطلاع دیجیئے - بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ بھیجدین گے - ہم تم واسطے شناسائی ہمدگر ہو گئے - ہان اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے مین دیر ہوگی تو مین کہکر بھجوا دونگا - یہ البتہ میرا ذمہ ہے ✤ -

ایضاً مُشفق میرے کرمفرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے - شاید میرے دکھانے کیواسطے بھیجے گئے ہین اور نہ رسم تو یُون ہی کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہین اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہی اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا بھی چھاپا بطرح کا غرضکہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُسن خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے - واللہ بے مبالغہ کہتا ہون کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب بدل متوجہ ہون - تو اگر احیاناً اصل نسخہ مین سہو کاتب سی غلطی واقع ہوئی تو اُسکو بھی صحیح کردین گے تم میری طرف سے اُنکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے جُبل بھی مطبوع ہے - پہلے صفحہ کی صُورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہی تو دلپسند اور نظر فریب ہو گی - کاغذ کے باب مین یہہ عرض ہے کہ فرنج کا کاغذ اچھا ہے - چھہ

جلدیں جو نذر کے کام ہیں وہ اس کاغذ پر ہوں اور باقی چاہو شیورام پوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو
اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانیوالی ہیں وہ اس کاغذ پر چھاپی جاویں اور باقی شیورام پوری پر یا
نیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ انکی نذر کی کتابیں اچھے کاغذ پر نہ ہوں مگر
جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیورام پوری ہوں۔
باقی جلدوں میں تمہیں اختیار ہے۔ ہاں صاحب اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور درخشندہ ہو
اور آخر تک رنگ نہ بدلے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ کتابوں کی
کچھ تزئین اور آرایش کی فکر کریں معلوم نہیں تم تک وہ پیام انکو پہنچا یا نہیں آپ اور منشی عبداللطیف
اور میرزا حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ ان چھ نسخوں
کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوا دینا اور اسکا روپیہ تیاری سے پہلے
مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ مہر را در یک قدم بنوید پدید آورد اگر در قدم دیگر بنہیب سیاش ہم زند الخ
اس میں نہیب کا لفظ کچھ میری سہل انگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے رہ گیا ہے اسکو تیز چاکو
سے چھیل کر بنواے لکھ دینا یعنے بنواے سیاش ہم زند ضرور ضرور اور اسکا انتظار
نہ کیجیو کہ جب یہاں چھاپا آئیگا تو بتا دینگے نہ اصل کتاب میں غلط ہے نہ چھاپے میں غلط ہو
اگر اجزاے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو یا بھائی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ
دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا۔ از غالب روز سہ شنبہ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً جیتے رہو اور خوش رہو صاحب۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی زیادہ خوشی کا
سبب یہ ہے کہ تمہاری تحریر کو تقریر کا پرواز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان وغیرہ میں پہلے
سے جانتا ہوں۔ بنگھ گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے شفقتا
سے میرے رجب علی بیگ سرور نے جو فسانہ عجائب لکھا ہے آغاز داستان کا شعر آپ مجھکو بہت مزا دیتا ہے

یادگارِ زمانہ ہین ہم لوگ   یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کیواسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر مین لڑکے کی پیدا ہونیکی خبر مجکو بھی ہو چکی ہی اور تہنیت مین بھائی کو خط لکھ چکا ہون اب جو اُن سے ملو تو میرا سلام کہکر اس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب کانپور سے معاودت فرماوین مجکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے یہان پہلو وہان بستر یہان دو شنبہ ۴ جون روز ورود نامۂ غالب ✤

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا اصلاح کے جزو نکی رسید معلوم ہوئی مقطع اب اچھا ہو گیا ہے۔ وہ کل جمعہ کے دن ۹ نومبر کو سات کتابونکا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہین جو تعریف کرون شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہین لکھنؤ اور کہان یہ تیاری مین صرف ہوا ہو اچھا پھر بھائی اسکا حال جو تمکو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے مین ہماری خوشی نہین ہے لڑکونکی ضد نہ کرو اور اگر تمہاری اسی مین خوشی ہے تو صاحب مجھسے نہ پوچھو تمکو اختیار ہے یہ امر میرے خلاف رای ہے میرا پادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تمکو لکھ چکا ہون اب تمہارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمہارے اور امراؤ سنگہ کے آشنا ہین۔ کچھ اُنکے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تاکہ مین جانون کہ کس گروہ مین سے ہین میان دو راست دروغ بگردن راوی نے مجکو بہت پریشان کیا ہی اسواسطے خدا کیلئے جو راوی نے روایت کی ہے وہ مجکو صرف لکھو اور تاج گنج کے رہنے والونکی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عفو تقصیر عام ہو گیا ہی لوگ لوٹے آتے جاتے ہین اور آلاتِ حرب ہیکار دیکر توقیع آزادی پاتے ہین یہ وہ شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محررہ صبح سہ شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع غالب ✤

ایضاً بھائی وہ خط پہلا تمکو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی۔ قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا

اسوقت تو بیچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہون میری غذا تم جانتی ہو کہ تندرستی مین کیا ہے
دن دن مین دوبار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دن دن مین ایکبار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا
پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آئی ہے
آج صبح کو بعد دوا پینے کے تمکو یہ خط لکھا ہے یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکون صاحب
وہ جو مین نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھ کر تمکو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ
کو دیدو کسواسطے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو
کہ کچھ اوپر اسی شعر مین سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا اسکا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب سست گریبان
تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُس مین سے کیونکر لیئے جاتے اشعار سب میرے پسند
بے سقم بے عیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن میز نم اور اسکا دوسرا مصرعہ مین بھول
گیا ہون مگر قافیہ مین مَن ہے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک کہ تم نے
نہین لکھا میرے خیال مین بھی یہ بات نہ تھی بہرحال بات وہی ہے جو مین اوپر لکھ آیا ہون بارے
اب کہیئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خانصاحب روزون کے متوالے ہوش
مین آئے یا نہین آئے۔ آج ۱۰ شوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے
اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شتابی
مجکو خط لکھین۔ غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ مئی ۱۸۵۸ع

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط آنیکے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ
دو دن کول مین رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہان سے تمنے خط لکھا ہے دیکھیئے آپ یہان
کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسون برخوردار شیو نراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے کہ
کتابونکی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائین۔ مرزا تفتہ بھی ایک ہفتہ

بتاتے ہیں دیکھیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ ہاں صاحب منشی جیالکند بیصبر کے ایک خط کا جواب ہمپر فرض ہے میں کیا کروں اُس خطمیں اُنھوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میر اسلام کہدینا اور مطبع آگرہ سے کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کرہی لوگے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء

ایضًا یکشنبہ سوم ذی قعدہ و پنجم جون سال حال صاحب صبح تمہارا خط صبحکو آیا میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سے دل کڑھا۔ حق تعالیٰ تمکو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جسمیں حکایت طالبعلم اور سنار کی تھی واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے مع فلٹ اکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہیں رسید ملے تو اُسکو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے ایسا جانتا ہوں کہ ہاں سات دن ہوئے ہونگے۔ منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا گھر اُونکا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیو نراین کے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو رائے اُمید سنگہ سے خط کی اُمید کیوں رکھتے ہو جب آگرہ جاؤگے اور وہ وہاں ہونگے تو ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقف نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روے قیاس کہہ سکتا ہوں کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہیں ہیں اُن کا کوئی خط مجکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضًا لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلاے کپڑے پھلاے گھر کو آئے۔ ۸ رجنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کے دن غضب الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط معہ مضامین دردناک سے بھرا ہوا رامپور میں مَیں نے پایا جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد میں پہنچکر بیمار ہوگیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنھوں نے بیمار داری اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے ہو پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جسکو اُتار کر پھینک دوگے ترک لباس سے قید ہستی چھوٹ نہ جائیگی بغیر کھائے پیے گزارہ نہ ہوگا خستگی و شستی رنج و آرام کو ہموار کرو جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت

گزرنے دو۔ سہ تا پائے ہی بنے گی غالب + واقعہ سخت ہے اور جان عزیز + اس خط کی رسید کا طالب غالب۔ **ایضاً** سہ میرزا تفتہ کو پیوستہ بدل جا دارد + ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش + صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر منتظر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہو کہ حضرت ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی مشقت کی طاقت نہیں رہی۔ معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہونچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اسکی ضرور مجکو بھیجا کرو۔ **ایضاً** سہ شنبہ۔ ۳ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل شعار کا ایک آنہ ٹکٹ لگا کر اوراس پر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیجدیا ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق میں ڈال ورنہ خوانده خدمتگار آدمی اسکا حکم بجالایا۔ اور اسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دست آویز معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکیئے تم سے خط کا محصول مانگیں تو تم اس جملے کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خان کے گھر کے نزدیک عطار بھی پاس ہے ابھی قریب ہائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رامپور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رامپور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس لکھنے کی وجہ تمکو لکھ سکتا ہوں اگر ریل میں بیٹھکر آجاؤ گے تو زبانی کہدونگا غالب۔ + **ایضاً** منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعا سے درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کو سکندرآباد تا نونگویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجا مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے رار بہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور

صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میر اسلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفافہ ابھی تک نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ و جمعہ کو پہنچ جاتا مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹمپلٹن صاحب کہاں ٹمپلٹن صاحب پنجشنبہ کے دن ۹ ا جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں میں اپنی ناتوانی کے سبب اُنکی ملاقات تو دیع کو نہیں گیا الور کے کھاٹ پر نوکر ہیں ۔۵۵ مشاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء ۔ + ایضاً۔ نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تمکو خوش اور تندرست رکھے نہ دوست بخیل نہ میں کاذب۔ مگر بقول میر تقی ؎ اتفاقات ہیں زمانہ کے + بہر حال کچھ تدبیر کی جائیگی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئیگی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ؎

یا کرم خود نماند در عالم	یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

اغنیا سے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل لکھا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء ۔ +

ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف اُن تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ ۔۵۵ کا باقتضاے حالات زمانہ سست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا دیر آید درست آید ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو ؎

در نومیدی بسے اُمید است	پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجھکو سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار و خلعت بند کر گئے ہیں ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملینگے کل اُنھوں نے مجھکو بلا بھیجا

بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلّی میں دربار نہ کرینگے میرٹھ ہوتے ہوئے اور
میرٹھ میں اُن اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگذاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائینگے دلّی کے
لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہوکر خلعتِ معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا لکھوں کہ کیا میرے
دل پر گذری گویا مردہ جی اُٹھا مگر ساتھ اس مسرّت کے یہ بھی سنّاٹا گذرا کہ سامان سفر انبالہ
و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرّہ یہ کہ نذرِ معمولی میری قصیدہ ہے۔ اُدھر قصیدہ کی فکر۔
اُدھر روپیہ کی تدبیر۔ حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کام دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان
میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا لیکن ان دونوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تمہیں
اطلاعاً لکھی ہیں کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھکر بھیجدی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھونگا۔ روز چہار شنبہ
۳ / رمضان ۴ / فروری + ایضاً۔ بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپیہ کا ذکر یا پنشن دار قرار دیا ہے
یہ دس بیس روپیہ مہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمہاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر احیاناً تم کبھی
دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہرحال خوش رہو اور متفکر نہ ہو پانچ روپیہ
مہینا پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہوگیا تا اداے زر ابتدائے جون ۱۸۵۳ع یعنی ماہ آیندہ سے
یہ قسط جاری ہوگی۔ بابو صاحب کا خط تمہارے نام کا پہونچا عجب تماشا ہے وہ رنگ کے ہونیسے خجل
ہوتے ہیں الٹے ہیں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہاے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل راجہ
صاحب کے مرنے کی خبر سنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر آبنتی تو بھی اُنکو نہ لکھتا جےپور
سے آئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی اسوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے
خدا کرے وہ آبو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کردیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائینگے اور روپیہ
پہنچنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زر مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مجرا لیں میری کمال خوشی ہے
اور یہ ہو تو عہ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا ایک خط ہاتھرس سے آیا تھا

کل اُس کا جواب ہاترس کو روانہ ہوچکا۔ والدعا۔ از اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۵۳ء۔

ایضاً کل تمہارا خط آیا۔ راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو اس بلا میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذاً باللہ۔ اب میں تم کو کیوں کر کہوں کہ بے حرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سچے کہیے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر۔ بہرحال دوست کی دوستی سے کام اسکے افعال سے کیا غرض۔ جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بدستور بلکہ روزافزون رہے۔ ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دراں ملال باشد — ہجران بہ ازاں وصال باشد

آمدم برسر مدعا۔ تمہاری رائے ہمکو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا۔ نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ مجھے تو اس موقع میں سوائے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا ہوں کچھ بن نہیں آتی ؎

ببینیم کہ تا کردگار جہاں — دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر درپیش آیا ہے ہَو سنا کا نہ ادھر متوجہ ہوا ہوں بوڑھا ہوگیا ہوں بہرا ہوگیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا۔ پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہوگیا ہوں اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا مگر ہاں اُستاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اُٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو وہاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہال دوستی کے بر دہد — حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیگا پھر اُسکے جزودان کی تیاری کرکے روانہ کروں گا ابھی گول میں آرام کرو اپنے بچّوں میں اپنا دل بہلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو۔ دیکھو اس خودداری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں و السلام۔ اسد اللہ
جمعہ دہم دسمبر ۱۸۵۲ء۔

+ **ایضاً** صبح دوشنبہ پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سالِ حال میرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذِ اشعار آیا۔ آج تمکو یہ خط لکھتا ہوں اور اسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہوں کاغذ اشعار کل [illegible] فن تاریخ کو دُوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے اداے حق محبت ہوتا ہے بہرحال میں نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھکر بھیجا منشی قمرالدین خانصاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خلق — داشت مذاقِ سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پئے یادگار — با دلِ زار و مژۂ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر — گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیساکہ یہ مصرعہ ہے ؎ در سال غرس ہر آنکہ ماند بہبد + انوری کے قصائد کو دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنے کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب اداے حقِ موۃت ہے تو میں حقِ دوستی ادا کرچکا۔ زیادہ کیا لکھوں داد کا طالب غالب +

ایضاً کیوں مہاراج گول میں آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہمکو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجکو

لپنے آنیکی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ مین کیونکر آیا ہوں اور کبتک یہان ہونگا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب کہان جائینگے
خیر اب جو مین نے بیحیائی کرکے تمکو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجھکو ساری اپنی
حقیقت لکھو۔ تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہین اور اصلاح
پا چکی ہیں اب مین حیران ہون کہ کہاں بھیجوں ہرچند انھون نے لکھا ہے کہ اکبرآباد ہاشم علیخان کو
بھیجدو لیکن مین نہ بھیجونگا جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچکر مجھکو خط لکھینگے تو مین انکو وہ اوراق ارسال کرونگا
یا تم جو لکھوگے اسپر عمل کرونگا۔ بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہمکو دو چار سطرین لکھ بھیجو کہ ہمارا بھی
دھیان تم ہیں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۸۵۲ء **ایضاً** صاحب تمہاری سعادتمندی
ہزار ہزار آفرین تمکو یوں ہی چاہیے تھا لیکن بیٹے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی جیساکہ عربی مین لیتنی
اور فارسی مین کاشکے۔ اب تم روداد سنو عرضی میری مسٹر جان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری اسپر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی مع
کاغذ بیمہ سائل بھیجدیے جاویں اور یہ لکھا جائے کہ مسٹر فنٹ صاحب کمشنر دہلی کو پیش کرو اب سر رشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق
دستور کے خط لکھتا یہ نہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی [illegible] آگئی ہین مین نے خط صاحب کمشنر چارلس سانڈرس کو
لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی انھیں ملفوف کرکے بھیجدی صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس
یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہان آیا ہے ابھی صاحب
کلکٹر نے تعمیل اس حکم کی نہین کی پرسون تو ان کے ہان یہ روبکاری آئی ہے دیکھیے کچھ مجھ سے
پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں رہا ہے جو اس کو دیکھینگے۔ بہرحال یہ خدا کا
شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد مین پایا نہین گیا اور مین حکام کے نزدیک
یہان تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب
جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمر الدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالی انکو
زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور ان کے

بچوں کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھوا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی
کرے وہ عزت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی ملجائے تو غنیمت ہے،
گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی اور کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے
خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے
کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجدی خیر سے ہرچہ از دوست میرسد نیکوست
سنو میر راتفتہ اب میں جو اپنا حال تمکو لکھا کروں اور تم میرے بھائی کو اور مولوی قمر الدین خان کو دکھا دیا
کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ع۔ ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے بھی زبدۃ الاخبار میں
دیکھا کہ رانی صاحب مر گئیں۔ کل ایک دوست کا خط اکبرآباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔
ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی بیجناتھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ
اس دوست کی تحریر ہے۔ ظاہرا اس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اس
دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اسکو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے
کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب جے پور کا مقدمہ ایسا لائق اسکے نہیں ہے
کہ اسکا خیال کریں ایک بنا ڈالی تھی وہ نہ اٹھی راجہ لڑکا ہے اور پچھو را ہے راول جی اور سعد اللہ خان بخشی رہتے
تو کوئی صورت نکل آتی اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ نیز سے دیوان کو بڑا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ
از روے تحریر منشی ہردیو سنگھ کہتے ہیں آنکا بیان کیونکر دلنشین ہو وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کے واسطے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا پھاگن چیت۔ بیساکھ نہیں معلوم
ہولی کس مہینے میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو مجھکو دو ہنڈویاں
بھیجی ہیں سو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین میکش کے واسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور
صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجھکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈویاں سو سو روپیہ کی

بعد چار چار یا پانچ پانچ مہینے کی آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپیوں کے چار سو اور اُس کے علاوہ تین
اور یہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اِسکا حساب کرو۔ صاحب کی عمر پر جو آئے اگر وہ دو برس کے ہیں
تو دو برس ہیں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس ہیں۔ ہاں صاحب یہ بھی میر قاسم علی صاحب ہیں جو
میرے پُرانے دوست ہیں پرسوں یا اترسوں جو ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا تھا وہ ایک خط
میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں انکا میرے مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر
رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم انکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے وسیلے نہیں تو
اس خط کے واسطے آپ دلی آئیے۔ غالب۔

ایضاً عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا اگر مجھ
مصارف کی بابت اُنیس روپیہ کئی آنے اُس ہنڈوی میں محسوب ہو گئے ہیں سو اپنے پاس سے
ملا کر پوری پانسو کی ہنڈوی مجھکو بھیجتا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ میں مجرا دونگا
تکلیف نہ کرو صاحب یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی
جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آجتک ہنڈوی نہیں آئی۔ میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی یہ ہے اس روپیہ
کے بھروسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تقاضا
کرتے ہیں اور میں آجکل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑوں
کام اپنے فکر میں ہونگے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپیہ کی کونسی ایسی بات ہے اگر مصارف ہردیو سنگھ
میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ اُنتیس اور چھبیس۔ پچپن روپے نکال ڈالیں وہ باقی ارسال کریں
خط تمکو جو میں نے بھیجا تھا وہ بھی ابھی نہیں آیا باینہمہ یہ کیسی بات ہے کہ میں بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں
ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرتپور آئے ہیں اجمیر آئینگے تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے اچار کثرت ہر نہانا ہے
عاجز آکر آج تمکو لکھتا ہے تم اسکا جواب مجھکو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے زیادہ زیادہ

ایضاً میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی سب یوں ہی دھرے رہینگے اگرچہ
گرمی رفع ہو گئی۔ مینہ برسنے لگا ہے ہوائے سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ
کا قصیدہ رسا اور شب برات کا قصیدہ ناتمام لگے سے کہہ رکھا تھا اسکا خاتمہ بہزار مشقت رمضان میں
کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں یا اترسوں بھیجونگا انسے
لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے انکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھ لیں اور چاہیں تو
نقل لے لیں اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ

ایضاً کیوں صاحب اسکا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپکی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب ہی
آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایکبار منشی شیو نراین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا
کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس لئے میں یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ
چھاپا جاتا تھا۔ اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بننی شروع ہو گئی ہونگی تم ہی سمجھے میں تمہارے اور
بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنیکو تمہارا اور انکا آنا سمجھتا ہوں
تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور
وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں
صحافوں کو دیدیں۔ میں اب ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں۔ دسہرے میں ایک دو دن کی
تعطیل مقرر ہوئی ہو گی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی
کچھ حال قمر الدین صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں انکا آگرہ کا آنا لکھا تھا پھر
وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خانصاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اپنی فکر
میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر متعین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ تم
نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گانوں جاگیر میں ملا ہے مولوی قمر الدین

صاحب اُسکے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اُسکا ظہور کیوں نہیں ہوا آپ ان سب باتوں کا جواب لکھیے
جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئیے اور یہ پیام کہئیے کہ کتاب کا حسن کانوں سے سُنا دل کو دیکھنے کی زیادہ یقین آیا
مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق
آنکھوں کو کب تک ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئیے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھکو جلدی نہیں ہے
آپکی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جاوے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔
جناب منشی شیو نراین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیے گا۔ اور یہ کہئیے گا کہ آپکا خط پہنچا
چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور سوا اسکے کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ
نگاشتہ و روان داشتہ صبح شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ع۔ راقم غالب

ایضًا صاحب عجب تماشا ہے تمھارے کہنے سے منشی شیو نراین صاحب کو خط لکھا تھا
سو کل اُنکا خط آیا اور اُنھوں نے دستنبو کی رسید لکھی ڈاک کا ہرکارہ تو اُن کے پاس نہ ہوگا
آخر تمھیں نے بھیجا ہوگا یہ کیا کہ تمنے مجکو اُسکی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا اگر یہ گمان کیا
جائے کہ تمنے رائے اُمید سنگہ کی ملاقات ہو لینے کا خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہوگی
تو جیسی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب مطبع میں حوالے کر دی آپ اسکی زینت و تصحیح سے کچھ غرض
نہیں پس اگر یوں ہی ہے تو میں انطباع سے درگزرا سینکڑوں مطالب مقاصد رہجائینگے رہ رہ کے
اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اُس کتاب دستنبو کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا
بے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھسے خفا ہو گئے ہو۔ خدا کے واسطے خفگی کی وجہ لکھو مجکو میں نے یہ خط روانہ کیا
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمھاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائیگا
اور سبب جو معلوم نہیں ہے [illegible] میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔ خدا کے واسطے جلد لکھو
اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائے امید سنگہ سے بھی نہ ملے ہوگے [illegible]

ہم اُسنے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ وَستنبو تمکو اچھی طرح پڑھا وینگے اگرچہ ایسے حال میں کہ
تمکو پتہ الگ ہونے اور پہلو تہی کرنیکا گمان گزرا ہی کوئی مطلب تمکو لکھنا نہ چاہیئے مگر ضرورت کو کیا
کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہے مرزا نوشہ صاحب غالب اللہ غور کرو کہ یہ کتنا
بے جوڑ جملہ ہے - ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحۂ اوّل کتاب پر بھی نہ لکھدیں - آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ
یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں پہنچی جو وہ میرا نام لکھدیتے آپنے بھی اُنکو میرا نام نہیں بتایا
صرف اپنی نفرت عُرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلّی کے حکّام کو تو عُرف معلوم ہی
کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزراء کی محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس نالائق عُرف کو نہیں جانتا
پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھدیا تو میں غارت ہو گیا کھویا گیا - میری محنت
رائگاں گئی گویا کتاب کسی اَور کی ہو گئی - لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام
مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں - بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ - غالب -

ایضاً بھائی صاحب ۳۰ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نراین کی کل جمعہ کی ۱۲ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی
اور خط کا حُسن دیکھکر میرے ارزوی یقین جانا کہ طلائی کام پر گیا ہیں طلائی دوسن بہشت پہنچائینگی حوریں دیکھکر شرمائینگی
یہ تو سب خوب ہے مگر یہ پیچیدہ مجھکو اُنکا دیکھنا کیونکر میسر ہو آپ یہ گمان تامل کا گزرے تو کیونکہ وہاں صحاف
جلد کے بنانیکی نسبت یہی میرے حق کا جلا دو نہ پہنچا ہی یعنی مدت مناسب ہے ورنہ لگاؤ اور ہاں حضرت مجھکو پہنچنے کی اطلاع
وقت کر لیجئے گا کہ وہ پارسل آشوب سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے مجھکو وہ ایک ایک مجلد
اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے - یا الٰہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیری حفظ و اماں میں مجھ تک
پہنچ جائے اور یہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیئے اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج اتنے کتابوں کا
پارسل روانہ کیا ہے ~ یارب این آرزوئے من چہ خوش است * تو بدین آرزو مرا برسان

مرسلہ سہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ عیسوی -

ایضاً رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف ۔ آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے ۔

بندہ پرور پہلے تمکو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا
اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھکو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا
سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا ع

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ۔		اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمھارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہونچا سنو صاحب جس شخص کو
جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اسمیں بے تکلف عمر بسر کرے اسکا نام عیش ہے تمھاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن
تمھاری شرافت نفس و حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمھاری سخن گستری ہے اسکی شہرت میں میری بھی
نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں
اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل الٹنے لگتا ہے
تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے ع

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب		ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ پڑھکر چپ ہو جاتا ہوں ع اے مرگ ناگہاں تجھے
کیا انتظار ہے ۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجھکو ہے اسکا
بیان تو معلوم مگر اس بیان کیطرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے
اسمیں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ۔
ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ۔ ایک عزیز کا ماتم
کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو ۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں
مرونگا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر معاف - میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا - عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں اپنا اہل میرو دبیر جنگ - یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا - میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا - جی گھبرا رہا ہے جب تک اسکا جواب پاؤنگا آرام نہ آئیگا - برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین بہادر کی زبانی آپکی مزاج مبارک کی خیر و عافیت سہی مگر وہ جو تحریر متخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہاں حضرت آپکو خدا یصا اللہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھکو اس جملہ کی معنی لکھ بھیجئے زیادہ حد ادب عفو جرم کا طالب غالب

ایضاً در پرستش سستم و در کامجوئی استوار * پادشہ را بندۂ کم خدمت پرخوار ہست *

حضرت پیر و مرشد برحق - روزافزونی کاہش یاس اس حد کو پہنچی ہے کہ تقسیم جزو لا یتجزی محال ہے آگے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا - کل عنایت نامہ آیا آپ رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجھکو با وصف استیلائے نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں ڈاکئے اب ڈاکو ہوگئے ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہوگیا ہو تو کچھ بعید نہیں - متوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھنا چاہیے میں مجرم نہ ٹھیروں - زیادہ حد ادب نجات کا طالب غالب - روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۳ء *

ایضاً ۔ تم سلامت رہو ہزار برس * ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار * آج منگل ۲ جون ۱۸۶۶ء ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا - سرنامہ دیکھکر سفیدۂ صبح مراد سمجھا - ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھکر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا - اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیونکر اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا

لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان کو اس لفافہ
کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بتابع
یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے
تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجوں گا۔ زیادہ حد ادب۔

بنام سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے
کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔
زمانہ ان دنوں میں اُن سے بسر امتحان ہے پروردگار اُنکو سلامت رکھے اور صبر و
شکیب عطا کرے۔ علاقہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت
ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ
جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سررشتہ خدا کے ہاتھ ہے
آدمی کیا کرے دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے ہاں بحسب ظاہر تعزیت نامہ
لکھنا چاہیئے حیران ہوں اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے جب بھرت پور
آجائیں تو آپ اُنکی آنیکی اطلاع دیجیئگا کچھ لکھ بھیجونگا۔ نواب علی نقی خانصاحب کے خط کے جواب میں
جو آپنے لکھا تھا وہ مجکو یاد رہیگا جب نواب صاحب آجائینگے میں اُنکو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلیں
مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چار لکھی تھیں
مسودہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خانصاحب پاس۔ میرے پاس کہاں آدمی
یہاں اتنا تعطل نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اتروا کر بھیجدوں۔ سید محمد صاحب کو اور انکے دلو بند کو
میری دعا پہنچے۔ اسد اللہ کا نشتہ چہارشنبہ ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۸ ہجری۔ ۲۳ جنوری سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً مخدوم مکرم جناب حقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپنے مجھکو یاد نہیں کیا اور مجھکو کچھ آپکا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں انکا بھی کچھ حال مجھکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علیگڈہ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں بہر حال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالیخاندان ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے مولانا صاحب یعنی نواب محمد میر خاں مغفور کے بڑے دوست ہیں آپ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکریں اور راج کا حال سب انپر ظاہر کریں اور راجہ ہاں کی سرکار سے انکو ملوا دیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوایئے تو یہ میرا خط جو آپکے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے کیا خوب ہو کہ اُس سرکار میں نوکر ہو جائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راجہ سے انکی رخصت باآئین شائستہ عمل میں آوے نواب اسد خاں عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر انکا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو از روئے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی اور خود فرخ سیر پر کیا گذری قصہ کوتاہ انکی تقریب میں جو راج آپ صرف کرینگے اور جسقدر آپ انکی بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ اسد اللہ

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالیخاندان سعادت و اقبال توامان مجھکو اپنی یاد سے غافل و سید احمد کی خدمتگاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت متعددہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں اور انکا بھائی باہم موافق رہینگے تو کوئی صورت نکل آئیگی صاف و ناطق سیم و زر روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ کچھ نہیں رہا جاداد سو سید کی اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی مگر اُسکا تقسیم ہو جائیگا میں سمجھا وہ اور سمجھاؤں کیا کئی دن ہوئے کہ میں مرزا صاحب کی ہاں گیا تھا وہاں

میاں بھی بیٹھا تھا ہم اُن دونوں صاحبوں میں کچھ باتیں ہورہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ
تھے قضا و قدر کو چھوڑ و نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گیا تا نہیں لوٹتا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں املاک کا
کرایہ بیٹھا رہیگا گھبراتے کیوں ہو یہ دلی والوں کی شقاوت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا یعنی حیدر حسین
خاں بچ گیا۔ عوارض کی آندھی دفع ہوگئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت کا آنا باقی ہے صدمہ
بڑا اٹھایا۔ مہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے انشاء اللہ العلی العظیم صبح دوشنبہ ۹ مئی سنہ ۱۸۶۳ع
ایضاً۔ پیر و مرشد آج نواں دن ہے حسین مرزا صاحب الہ آباد گئے اگر ہو سکے تو ان سے پوچھنا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اسپر کسنے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت
کیا سمجھے اب حقیقت مجھ سے سنیئے سنہ ۱۸۶۲ع یعنی سال گذشتہ میں قاطع برہان چھپی تھی اور ایک جلد آپکو بھیجی ہوگی
اب وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں میں نے سمجھکر کہ تمہارے کس کام کی ہے نہ بھیجی تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو
گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں رہی دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس سے پہلے دلی اور کانپور دو جگہ
چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرہ میں چھپ رہا ہے فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا
پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گذشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھکر کلیات فارسی جو ضیاء الدین
خاں نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو میں ہے کوئی مسودہ میرا
اُس سے خارج نہیں اب سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہوگیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو روپیہ بھیجکر دس جلدیں
منگواؤں جب آجائیں گے ایک آپکو بھی بھیجوں گا۔ نواب ضیاء الدین خاں صاحب کا حال سنکر بہت جی خوش ہوا
میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔ ایضاً حضرت آپکے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس واسطے ہوئی
کہ میں منتظر رہا میاں کے آنیکا آپ جدہ۔ مجھ سے مل گئے اور ان کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے
بیٹھا۔ سنو صاحب ایک منشی محمد تقی تھا ہی تو نہیں بیٹا تو سالا روہن ہے محمد تقی زندہ ہے کی دو بہنیں تین منشی نتھا جان
کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یا سات مدعی۔ ایک ان میں سے کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں جنکو میں

جاتا تھا نہ وہ محلہ ہے جس میں میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جنکو پچاس برس میں نے دیکھا ہے
ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ ورد زبان ہے
تمہارے بھائی غلام حسین خاں مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہے جو پچھے آج تیرھواں دن ہے
کہ تپ نے مفارقت کی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ تنقیہ موقوف ہوتی ہے چارپائی کاٹ دی ہے
حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴ ذی قعدہ
۱۲۷۷ھ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب -

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپکا عنایت نامہ اس وقت پہونچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی
کی چوبیسویں (۲۴) دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نامور
نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں
صرف سلام علیک یا وہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں
آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے
حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ سمجھے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار اُسکا
خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمائیگا اگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کرکے مجکو بھیجو گے تو
ضرور اور جلد۔ شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہونچے -

ایضاً۔ جناب عالی آج آپکا تفقد نامہ مرقومہ ۱۸ ماہ محرم مطابق پنجم ماہ جولائی بہ روز دو شنبہ
پہونچا پہلے تو ان تاریخوں کے مطابق نہ ہونے سے الجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا
ڈاک کیا ہے خاک ہے خبر ادھر پڑا ادھر جواب لکھا خدا کرے یہ خط جلد پہنچے ورنہ آپکو خیال
ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری بلا یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی

مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا
اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا پھر قصیدہ بہاریہ
تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب
اور کاغذ افشانی از آن بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی
مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر دہلی
مجھکو آگیا پنشن ابھی تک مجھکو نہیں ملی جب ملیگی حضرت کو اطلاع دیجائیگی پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل
ہوں آنکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ ای حضرت جناب مخدوم مکرم چودہری
غلام رسول صاحب کی خدمت میں اُنہیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع
آزمائی کچھ عجیب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہونچ جاوے آپکا بھی تو ساتواں خط مجھکو اب آخر
اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں آپکو مجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض
نہیں کرسکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجدیجئے لطف اٹھاؤنگا اور جو کچھ میرے
خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کروونگا۔ میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیجئے
اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہیے کہ حضرت خط آپکا بدستور سابق بھی
الفاظ ہندی سے تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بعد ہزار حسرت آپکو مبارک ہو اور اُن کی
اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علیخاں صاحب کو میرا سلام پہنچے میں بھی
آپکی ملاقات کا مشتاق اور آپکا محتاج ہونگا خط کا لفافہ اُس میں ملفوف کرکے بھیجا ہوں یہ آج پہنچا
اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا۔ کاتب وہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے ؎

ایضاً جناب چودھری صاحب آپکا ملاطفہ نامہ سکے ورود کی حسرت اور پارسل سکے نہ پہنچنے
کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور آپکے ظہور لطف سے نہ کہ تقاضا ہو ابھی

لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھکر کارپردازان ڈاک کے
پاس وہ رسید بھجوائی اُنھوں نے کتاب دیکھکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود
ہے اب پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید
آپ کے پاس بھیجدوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجواکر اُنسے پارسل منگوالیں اور اب
اس رسید کا میری طرف رجوع ہونا کسی صورت مین ضرور نہین والسلام +

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یادآوری اور مہرگستری کا شکر بجالاتا ہوں آپکا خط مع قصیدہ
و مثنوی پہونچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق بیرنگ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لفافہ اُس کا بھی آپکے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب
کے کہنے سے نظر بابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو
آپکو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا
شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہو اگر خبر ہو جاوے تو البتہ قباحت
ذرا بھی کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلّی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب
احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں ہو وہ ویسا ہی کرے بہرحال
سے ای واسے زمحرومئ دیدار وگریہ + انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت
امن و امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو یا یتقاضا اس صورت میں بھی بر نہ آئیگی میں یہ تاکے ہوئے
ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں
اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں
حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اُسی جلسے میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھکو آرام
بیٹھا رہنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں

کہا گیا گھا اور پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہو گی۔ مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب مخفین کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھپر مجہول ہے اسواسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں میں نے بحسب دستور ہر جگہ منشار اصلاح لکھدیا ہے شیخ صاحب سے میرا سلام کہئیے گا اور کہئیے گا کیا کروں دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام + ایضاً شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا اب سبیل بھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو مجھکو بھیجا ہو گا بھجوا دوں گا جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسہ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمی بدہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اتفاقاً آپ یا کسی آپکے دوست کے ہاں جمع ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر سنہ ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکہ اُن کے نام کے کہکر نذر کرنیکا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیجدیجئے آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ سنہ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل کسی اور شہر میں کوئی آپکا دوست جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا بھیجئے۔ والسلام مع الاکرام +

روپیہ کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپیہ کے کتب خانے بھی گئے اسمیں وہ مجموعہ آپکے [illegible] بھی
غارت ہو گئے ہیں خود اس مثنوی کیواسطے خون در جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی پارسل میں خطوط بھیجنے کا
اندیشہ ہی خدا نے بچایا چونکہ آپ وہ خط آپکے کچھ کام کے نہ تھے اسواسطے احتیاطاً پارسل میں سے نکال [illegible]
ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق سلمہ شعر - اسلام بود ورزش ایمان بالغیب - ای تو غائب
ز نظر مہر تو ایمان من است - آپ اس خط کا جواب بعد نکلنے اس شعر کے مضمون التماس پہنچ کے میری
طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار اندر سے شعرا
واپس بھیجا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے
نقل کرکے بھیج دیجئے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودھری غلام رسول
صاحب کی خدمت میں سلام نیاز - اشتیاق شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام -

ایضاً - میرے شفیق دلی کو میر اسلام پہونچے کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط - انشا کا نام بہار
اور آپ کا تخلص سرور - بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ - بہارستان سرور اچھا نام ہے
قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کسواسطے کہ اگر یہ وعدہ پہنچ جائیگا تو تکلف زیادہ دیگا اور اگر نہ پہونچیگا تو محل
شکایت نہ ہوگا سر فتنہ و فساد او بلا دیں مسلم یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے [illegible]
[illegible] سے ٹھہر گئے - یہ داغ ان کے [illegible]
مُردہ شعر کیا کہیگا غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آئے
رہا قصیدہ ممدوح کون ہے - [illegible] انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے ۔

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح	اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار میں پیشتر سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اگرچہ
ریاست دو والی کی سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالا [illegible] مرواید مجھکو ملا کرتا ہے اب [illegible]

گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیئے دماغ چاہیئے۔ ذوق چاہیئے۔ امنگ چاہیئے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر لکھوں۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولۂ شباب کہاں۔ رعایت فنون کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن ۵

ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہونچے۔ کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اس کے طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں۔ اختر شناسان ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہوگا۔ قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا۔ آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں۔ تحویل آفتاب بحمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں۔ طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور بے علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ہیں ؎

ندانم کہ گیتی چہ سال مے رود + چہ نیکو چہ بد در جہاں مے رود

میں تو اب روز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھیئے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ + مر گئے پر دیکھیئے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے۔ سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ گزرانے بادشاہ نے پسند کیئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دو سکے چھاپے

اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اوس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سُنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے۔ میں نے ہرچند قلمرو ہند میں کی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبّا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اُس کا گلہ کیا ؎

چون جنبشِ سپہر بہ فرمانِ داورست   بیداد نبود انچہ بما آسمان دہد۔

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیلِ شکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسشِ رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیمبر سُنت و زن نان خواہد و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہی۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہِ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دُعا افزونی عمر و دولت پہنچے

ایضًا میرے مشفق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہوں اگر اسکو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور جسٹری کا دردسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بانی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہوگیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادائے قرض ہوے ۱۱۶ بچے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر ابھی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر ۱۸۶۰ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سینکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا اس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ہے ۶۲ کے ساڑھے ۵۹ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونو آمدنیں ملکر خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور

اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں تھے صاحبانِ امکنہ
و دوکانین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دوکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا
اب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہے موت ارزاں ہے میوہ کے مول اناج بکتا
ہے ماش کی دال ۸ سیر باجرہ ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنے ۱۶ سیر گھی ۱ سیر ترکاری مہنگی۔ ان سب
باتوں سے بڑھکر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دادا کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز
اور لو چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت و رجعت جناب صاحب عالم کی خدمت میں
دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے
میں نے مرشد زادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر
سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپکی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور
ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اسکے وصول کی صورت
ان سطروں سے جو بجواب مکتوب مخدومی عبد الغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع روداد شہر معلوم
کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیا دار نہیں فقیر بنا ہوں توقع میری
خود۔ انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع سعی کروں تو ایمان نصیب ہو انشاء اللہ العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود
رہیں گے جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام
کبھی نہیں پہنچا اب اُن کو ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی
اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے
میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم
نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت
کی اور کیا لطف مبذول فرمایا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت نے

موسومہ لقب دیا ہے اس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور
مشتاق تصور فرماتے رہیے گا۔ مرشد زادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا
ڈپٹی صاحب سے مجھے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں
مجھکو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہوگی تو آپکا سلام کہدوں گا
آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا ٥ بندہ شاہ تمامی و ثنا خوان شما

ایضاً میرے شفیق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدے بھیجنے کا مجھکو شکر گزار
اور قصیدہ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے
باہم پہونچنے کا انتظار کریں ٥

نوید وصل دہیم ے وہ ستارہ شناس + کہ گردہ ثروت رنگا ہے گر دیا خبر من شو

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض مآب جامع مدارج جمع الجمع ہمم و ہمت فرزند رشید
مستغرق مشاہدہ ذات حضرت شاہ عالم صاحب قدسی صفات کیطرف ہے اور بغیر افتتاح کلام مدعا
پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گے کہی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ
میرا باپ مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اسکی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکاء حقیقی کیواسطے شامل
جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال
اسمیں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن
ظاہر کیا کہ کولبرک صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی اور استرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے
میرا حق دلانے پر ریزیڈنٹ معزول ہوگئے سکرتر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مرگئے بعد ایک زمانے کے بادشاہ
دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا۔ ان کے ولیعہد نے چار سو روپیہ سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مرگئے
واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلہ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ

نہ جیئے یعنی اگرچہ جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی۔ دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب میں جو والی دکن کیطرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جاوے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر مجکو کچھ نہ دیگا اور احیاناً اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائینگے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کریگا سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبد القادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ + پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپیہ رام پور کے ساٹھ روپیہ پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں مگر گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں۔ دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں۔ متوسط کب پیش کرے گا موقع پائے پیش کیے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مَعبُودَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مَوجُودَ اِلَّا اللّٰہ کَانَ اللّٰہُ وَلَم یَکُن شَیءٌ وَاللّٰہُ الآنَ کَمَا کَانَ +

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہونچے۔ آپنے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا۔ اگرچہ یہ دھر شدہ بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت

کی دعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست
ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں
اور میں جی میں کڑھتا ہوں کہ جب مہر نیم روز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے
صاحب مہر نیم روز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے۔
اور اس کے دو مجلد ہیں پہلی جلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت
کا ذکر۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام
مہر نیم روز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جابجا بھیجا گیا
قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا۔
آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو
وہ بھیجوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دعا۔ خداوند مجھے مارہرہ
بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی
شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ
جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت
کہاں سے پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجائش نہار منہ میں
آم نہ کھاتا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں
بین الطعام ہاں۔ آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا
ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ پھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت
کھاتا ہوں مگر دس بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات۔ دریغا کہ عہد جوانی
گذشت ⁂ جوانی مگو زندگانی گذشت ⁂ اب آپ کے واسطے کیا سفر کریں مگر حضرت کا دیکھنا

اُسکے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں سنہ ای وآگہی وتی ویدار دگر ہیچ +

ایضاً ۔ بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپکا خط آیا سرنامہ پر دستخط اَور کے اور نام آپکا پایا۔ دستخط دیکھکر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ لرزہ رنجور ہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں۔ خدا وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے۔ [illegible] دیکھکر دل کو فرحت ہو خط پڑھ کر دونی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا۔ دل [illegible] آرام نہ پاسکے گا۔ قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا۔ آپکے [illegible] حال معتدل اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق و الوف احترام۔ جناب چودہری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کروں گا تم معرف ہونا کہ غالب یہی ہے۔ اہل دنیا میں آپکے دیدار کا طالب یہی ہے میں نے عرض قدمبوسی کیا پیرو مرشد نے [illegible] فرماسکتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے۔ غرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے۔ ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسین تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں زیادہ کہتے ہیں۔ کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ اُنکی سخن گزاری اور درد مند نوازی کا دم بھرتا ؎

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن + این کہ من ہمی میرم ہم زناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اٹھاؤں حضرت سچ تو یوں ہے کہ اُنہوں نے رنگا رنگ نے مجھکو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔

اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آتی ہے پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو
باتیں سوچتا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں تم کو یوں ہی یاد کروں گا۔ دوسری یہ کہ آخر ایک
ایک دن مروں گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے نتیجہ اس کا تسکین ہے ہیہات سے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے۔

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام پہنچے [illegible] باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو
مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب سیادت پناہ [illegible] کا خط پہنچا۔ پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف
آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی [illegible] باقی ہے۔ تمہاری عبارت
کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے
سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو [illegible] ایمان نصیب ہو وہ خط بدستور
آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں [illegible] اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے گا
تاکہ اس کے جواب بھیجنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی
نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہو گئے الحمد للہ۔

ایضاً۔ بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دوں گا
میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہی میرا ڈھنگ ہے۔ شورش دماغ [illegible]
اور رنج عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے [illegible] خارش میں ہوں [illegible]
پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محل سرا سے اگرچہ دیوان خانہ بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں
صبح کو نو بجے کھانا یہیں آ جاتا ہے پلنگ سے [illegible] ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا کر ہاتھ منہ
دھو کے کلی کی پلنگ پر جا پڑا [illegible]

کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو
اور دمبدم تقاضائے بول کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات مین ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو
تصور کرو ایک پھوڑا داہنے پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائیں پہنچے میں سہل
ہیں بائیں پانو میں کف پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت روادعات
محللات سے کچھ نہوا اب تجویز یہ ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیئے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگایئے۔ کہو کف
پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھہ آیا ہوں مجمل جزوی ہے میرا قیاس
اسکا مقتضی ہے کہ پیرومرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ میں نے
ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان
صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک اس
میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ
ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
موجد ہوئے۔ فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی تکمیل کی
ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی سے سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑگئی۔ اس روش کو بعد اسکے
صاحبان طبع نے سلاست کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی
و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے
کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اسمیں نئے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہرین
ہیں خاقانی اسکے اقران۔ ظہوری اسکے امثال۔ صائب اسکے نظائر خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام
ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہمنے جانا کہ ان کی
طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے

دارالضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف ہے

اگرچہ شاعران نغز گفتار زیک جام اند در بزم سخن مست
وے با بادۂ بعضے حریفاں خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ہے

بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم: قائم اور تجھے طلب بوسہ کی کیونکر مانوں ہے تو ناداں مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
مومن خاں: تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اسوقت یاد نہیں آتا یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانوں کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودہری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں بثور و اورام میں لدرہا ہوں برس دن ہیں اور جاڑے سہتے سہتے روح تحلیل ہوگئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ بائیں پانو کے کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کہ سہل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح

یکقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب لکھ سکا آج اپنے کو طلبے دیگر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العصر میر سرفراز حسین تمکو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹرو کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہِ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جاؤگے تو پاؤگے میں نبالے نہ جاسکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرطِ حیات اور وقت پر موقوف لکھا ہملٹن صاحب الور میں آ گئے۔ راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہلِ اغراض کے عرائض جو حضور میں گذرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانیکا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھکر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں تفصیل اسکی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ ایک چھنگلی کی پھنسی پھوٹا ہو گئی پھوڑا پھوٹ کر زخم زخم بگڑ کر غار ہو گیا اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا انبالے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے آج اس نے ارادہ اس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھکر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے پرزے اڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ نورچشم راحت جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تمہاری تختی خط نے
میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں
توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہے کوئی چلا بیٹھا کہتا ہے ؎

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ — یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر
سرفراز حسین آئے۔ وہ یوسف مرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخاں آئے مرنے والوں کا
نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں۔ اللہ اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا۔ میں
مروں گا تو مجھکو کون روئے گا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے
کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی
صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤنگا میں نے انکی زبانی کچھ پیام
میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ صاحب اپنی
نہیں ہے نہو۔ غلام اشرف نہیں ہے نہو۔ اگر منظور رکھیے تو میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں مجھ سے ع
دل بدست آور کہ حج اکبر ست + تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ پاؤ تو خوش۔ اگر
غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور
جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا
دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھکو کیسا غم ہوا ہے
تم اس جرگے سے جدا ہو۔ تمکو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب
سارا خط پڑھکر کہیں گے مجھکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہونچے پیر نصیر الدین ایکدن میرے ہاں آئے تھے
اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہیں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی

حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے ۔

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو ع بسر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد ۔ لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہو کہ یہ بیماری
میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جسطرح پہ آئے ہیں اگرچہ میری
طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن الحمد للہ میرے عقیدہ اور تصوّر اور قیاس کے
مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا ۔ دیوان اردو چھپ چکا ہے لکھنؤ کے
چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا تھا اسکو آسمان پر چڑھا دیا ۔ حسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔
دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت ۔ صاحب دیوان کو اسطرح یاد کرنا
جیسے کوئی کتے کو آواز دے ۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں ۔ کاپی نگار اور تھا متوسط جو کاپی میرے
پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا ۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجکو ملا ۔ غور کرتا ہوں تو وہ
الفاظ جون کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار غلط نامہ لکھا وہ چھپا ۔ بہرحال خوش
و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا ۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس
پہونچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہو گے ۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں ۔ قیمت
لکھ بھیجو ۔ میں دلال نہیں ۔ سوداگر نہیں مہتمم مطبع نہیں ۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم
مرزا جان مطبع شاہدرہ میں محمد حسین خاں کی شہر رائمان کے کوچہ میں ۔ مصوروں کی حویلی کے
پاس قیمت کتاب ۲ محصول ڈاک خریدار کے ذمّے ۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو ۔ دو دو چار دس
پانچ جلدیں جسکو منگانی ہوں ۔ محمد حسین خاں کے نام پر دہلی رائمان کے کوچہ مصوّروں کی
حویلی کا پتہ لکھکر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں تم کو پہنچ جائے گی قیمت چاہو نقد چاہو
ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو سکے اس کو یہ جواب دے دو ۔ دبا تھی کہاں جو میں لکھوں

کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیاسٹھ ۶۶ برس کا مرد۔ ایک چونسٹھ ۶۴ برس کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وبا آئی تھی۔ تف بریں وبا۔ پنجشنبہ ۸ ماہ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے۔ ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہونچ گئی ہے۔ آج کاغذ ٹکٹ منگالوں گا۔ شنبہ ۸ نومبر صبح کا وقت ہے۔ جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں پرسوں تمہارا خط آیا تھا آج جی چاہا کہ ابھی تمکو خط لکھوں اسواسطے یہ چند سطریں لکھیں برخوردار میر نصیرالدین پر اُنکی بیٹی کا قدم مبارک ہے نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہاں عظیم النسا بیگم نام اچھا ہے کہ اسمیں ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تمکو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے یہ بے ادبی اچھی نہیں میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا۔ اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیا جانوں کیا ہے یوں ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جسپر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس ۲۵ فٹ گول میدان نکلے گا۔ دکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑھ تک ڈھیئے گا۔ دو نو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں دیکھیے دلی آئیں یا نہیں آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو میں گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں پنشن کا نہیں

ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۵۹ء +

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے اُستاد حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اُنھوں نے تمہارا خط لکھا ہوا ۱۵ ر جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہونچا۔ اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط منتشر کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا خط آوے اور میں پھیر دوں۔ تم خود کہتے ہو کہ اس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمہاری والدہ کا مرنا سنکر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تمکو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا پنشن اور کہاں اُس کا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں سے ہے موج زن اک قلزم خوں کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائیگی تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے میں مخفی نہیں ہوں نہ روپوش ہوں۔ حکّام جانتے ہیں کہ یہاں ہے مگر نہ باز پرس گیر و دار میں آیا ہوں نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے بااینہمہ ایمن بھی نہیں ہوں دیکھیے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا لکھوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لو گے میکش چین میں ہے باتیں بناتا پھرتا ہے۔ سلطان جی میں تھا اب شہر میں آگیا ہے دو تین بار میرے پاس بھی آیا پانچ سات دن سے نہیں آیا کہتا تھا کہ قنبر علی کو اور کریم کو ہمراہ لیکر میر [illegible] علی کے پاس [illegible] خود بھاگا لوٹ کی کتابیں بیچتا پھرتا ہے میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم

ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ تمہارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یکجا ہو۔ گو انکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب یکشنبہ ہفتم فروری ۱۸۵۹ء وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا پہنچنا مجھکو معلوم ہوا۔ میاں اسمٰعیل اعلا طبیعت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجھکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر راجستان کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ سے ستم بر ستم بر دآور دواد بیشنبہ ۲۲ اگست ۱۸۶۳ء۔ از غالب۔ **ایضاً**۔ برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی۔ اردو بازار کے مولوی صاحب لو اسے ولائے مرتضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے الحمد للہ علی کل حال۔ دیکھئے آپ معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہمکو کب طلب کرتے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلا دوں گا البتہ اگر وہ بلائیں گے تو میں کیونکر نہ جاؤں گا۔ ظاہرا ہمارے تمہارے واسطے زمانہ انتہائے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے۔ اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ منصب پائیں گے اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو مجھپر مہربان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب

ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے بڑے مصاحب ہیں جس گروہ میں سے جسکو چاہیں حضور سے
ملوادین فرقۂ شعرا میں سے جسکو جو کچھ چاہیں دلوادیں انکو اور مجتہد العصر کو میری دعا کہنا
نجات کا طالب غالب - ایضاً میاں تمہاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو میں نے
میاں محمد افضل کو دی تھی وہ انھوں نے واپس دی اور اسکی نقل کے باب میں کہا کہ ابھی
تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہو جائے گی میں انکو روپیہ دیکر لے لونگا خاطر جمع رکھو پنشن سراسر
سکوت شاہی ملنے کا حکم ہو گیا - ہر مہینے میں سو روپے لو اور کھاؤ کشمیری کٹرہ گر گیا ہے وہ
اونچے اونچے در - اور وہ بڑی بڑی کوٹھڑیاں دور رویہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں آہنی
سڑک کا آنا اور اسکی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے چار دن سے پروا ہوا چلتی ہے - ابر آتے
ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے - مینہ نہیں برستا گیہوں - چنا - باجرا تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں
نو سیر ساڑھے نو سیر میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جلیند میں
ہیں - یا یہاں ہیں - میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجھکو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں -
قاسم علیخاں قطب الاقطاب الدین کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں
آخر وہ شادی بھی کب ہونیوالی ہے اور کہاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب
حالات مفصل لکھو - غالب صبح چارشنبہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء -

ایضاً میاں تمہارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں تیسری بات کا
جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھنچا کر میں
اور تم انتظار دوسری بات میر نصیر الدین آگئے اور تینوں صاحبوں کا جلیند کے جانے کا حال
مفصل معلوم ہوا حق تعالی اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کو جب
تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا اُنکے عاشق تمہیں ہو میں نہیں - بھائی ہوش میں آؤ

غور کرو یہ مقدور مجھ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اُردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو۔ ای میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غمہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ + اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۴ جمادی الثانی - ۱۰ دسمبر

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہونگے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں ۔ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے +

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا ابھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جس کا جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت پوچھی اور کہدیا کہ میری دعا لکھ بھیجنا بس اتنا ہی دم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ اور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط میں نے نہیں پایا کیا لکھوں کیا حال ہے پیش ازیں اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا

بس ہجوم نا اُمیدی خاک میں ملجائیں گے + یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل میں ہے اب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی انا للہ و انا الیہ راجعون

مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۰ شعبان ۱۲۸۱ہجری۔

ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے کل دو پہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے ڈاڑھی منڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا ہم نے اُن کی ملاقات کی تقریب میں تھا بار سے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی قومیت کا

استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں پیشہ پوچھا حکیم نکلے یعنی حکیم اشرف علی۔ میں ان سے مل کر خوش ہوا خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کہتے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا بھائی وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصب نہیں کی میرے پاس مستعار ہے دیکھ چکونگا بھیجدونگا تقاضا کیوں کرو۔ میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہارشنبہ ہفتم رمضان ہشتم مارچ

ایضاً۔ میاں تمکو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ پنشن جاری ہو اور میں تمکو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب جیپور پہونچے۔ تم شاہ پوری بتاتے ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابوالفضل تو تھے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اکھڑ کر بدنشوار ی جمتا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہونگے سُنّی الگ شیعہ الگ نیک جدا، بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لیے ہوں گا تب ایک کتاب تمکو دوں گا۔ از غالب روز دوشنبہ ۷ ستمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رامپور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاندرات کے دن یہاں آپہونچا یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جا کر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں

واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں
انھوں نے میری ناک میں دم کر دیا تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی
عمر بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات
جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار داد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ
جسکو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپیے مہینا
بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور رہوں تو دو سو روپیے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپیے
بھائی سو و دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اسمیں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں مجھکو
نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں باہم ہو وہ صورت
ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہر حال غنیمت ہے رزق کے
اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے کمی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے اس میں سے
مجھکو ملے ساڑھے سات سو روپیے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیے سال عزت
میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب
خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے
تھے بخشی۔ ناظر حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان یہاں وہی نقشہ ہے
کوٹھری میں بیٹھا ہوں ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آرہی ہے۔ پانی کا جھجر دھرا ہوا ہے حقہ پی رہا ہوں
یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ باتیں کر لیں۔ سرفراز حسین و میرن صاحب اور
میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہہ دینا جمعہ ۱۶ ر اپریل۔

ایضاً ہو یاسے حال دہلی والو رسلام تو مسجد جامع واگذاشت ہو گئی پتلی قبر کی طرف میرہوبان
کبابیوں نے دکانیں بنا لیں۔ انڈامر عنی ہو تر سکنے لگا۔ دس آدمی مہتمم ٹھہرے مرزا الٰہی بخش

مولوی صدرالدین بتفضل حسین خاں تین پہ سات اور ۷ ر نومبر ۱۴ ر جمادی الاول سال حال
جمعہ کیدن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ قید جسم سے رہا ہوئے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون
جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو زری انگیٹھی پر گزارا ہے۔
بوتل گلاس موقوف راجہ پٹیالہ مرگیا۔ مہندر سنگہ اُسکے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال
و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے
وہ نواب گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی
ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیالہ اور الور کے
راج کا انتظام اسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل امپی صاحب ایجنٹ الور اور دلی ہوتے ہوتے ہوئے
میرٹھ گئے ہیں راجہ صاحب تجارہ تک انکی مشایعت کر گئے۔ یہاں امپی صاحب کے کوئی صاحب
سنگہ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اس نے کچھ لکھا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں بچوں کو
اختیار ہے ہم کچھ حکم نہ دیں گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنی مستدعی پرورش ہوا اُسکو بھی
یہی جواب ملا۔ اب اور بولو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگہ
بیٹھے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک
دالان میں دھوپ آتی ہے اسمیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤنگا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن
میں بھگو کر کھاؤں گا پھر ہاتھ دھوؤنگا۔ باہر آؤں گا پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا
صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو
دُعا۔ منگل کا دن جمادی الثانی ۱۲ ر دسمبر پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ و ۶ مئی ۱۸۶۳ء۔ صاحب آج تمہارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس میں میں نے
مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھکر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا کل وہ کہتے تھے

کہ اکتیس روپے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
اب اسوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھکر لفافا رکھ چھوڑوں گا شام کو مجتہد العصر
میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو موافق
معمول کے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھکر خط بند کر کے
بھیجدوں گا۔ خدا کرے اردو کی نثر کا لفافہ اُنہوں نے ڈاک میں بھیجدیا ہو شام کو مجھے دے
جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوادوں۔ مہاراج اگر دورہ کو گئے تو کیا
اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے
یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمہاری چوپا چاٹ سے بکنے کا
مجھے میں دم نہیں۔ تم جانو وہ جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو ۷۰ صفحہ چھاپے
گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب
دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آ گئی۔ میں نے
پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو انچاس جلدیں
منگاؤں دیکھیے نو من تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے
گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے ہیں تو آج جمعہ ۱۲ مئی صبح کو یہ
یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ **ایضاً**۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو میں تم سے پوچھتا
ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں
ملتے نہیں میر سرفراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اُترے۔ لاحول ولا قوۃ ازنا کیسا ملنے کو بھی نہیں
آئے۔ افسوس ہے جنکو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھکو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا
اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ رجمادی الثانی کی اور ۱۱ رجنوری

کی صبح کیوقت منہ اندھیرے اوسی وقت میری آنکھہ کھلی تھی لحاف میں لیٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ
میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے
ہیں میں سمجھا میر سرفراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن نجے پو رسے آئے اور خدا جانے
کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور
مجھسے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میرا جی اُنکے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا
اب اُٹھا ہوں۔ سردی رفع ہوئے دہوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں میں کمبخت
بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں اب میر احمد علی کی بی بی پاس جلتش خاں کے
پھاٹک آدمی بھیجونگا جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھہ آئے گا اور یہ بھی
معلوم کر آئے گا کہ امیر حسن صاحب ہیں تو میں سوار ہو کر جاؤنگا اور اُن سے ملونگا تم اس خط کا جواب
جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو تصویر کا حال آگے لکھہ چکا ہوں
خاطر جمع رکھو۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ نجات کا طالب غالب صبح جمعہ ۱۱ جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو ادھر آؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا
دلّی کے علاقہ کے جاگیر دار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرضکہ پنجشنبہ
۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں آ پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے
اسیوقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر کو خبر کر
وائے جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سنکر نومیدی کی پوٹ باندھکر لے آیا۔ ہر چند پنشن کے باب میں
ہنوز لا و نعم نہیں مگر کچھہ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانیوالے ہیں
یہاں کچھہ کلام و پیام نہیں ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت درپیش آئیگی مسلمانوں کی
املاک کے واگزاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جنکو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ

یکم جنوری ۱۸۶۲ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک کو قبضہ پاؤ جاہو ہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہدینا کہ وہ جوب جو تم نے مجکو دی تھیں۔ انکا نسخہ جلد لکھکر بھیج دو۔ والسلام موجود ماسواہ معدوم ہم اپنی مرگ کا طالب غالب۔ **ایضاً**۔ برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھہ حال معلوم کر لوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اسکو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھہ لوں تو اسوقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا میں سونچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہو گا ناچار جو کچھہ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھہ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھہ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لیکر بلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب اجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اِن کا راج اُنکو ملجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دونوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھہ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ؎

کسے کیں مراد ش میسر بود   اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔

ایضاً ای جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب لکھو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور کیا منع کرتا ہوں میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ آپ وہ تندرست

ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط
میں آپکی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب اسکے
خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپکے
فرزند ہیں آپ سے خفا کیوں ہونگے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں
باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ ای لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے
اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو لکھو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض
کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپکا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا تا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں
چاہتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط
شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا
آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آجتک اسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ سنو میر مہدی
صاحب میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہوگئی پیچش کے رفع ہونیکی خبر سنتا ہوں لیکن
پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا
بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی
معلوم ہونگے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی میں اور ان میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے پنجشنبہ روانگی
کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہارے
کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اسکے معنی کیا ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک
نہ بتائیں اس وقت پہلے آندھی چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھکر چھوڑ دوں گا
جب ترشح موقوف ہو جائیگا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہونچے اللہ اللہ
تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے

یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ ایضاً ہا ہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے
بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے
تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اُس میں
ملی ہے خیر اگر یُوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔
تمہارا خط پہنچا۔ از رو دعبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عُرف لکھنے کی حاجت
نہ محلے کی حاجت بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
اسوقت مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہے لڑکے
دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اسوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ ایضاً آؤ میاں سید زادۂ آزادہ
دلّی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے
نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ ایک
آزردہ سو خاموش۔ دوسرا غالبؔ وہ بیخود و مدہوش۔ نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی۔ ہائے دلی
وائے دلّی۔ بھاڑ میں جائے دِلی۔ سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خان
ولد سردار خاں ولد دلاور خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خان ولد مصاحب خاں اس شخص کا
حال از روئے تحقیق مشرح مفصّل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے طریق کیا ہے۔ احمد حسین خان کی لیاقت
خلق کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔ ایضاً۔ سبحان اللہ کی پناہ عبارت
لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو اُٹھا یا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ
نورانی پر چھاسا نکلا ہے تمکو سرمایہ آرائش گفتار بہم پہنچا ہے میری دعا انکو پہونچاؤ۔ اور اُن کی
خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا ہوگا۔ طورے
اوائل ماہِ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوئی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم

ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے آج ۲۰ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس عمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تمکو خدا یہاں لائیگا تو اسکی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً برخوردار نورچشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے تپ ابن بنکر آئی تھی جو اسکو رد کئے ہوئے تبرلائے حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھکر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایکدن بلکہ ایک وقت پہونچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالی تمکو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجکو سُنائے۔ سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس جئیں تمنے مجکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ؎ بنیم در شکر آں بست رُو باز دارد + پڑھتا ہوں اُس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجکو کیا پیام ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ ادھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور
میرن صاحب کا نام اور اُن کے لیئے سلام تک بھی اس میں نہ ہوگا تو میں اسکا جواب آنکھوں سے
لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا
ہوگا۔ اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو
نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری کاش اسکے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی
مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق
بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا
اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے
ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس
آئے تھے اُن کو دیکھکر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے
تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے میں
اِدھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہونچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب رہ گئی اب اُن تک
کیوں کر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ
محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا
اسواسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے دعا صوفی صافی ہوں۔
اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔ یہ جواب ہے تمہارے اس سوال کا
کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی
یہ بات اچھی نہیں میں ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط میں انکو دعا سلام لکھوں گا تو اُنسے تم کاہے کو کہو گے

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہو خدا کیواسطے میری طرف سے کہدینا

ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے

مجکو بلایا پنجشنبہ ۲۴ فروری کو میں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں لٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری

کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے

جب پڑھ چکے تو مجھسے کہا کہ یہ خط ہے منٹگمری صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں

لکھتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا

مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمدہ ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب

کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منٹگمری صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو

میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا

دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرسش سے

کیا مدعا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح وفیروزی ہے

غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ میں اپنے گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے

میں بیٹھکر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گدھ کپتان کی چھٹی آئی سواری

مانگی۔ جب سواری آ گئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ

وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات

سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط

منٹگمری صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کیساتھ یہ بھی بھیجا

جاوے بہت اچھا کہکر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں اجرٹن

صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تمکو معلوم تھا

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُسکے موافق عمل
کروں گا جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو سید اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام
کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکھا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس تحکم سے کہ وہ آج سلطنت کا
دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا۔ حکام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد
ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا میر سرفراز
حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خوشنمائیاں کرنے لگے
کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے
آج بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر
سازی کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے
رہتے تھے رودنیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رودنیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی
کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا
اُس میں سنگ و خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں
ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے حاکموں کا
کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ
جیپور کی زوجہ ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھیے کیپ میں رہیں یا لندن جائیں
خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو سارے
شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے
اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیے دیے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۱۲ دسمبر

کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لینگے
کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو
اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف
دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آپ کو
سلام علیکم۔ مزاج مبارک کہیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا
تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین علیکم اور یہ ستم پیشہ
میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں ورنہ ہاں
ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے
تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے دیکھیئے زمانہ اور کیا
دکھاتا ہے اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے سیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا
شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجھکو سمجھاتے ہو کیا میں یہ
جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ
یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے
انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا بھائی یہ تو میں نے اپنا
راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان
تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس ہنگامۂ قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن
جبتک مجھے اپنے پاؤں رکھیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنیکی خبر گرم ہے دیکھیئے کب آئے
آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور پیچ

آپڑا ہی اسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونیکے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے
کا تردد بدستور رہے گا۔ بک سیر کیو جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری
ہوئے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تین برس
ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھکو کسی عالم میں غمگین
اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب
میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا
ہم زبان کر لینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو
پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے۔ کمال یہ ہے کہ میرن صاحب
سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے
بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد
محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے
تو یہیں اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات
نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ
گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات
جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی
چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے
ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری
کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا

ایضاً

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی — سر دست ہوا آتش سبے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر ہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعے پی لئے فوراً رگ و پئے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا۔ ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہائے غضب ہائے غضب۔ میاں تم پنشن کو رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں تم کو پنشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو گا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف عصر سہی۔ یوسف کشور سہی۔ اُنکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپئے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُنکا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو۔ ورنہ نالش کی جائیگی اور تمکو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہر حال میرن صاحب کو عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین کو دعا

میر نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف ہفت کشور کو دعا۔

ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجھکو ملا میرا بچھونا مجھکو ملا۔ میرا اجام مجھکو ملا۔ میرا بیت الخلا مجھکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی ہے آئیو کوئی ہے آئیو فرد ہوگیا میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی ؎ اکنون شب من شب است روزم روز است بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہونچا اگر پہونچتا تو بیشک وہ تمہاری نظر سے گذرتا اور میرن صاحب اسکی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھکو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ بس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہونچا تو خیر جانے دو۔ اگر خط پہونچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھواتے ہیں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے حسن بھی کیا چیز ہے۔ قادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہان کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔ تپین مستولی۔ اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا تپ محرقہ میں شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اسکو دفن کر آئے۔ جوان صالح پرہیزگار۔ مومنین کا پیش نماز تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤنگا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا۔ مدار المہام اگر دو لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا۔ ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ

اگر تم میں اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُنکو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ ؎

میں بھولا نہیں تجھکو اے میری جاں　　کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹڑہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا، کہیں چلمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرمت ہے۔ آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ آنے کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یاس کا عالم۔ کثرت اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال۔ جو کچھ لکھو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملیگا مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں ؎ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجکو پسند آیا ہے ؎

تنگدستی اگر نہ ہو سالک　　تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہاہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں حضرت

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیپور کے
مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تمکو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے، اگر خط
پہنچا ہو تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈوا
ڈالا ہے محمد آقا یعنی ذو الشمم پر عمل کیا ہے میں نے کہا سر منڈوایا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے واہ ان کجا
آرام کہ جامہ ندارم۔ واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب مر گئے
اور برقرار و بجال رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے میرا سلام کہنا
اور مبارکباد دینا خبردار بھول نہ جائیو — تمہاری شکایت بیجا کا جواب یہ ہے کہ تمنے جو خط مجکو
پانی پت بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے
خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں۔
تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دے کر
ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط لکھنے
میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا
اُن کی خیر و عافیت نہ اُن کی بندگی۔ بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں اچھی نہیں
میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ اُن کی پانی پت میں
ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلا لیں گے یا خود بھی چند روز کے بعد یہاں آ جائیں گے
یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے
بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میری پنشن۔ اس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تمکو اطلاع دیجائیگی
شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آیندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے مدارج علم وعمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین دعا زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً۔ میاں کیوں ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زجیر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی۔ میں نے خط تمہیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وہاں آؤنگا مجکو خط بھیجنے میں تامل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار دوسو پچاس روپیئے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے مختار کار دو ہزار لایا چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا۔ سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حساب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپیئے نکلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہ گئی پٹ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میر اور وگیر سے بچنا کرامت اسد اللہی ہے ان بیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ ید اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہر گز پنشن پانیکا مستحق نہیں

حاکم صدر مجکو پنشن دلوا دے اور پورا دلوا دے۔ میرن صاحب کو دعا لکھتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی جواب عربی بعربی جو اُنھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دُعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دُعا۔

ایضًا۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے دیکھیے کہاں اُترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا جھجر۔ بہادر گڈہ۔ بلب گڈہ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ اُنمیں سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر اُن دونوں کو یہاں سے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم اسد تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم ؎

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خان کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز میدان نکلنا سُن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دُعا حکیم الملک حکیم میر شرف علی کو دُعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علے کو دعا + غالب۔

ایضاً ۔ جانِ غالب تمہارا خط پہونچا غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے ہر ایک سے پوچھتا ہوں
وہ کہاں ہے ۔ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا ای میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی
میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے ۔ ارے اب اہلِ دہلی ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا
پنجابی ہیں یا گورے ہیں ۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے ۔ لکھنؤ کی آبادی
میں کچھ فرق نہیں آیا ۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں خس کی ٹٹی
پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اُسی مکان میں تھا ۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور سمت
بدلی ہوئی ہے بہرحال میگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا ۔ لال ڈگی کے
کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے ۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے ۔ پرسوں میں
سوار ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا ۔ مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ
ایک صحرا لق و دق ہے ۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اُٹھ جائیں تو ہوا کا مکان ہو جائے
یاد کرو مرزا گوہر کے باغچے کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغچے کے صحن کے برابر ہو گیا
یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا ۔ فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اَٹ گیا ۔
کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک
میدان ہو گیا ۔ پنجابی کٹرہ ۔ دھوبی واڑہ ۔ رامجی گنج ۔ سعادت خان کا کٹرہ ۔ جرنیل کی بی بی کی
حویلی ۔ رامجیداس گودام والے کے مکانات ۔ صاحب رام کا باغ حویلی ۔ ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا
قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا ۔ تو یہ صحرا صحرائے کربلا
ہو جائیگا اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد ارے بندۂ خدا
اُردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار
نہ نہر ۔ الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام ۔ الگزنڈر ہیدلی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہرا اُنکی

مصاحبت نہیں ورنہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہوگیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں تندرست ہوں ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے انکو دیکھا نہیں اب کی بار درد میں مجکو غفلت بہت تھی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کی غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اس کو آپ نے ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اسکا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس الفت پہ اطلاع پائیں۔

ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہو اُن کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے انھیں سے سنا ہے اُن کا اس طرح نا آنا پھر آنا میری تمنا اور تحریر کے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور تحریر کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بہر دست سے ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ ۶۶ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری دل کو کھا رہی۔ ہاں کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام، لوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا۔ ہاں کیوں نہ ہو لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط تھی مگر میں نے وباے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اسمیں میری کسرِ شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب ہے اسی ہفتہ میں غایت اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہونچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کی چھاپے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھہ فوائد بڑہائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کریگا تو میں بے شرکت غیر اسکو چھپواؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ خدا کا بندہ ہوں علی کا غلام۔ میرا خدا کریم۔ میرا خداوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آج مدہم ہو گئی ہے۔ پانچ سات دن بڑا زور و شور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو اسکا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مرگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ الور میں بھی وبا ہے الگزنڈر مدرفی مشہور بہ الک صاحب مرگیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھہ میں متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہمکو کیا۔ ایضاً۔ ہاں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کُرید اکرو مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ یاد کرے گیا یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی خیر و عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دعا اور دعا کہنا۔ اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمۂ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط لکھتے رہو کیوں پیچ کھیو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائی کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ بے آب ہے۔ ابر بے باران ہے۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ
چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوائد کو
اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہو تو بھائی
سادے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قصہ نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی خیر ہم
بھی وہ عبارت مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو۔ میر
نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نثر میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تمکو
بھیجدوں نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علیخاں مر گئے۔ حامد علیخاں کی ایک لاکھ تیس ہزار
کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا
باقر علی خان کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علیخان کے گلے میں دو غدود ہو گئی ہیں۔ شہر
چپ چاپ۔ نہ کہیں چھاؤنی بنتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہے
نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشاں ہے۔ کاغذ بھر گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کیواسطے ابھی اور لکھتا۔

ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ
وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو دیے
ان دونوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے
جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ لکھو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجکو لکھیں۔ پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو لکھوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں
بتاتا بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے بھی معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی راے میں پنشن پانیکا استحقاق رکھتا ہوں بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں، جاڑے آتے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا منشی امید سنگھ اندور والے دلّی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دکھایا چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُسکو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔ ۸ ۸ر فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی اُمید سنگھ نے لیں پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیئے ہے۔ حکام نے بکمالِ خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اس پچاس جلدیں شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگھ مجکو دیں گے۔ میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقیں ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اُسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ ان کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی اُمید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کرکے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبیٔ دین و دُنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب سے دلّی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف سننے دیا نہ اپنا نام تخلص بہم پہونچایا۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوالی سے
کیفیت طلب ہوئی اُس نے بھیجی لکھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتوین اگست کی مجکو اجوٹن صاحب بہادر
نے بلایا کچھ سہل سوال مجھ سے کیئے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے
تردد اگر ہے تو اس مین ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہین یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام
فخرالدین خان کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو
بحالی ہو جائے۔ صاحب ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا اور یہ لکھدیا کہ یکم اگست
۱۸۵۸ء تک مین نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تمکو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم
اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو۔ اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ مین اُسکے آگے کی عبارت
تم کو لکھکر بھیجدوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سید
سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائین تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً۔ مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو ہمنے اس کا کیا بگاڑا تھا
ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہین رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس و بے نوا
ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے ؎

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک — اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ
کہ مین تمکو کیا لکھوں وہ صحبتین اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہین آتی مجھ سے خط پر لکھواتے ہو
آنسوؤں سے پیاس نہین بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کرسکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو
لکھتا ہوں۔ سنو پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہین معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھئی
مین تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تمکو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے
ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہئے ہئے کیا غضب ہوا کہ
یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمہاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بہ تغییر الفاظ
لکھتا ہوں ؎ کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں ۔ دلّی والوں میں اک بچا ہے یہ ٭ میر تقی کا
مقطع یوں ہے ؎ میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ٭ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ ٭
میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آرے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا
کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد اُن کا
دائم الحبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا خدا کرے
اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ لو بھئی اب تم جاؤ جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر
باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا
حسین علیخاں یہ ہم روزہ خور ہیں ۔ وہی حسین علیخاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے
منگا دو۔ میں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا
برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہونچے ۔

ایضًا۔ میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا
کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ
میں گئی ہے یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا
رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر میں نے اسکو بحل کیا۔ اللہ برکت دے میری پنشن اور ولایت
کے انعام کا حال کیا ہو حقہٗ سمجھ لو وللرحمٰن الطاف خفیّہ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی۔ نواب
گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

روپیہ کے پانے کی اور آئندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھکر
ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیجدیں سو یہاں اسکی تعمیل بطرز مناسب
ہوگی بکم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو
ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوا لو۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہے کہ اوروں کو برس
دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا
حکم ملجائیگا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان
اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگاؤں۔ پر یار ولایت کے
انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم کے ساتھ اسکی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے
کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم
پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھکر ہمکو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور آئین کیا لکھا
ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہکر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے
اسوقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتیں کرنیکا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھکر روانہ
کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دعا +

ایضاً۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور میں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگذشت
میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو انکی تقصیر معاف ہوئی۔
اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کی
بابت ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے۔ میں
بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھکر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا
تاریخ آنے جانیکی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجکو آئے ہوئے

نوان دن ہے۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو
میں جواب لکھتا ہوں ۔ ہر روز اس شہر میں ایک حکم نیا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے
لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اسکو پکڑ کر
حوالات میں بھیجدیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے
تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے
میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے
والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں کے زمانہ میں
نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اسکی اقامت کا مدار ہے اب تک کسی حاکم نے
وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلے کے نقشے کیساتھ
کوتوالی میں بھیجدی ہے ۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیوں بناتے ہیں
جو مکان بن چکے ہیں اُنہیں ڈھا دو۔ اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ بھی مشہور
ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور
نذرانہ دے۔ اسکا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد
ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیئے شہر کے بسنے کی کون صورت
ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
شہر میں آتے ہیں اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نورچشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا
اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا۔ ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں الجھتے ہو اور کیا بیجا الجھتے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ چھ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اسکو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی اَنملی ہے ع چیل بسولا لے گئی تو کا ہے سے پھٹکوں راب ۔ علی بخش خان پچاس روپے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں ان کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آئندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ مہینے کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو روپئے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اسکو اٹھارہ سو ملے۔ منا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکہ لہر سال بھر کے ایک سو بیس روپے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجکو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو اخیر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجاویں میں نے وہ سو روپئے نہ لیئے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پاتا ہوں الاہوں سال بھر کے ساڑھے سات سو روپئے ہوتے ہیں۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ ملکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے ابھی اسمیں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ

چلے گئے۔ دلی کے حمقا جو باہر پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہو گی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہونچیں۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ سچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کیواسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے سنا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھکر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھکر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے چلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا بے اصل باتیں ہیں پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اسمیں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے بکس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوزا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اسکے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری بچھی ہوئی۔ میں نے کہا اہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہی فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سر بمہر گلاس سمجھا یا وہ انگور سے بھرا ہوا اگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ بیٹھا گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔

تا اُن کی بُرائی اور دو دن مین سرایت نکرے تو کرسے مین سے پھینک دے۔ مینے کہا بھائی یہ کیا کم ہی مگر مین تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہین ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ کہان جو تمنے آم خریدے۔ خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہی قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام تپلا دیکھو اِس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرورمین ہو تو مجتہد العصر ادر حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ آن کے علم کی کنجی ہین اور ٹکے ٹکے کی کتابین چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہین۔ میری دُعا کہدینا۔

ایضاً کیون یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہین یا نہین تمہارا خط پڑھکر دو سو بار یہ شعر پڑھا

وعدۂ وصل چون شود نزدیک ❊ آتش شوق تیز تر گردد

کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپ کہین جائیے گا نہین مین آتا ہون۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے باپ کے نوکر تھے کہ مین اُن کو بلاتا۔ اُنھون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کرین مین حاضر ہوتا ہون۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ اِدھر کی بات اُدھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اجی کیون حضرت آپ میرن صاحب کو نہین بلاتے۔ صاحب مین تو اُنکو لکھ چکا ہون کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُنکو پتا لکھا ہی کہ وہان ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو مین شہر مین بلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئینگے۔ آخرکار اُن سے اجازت لیکر اب تمکو لکھتا ہون کہ اُن سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہی کہ روٹی وہان کھاؤ تو پانی یہان پیو۔ یہ کہتا ہون کہ عید کرو تو یاسی عید یہان کرو۔ میرا حال سُنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہی۔ اِس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزاق ہی کچھ اور کھانیکو ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب ایک چیز کھانیکو ہوئی اگر غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیون وہ شہر سے باہر ٹھہرین اور کیون کسی کے بلانے کی راہ دیکھین۔ شکرم مین۔ کرانچی مین جو پہئیے مین۔ یعنی ڈاک مین آئین۔ بلیماران کے محلہ مین میرے مکان پر اترین۔ میر قربان علی بیگ کے مکان مین مولوی مظہر علی رہتے ہین میرے اُنکے مسکن مین ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہین روکتا۔ یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دین تو عید بھی یہین کرین۔

ایضاً میان کیون تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے وہ وہان اچھی طرح ہے۔ حاکمون کے ہان آنا جانا نوکری کی تلاش مین حسین مرزا صاحب بھی وہین ہین۔ وہان کے حکام سے ملتے ہین وہان پنشن کی درخواست کر رہے ہین۔ ان دونون صاحبون کے ہر ہفتہ مین ایک دو خط مجھکو آتے ہین جواب بھیجتا ہون۔ بھائی لکھنو مین وہ امن و امان ہے نہ ہندوستانی عملداری مین ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری مین یہ چین ہوگا۔ اُمرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتین بقدر رتبہ تعظیم و توقیر۔ پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہین اور ایک نقل سُنو وہان کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ مین ہنود بھرے ہوئے ہین اہل اسلام نہین ہین ہنود کو اور علاقون پر بھیجدیا اور اُنکی جگہ سب مسلمانون کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلّی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنو کے سوا اور شہر وہین عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی۔ اب یہان ٹکٹ چھاپے گئے ہین۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھپ چکا ہی کل اتوار یوم التعطیل ہی پرسون دوشنبہ سے دیکھئے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہون یہ تو کیفیت شہر کی ہی۔ خصوصًا میرا حال سُنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسون کوتوال کو حکم آیا ہی کہ اسد اللہ خان پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بیمقدور اور محتاج ہی یا نہین۔ کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہین سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائین گے اور میری بیمقدوری ظاہر کر آئین گے۔ تم کہین یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائیگا اور آئندہ کو پنشن جاری ہوجائیگا۔ نہ صاحب تو یہ ممکن ہی نہین بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرون گا چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پاؤنگا۔ میرن صاحب جو بُلائے گئے ہین اُس طلب کے جواب مین بھی کیون نہین لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیجدو تو مین آؤن۔ دیکھو اب دس پانچ دن مین سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مُبارکباد کہنا۔ غالب ؛

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادۂ والاتبار حضرت شاہ عالم صاحب سلام و دُعاے درویشانہ قبول فرمائین ایکا مع الخیر وطن پہونچنا اور بزرگون کے قدمبوس اور بھائیون کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ؎

یوسف از مصر بکنعان آمد ؛ تفرقہ اوقات و سفر رامپور و شدّتِ تموز مقتضی اسکی ہوئی کہ ہنوز تمہارے مسودات دیکھے نہین گئے تا نزول بارانِ رحمتِ الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیازِ معتقدانہ اور اپنے بھائیون کو سلامِ مخصوصانہ کہیئے گا۔ اور اپنے والد ماجد یعنے میرے مرشد ہمعمر و ہمفن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچایئے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوے دیدار حضرت سے گزر گئی سیاریہ جبتک حضرت جناب عالم کو مارہرہ میں اور

انوار الدولہ کو کالپی مین نہ دیکھون اور اُن سے ہمکلام نہ ہوؤن میری رُوح کو قبض کا حکم نہ ہووے لیکن سنہ ۱۲۷۷ھ مین دو مہینے باقی ہین اب کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مُدعا حاصل ہو جائے۔ مشفقی مکرمی چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام کہیئے گا اور یہ پیام پہنچایئے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید ما بہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے۔ خواہشِ وصل مقدر ہے جو مذکور نہین۔ اُنکے اس خط کا جواب جو پرسون مجھکو پہنچا ہے موم جامہ مین لپیٹ کر بھیجون گا انشاء اللہ العزیز۔ ہان جناب شاہ عالم صاحب پھر رُوئے سخن آپکی طرف ہے جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہان تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک مین قطب الدین سوداگر کی حویلی مین اُترے ہین۔ مرقی صاحب کا کام اُنکے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہین۔ اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہین لیکن ہنوز قائم مقام ہین۔ وہ صاحب جسکا نام لکھ آیا ہون بطریق رخصت سیتاپور گیا ہے۔ ایکدن فقیر بھی اُنکے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونون اُن مین جمع ہین آنکھین اُنکے حسنِ صورت سے روشن ہوگئین اور دل اُن کی حسنِ سیرت سے خوش ہوگیا واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہان کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔

ایضاً مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم ابن و امان عز و شان و علم و ہنر سے برخوردار رہین۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہان سچ ہے اُنکا لُطف چودھری عبد الغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عرض کہان۔ بہرحال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائین چودھری عبد الغفور صاحب کو سلام کہیئے گا اور یہ پوچھیئے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ ہے یا اسکے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیے۔ اگر کوئی اور جرم بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپکی طرف ہے آپکا خط میرے نام
کا اور اُسکے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی
خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نے یہ کہلا بھیجا
میں نے اُسکے جواب سے قطع نظر کرکے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تحتانی لکھ چکا تھا
کہ ایک چپراسی آیا اور اُسنے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے
اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ صبح کا وقت
یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر
کی حویلی میں رہتے ہیں۔ باقی اُن کے حالات اُنکے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب
کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائیے گا۔ والسلام

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اُسکا شکر کیونکر بجا لاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ
مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہواتا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ
تھی کہ میں اس وبائے عام میں جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی۔ سوختنی کو یوں بچایا اور پھر اس رتبہ
کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں
واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا
کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف۔ اس کے آگے غلام سے کچھ نہ
پڑھا گیا۔ مگر چودہری صاحب اور حضرت سید امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب
یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس

مطابق واقع ہے یا نہیں۔ ہان چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونامون مین تردد باقی نہین معہذا نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدینخان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعۂ نثر اور کلیاتِ نظم فارسی اور کلیاتِ نظم اردو سب نسخے اُسکے کتب خانہ مین تھے وہ کتب خانہ لُٹ گیا۔ ڈر کر عرض کرتا ہون بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا اُس مین سے ایک ورق نہین رہا۔ ہان چھاپے کی پنج آہنگین اب بھی بکتی ہین اور معیوب دو عیب ہین ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس مین نہین۔ دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہون کوئی سطر غلطی سے خالی نہین تو اغراق ہے۔ نہ مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہین۔ بہرحال اگر فرمایئے تو لیکر بھیجدون۔ مخدوم زادہ ہائے والا تبار پہلا نام سمجھ مین نہین آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت مین اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت مین سلام مسنون اور اشتیاقِ روزافزون عرض کرتا ہون۔

ایضاً بعد حمدِ خداوند و نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و رواں جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کرون کہ میرا کیا حال ہے اجمالاً تو میری حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہو آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون۔ جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون آج دوپہر کو میر عبد العزیز صاحب آئے مین بے کلاہ و پیراہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا انکو دیکھکر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہون نے جناب شاہ عالم کا خط مع سوداتِ اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسون جاؤن گا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائین خط کا جواب اصلاحی مسودہ لیجائین وہ تشریف لیگئے مین لیٹ رہا دن کے سونیکی عادت نہین ہے۔ جی مین کہا آؤ بیکار کیون رہو۔ خط کا جواب

آج لکھ رکھو۔ اُٹھی کون۔ بکس کھولے کون۔ آخر کون کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی اسکا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائینگے بعد اُسکے انطباع کی فکر ہوگی جب وہ عزیمت امضا پذیر ہوجائیگی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید کو سلام۔ چودھری صاحب کو سلام نہ نیاز صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرح روح سمجھتے تھے باتون کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہوجاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیون ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔ *۔

بنام مولوی عبد الغفور خان بہادر نسّاخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اِس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہون کہ حضرت نے اِس ہیچمیرز ہیچمدان کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا میں دروغگو نہیں۔ خوشامدی خُو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمیٰ ہے دفتر بے مثال اِس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق مین بیباک و گستاخ ہین شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر بصیغہ مبالغہ بے مبالغہ نسّاخ ہیں۔ تم دانا ے رموز اُردو زبان ہو۔ سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو خاکسار نے ابتدای سن تمیز مین اُردو زبان مین سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر مین بادشاہ

دلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر کا عاشق و مائل ہون۔ ہندوستان مین رہتا ہون مگر تیغِ اصفہانی کا گھائل ہون جہانتک زور چل سکا فارسی زبان مین بہت بکا۔ اب نہ فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دُنیا مین توقع نہ عقبیٰ کی اُمید یقین ہون۔ اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب مین کہتا ہون ~

چشم کشودہ اند بکردار ہاے من ‖ زاینده ناامیدم و از رفته شرمسار

ایک کم ستر برس دُنیا مین رہا اب اور کہان تک ہونگا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہونگا۔ مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی مین ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمہ

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ‖ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد

سچ تو یون ہی کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم مین وہ زور نہ رہا۔ طبیعت مین وہ مزہ نہین وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام مین گفتگو کر لیتا ہون۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار مین موافق سوال جواب دیتا ہون۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہان کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اِدھر کی یادی اور مجھکو ارسال نامہ کی سبیل کے بادی ہوئے ہین جبتک مین جیتا ہون نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرنیکے دُعاے مغفرت سے یاد فرماتے رہیئے گا۔ والسلام بالوف الاحترام

بنام مرزا یوسف علیخان صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان کا بوجھ گران جان ہی جانتے ہو۔ واقعی غدر مین میرا گھر نہین لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ بھائی ضیاء الدین خانصاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسوّدات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب نہ اسباب پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ہاں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۸۵۷ع سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ع تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلایق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اسکے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی میر علیخانصاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلایق سے منگا لیں اور ملاحظہ فرمائیں ه

بنام قاضی عبدالجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپکی ارادت میرا ذریعۂ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپکے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اسطرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہمہ اُسکے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اسکے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپکی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ جانیں کہ آپکا خط پھاڑ کر پھینکدیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپکو بھی معلوم ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ ہمیں اصلاح کہاں دیجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اُسمیں بین الافراد و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیے آپکے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہوں اور اُن دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کرکے معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی

اور کورنش بیٹھنا موقوف ہوئی مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل
خوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرعہ طرح کو کیا کیجئے گا اور اس پر غزل لکھکر کہاں پڑھیئے گا میں کبھی اس
محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اسکو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے کہ اب کے
نہ ہو اور اب کے ہے تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام ــ

ایضاً قبلہ آپکو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔
ڈاک انگریزی ہے۔ ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجھکو جو
دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلّہ کی حاجت نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں
کہ آپ لال کنواں لکھتے ہیں اور مجھکو بلیماروں میں خط پہنچتا رہا خلاصہ یہ کہ خط آپکا کوئی تلف نہیں ہوا جو
آپنے بھیجا وہ مجھکو پہنچا ــ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کیا لکھتا اب آپنے تنبیہ کی نامہ نگاری
چھوڑ کر ... بھی پیدا کیا ہے جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔ اب کے آپکے خط میں
تین مطالب ایسے تھے کہ قابل جواب تھے ایک تو وہ رباعی جو آپنے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ ہے ــ اور کورنش و آداب۔ دوسرا مطلب پہنچنے کا تھا سو اسکا جواب لکھا گیا
تیسرا امر جناب مولوی امتیاز علی خاں صاحب کا ہے۔ ہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا یہ
مجھکو بڑا رنج ہوا۔ مگر آپ ملیں تو میرا سلام کہئے اور میرا ملال ان سے بیان کیجئے مجھکو ہر روز قلعہ کو
جانا ہوتا ہے ظاہرا وہ یوں تھا اوّل روز ملے ہونگے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر
رہتے ہیں۔ مولوی صاحب پہنچے تھے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے جاتا ہوں اور دن ڈھلے آتا ہوں

ایضاً پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس کا فقیر تکیہ دار ہوں سید مشتی کی ... کہو جی
... آیا میں کہاں اور دلی کہاں۔ ... یہاں پہنچا بہ شرط حیات آخر ... دلی جاؤنگا
تماشہ گاہ دلی کی سیر کہاں خود اس تماشہ گاہ کی سیر سے جسکو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا ہے

عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ۔

ایضاً قبلہ آپکا اکیسویں پہنچا۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالہ کردی ہے خدا کرے بحفاظت آپکے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتواں گویا نیم جان رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس جیا ہوں اور کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانیوالا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہوگئی۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھکو قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب اگرچہ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس [illegible] میں زائل ہوگئی اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں۔ [illegible] شعر و سخن [illegible] روان [illegible] اس مہینے میں [illegible] شعر [illegible] اور [illegible] آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ لفافہ [illegible] تحریر [illegible] پایا۔ حضرت کے [illegible] خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی حکم تخفیف میں آخر کرلی گئی تو [illegible] ٹل جائیگا آپکو مبارک آپکا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو لفظ ابن الحال کا ہے جگہ میں وکیل ہونیکا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپکو اسکا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل ہیں محکمۂ [illegible] رہیں گے صدر امین اور سشن جج میں کام کرینگے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ بدستور ہوں۔ دیکھئے کب تک جیتا ہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام بالوف الاحترام۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خان صاحب [illegible] کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں۔ پھوڑا پھنسی کہیں نہیں ہے مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعف کیونکر نہ ہو [illegible] برس [illegible] ہوں [illegible] اپنا خون [illegible] کہاں جواب پھر نویسیدم [illegible] ہے۔ بہر حال زندہ ہوں اور [illegible]

اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا ممنونِ احسان۔ والسّلام مع الاکرام ۞

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مُردہ۔ آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں۔ اصل صاحبِ فراش میں ہوں۔ بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہے۔ کفِ پا و پشتِ پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی میں پانو سماتا نہیں۔ بول و براز کیواسطے اُٹھنا دشوار ہے یہ سب باتیں ایکطرف دردِ محلّلِ رُوح ہے۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگِ نو کا مزا چکھتا رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورتِ زیست کی نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں رُوح میرے اب جسم میں اسطرح گھبراتی ہے جسطرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں۔ کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت رُوح سے نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیانِ واقع ہے۔ خرّم آنروز کزیں منزلِ ویران بروم۔ ایسے مخمصہ میں اگر تحریرِ جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا۔ میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بُروں کو اچھا کہنا۔ اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ کے ورود نے شاد ماں کیا مگر مبہم نگارشِ نثر تھی اُنھوں نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا ہے کیوں لکھا۔ اہل کو دو آم کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ بذاتِ خود حادث ہو حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بیمزہ ہے۔ آم کہاں سے ہوں نہ جھاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو۔ جناب اسکا خیال نفرماویں۔ اپنے کشف کو غلط کر دونگا برشکالِ آئندہ تک جیوں گا آپ کے موہنی آم کھاؤں گا۔

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجکو یاد کیا۔ سالِ گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور گیا تھا مارچ سنہ ۱۸۶۶ء یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں۔ میں نے آپکا خط پایا ہے

آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والیٔ رامپور کو صدہا سال سلامت رکھے اُنکا عطیہ ماہ بماہ مجھکو
پہنچتا ہے کرم گستری اور استاد پروری کر رہے ہیں میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانیکی حاجت نہیں
خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھسے ملے ہونگے مگر واللہ مجھکو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظہ گیا نہ رہا
شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہوگئی ہے ؎ پیری و صد عیب
چنین گفتہ اند ٭ بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو انکی زبان
کے محول تھے بدستور اُنکی تحویل میں ہیں اور مجھتک نہ پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ انکے
کتاب فروش ہیں کہدونگا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ غزل لیکر خدمت میں بھیجدیا
جائیگا ؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ٭ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب و
الغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھواکر بھیجدونگا ۔٭۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپکی خدمتگذاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپکا ہوتا ہے اسکو بجا لاتا ہوں
مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اس زمین میں کہ جسکا آپنے قافیہ و دل لکھا ہے
میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لیکر میرا کلام
گمان کیا ہے ہرچند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں
کہیں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُسکو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی۔ سنیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اَوروں کی غزل
میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیجدیجیے ؎
اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں ٭ میں نے کہا لا حول و لا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھپر لعنت اسی طرح
زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎ اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ٭
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی ٭ میں نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا مطلع ہے اُسپر بقول اُسکے رحمت
خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھپر لعنت۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتگو نہیں ہے

بھلا ان دونوں شعروں میں تمہارا سند کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا۔ اشہد باللہ وہ شعر خدنگ ناوک کے قافیہ کا میرا نہیں ٭

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ غزلیں پہنچ گئیں فقیر کا قاعدہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ آغاز فصل بہار میں ایسے ثمرہای بیش بہا کا پہنچنا تو یہ ہزار گونہ مسرت و شادمانی ہے۔ شعر الشعر اشعار ہے اسکی تعریف کیا کروں۔ کلام اس پایہ میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اپنا لکا کچھ خیال آیا۔ پروردگار آپکو با ہمیشہ یوں ہی پروری و کرم گستری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لکھا۔ آم کے دو ٹوکرے خالی دیکر روانہ کیا۔ یہاں سے اسکو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے ٭

بنام مروان علیخاں رعنا

خانصاحب عالیشان مروان علیخاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھکر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تمکو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنو کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہیگا کہ جفا کیا۔ ہاں پنجابی لوگ یہاں بولتے ہیں کہ ہتھنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام ٭

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایتنامہ پہنچا۔ آپکا لفافہ آج روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ در الم شعر رعنا —

کر دیا ہے مرا نالہ دل چرخ کہن سے ٭ نکلا ہے جو ہم شہر اپنا کے وطن سے ٭ نالہ دل بنا دیا۔ نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں فارسی غزل تم نے بیجا لکھی۔ میر صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا تھا سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب بہیج دیا۔ منشی نولکشور صاحب یہاں آئے تھے مجھسے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند فضول پسند آدمی ہیں۔ تمہارا وہ مداح اور میں انکا ثناخوان ٭

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالیشان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچا دیجئے۔ میں توقع آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپکا تشریف لانا یاد ہے۔ چاہیے کہ ان کو یاد ہو کہ میں نے آپکے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جسکے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں ؎

از بندہ گوہر چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاکِ رہگذر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللّٰہیاں منم	آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ اتحاد اسمی دلیل مودت روحانی ہے۔ اتنی تکلیف میر قاسم علیخاں کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کیطرح دلی آکر مجھ سے پہلے تو چلے جائیگا کچھ ضرورت کو الیہ ہو کلام اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ تیری اندش کی فرق ہو گئیں آپکے کلام میں خلل و تصرف کو بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ	وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور مجھ سے انہیں ہے جو حسب الی الآن ہو چکے ہیں انہیں بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں مکاتبت مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ باقی مکتوبو اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کی مجموع اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عالم میں پھیل گئے حال کی شرح کو کون فراہم کرے جو نثریں کہ مجموع دیکھا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئیں چھپا اور آئندہ ہوتی نہیں کیونکہ جناب حضرت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن مطبوع طبائع ارباب فن فرما لیجئے اور کیسی ہی اقتباس کی تحریر یا تیار کو

پہونچکر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یاد چلا بھی جاتے
نظم و نثر کی فکر کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُسے چھاپا تو قیامت تک
میرا نام و نشان باقی و قائم رہیگا۔ پس اُمیدوار ہوں کہ آپ انہیں نذور محقّرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردوئے
سادہ و سہری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے ہیں اور درویش دلریش و فرومانده کشاکش
معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوا ہوس ٭

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر پا در رکاب ہے آج سہ شنبہ ہے چارشنبہ۔ اِن دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم
رامپور ہوؤنگا۔ تقریب یہاں سے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے
وہاں رہنا ہوگا اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی
ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اُٹھاتا ہوں۔
حسن اتفاق سے اصلاح مخمس کے وقت دوست غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار ختم العلما المتبحرین
مولوی مفتی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاؤہ حضور
کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹتے اور آپکی شیرینی گفتار
و صفائی میں نادرہ عقد البیان اور طرب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپکے
صفات حمیدہ سے واقف ہو کر بہت شاد و خورسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ
بتمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا ٭

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔
قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں
اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں

ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکان میں ایک انگریز صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔
ضیاء الدین خاں اور انکے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے
آدمی کا نام نہیں۔ تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے کمیٹی کی دکانیں
بکتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین خاں لاہور ہیں۔ امیر بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات
نہیں ہوئی۔ آپ کی بیگم کا حکیم حسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور مرزا بیگ الٰہی بخش خاں سے اگر پوچھو
انکی خبر نہ پوچھیں۔ منشی کیلئے ایک خط اور بھیجا ہے اگر سب بھیجا ہے پوسٹ پیڈ کر کے لفافہ
بھیجا ہے چنانچہ قاضی محمد اسمعیل صاحب کا خط جس کا آپنے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے
دیکھا ہو۔ آپ ان سے میرا سلام کہیئے اور خط کے پہنچنے کی انکو خبر پہنچا دیجئے

بنام منشی سید عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا جی اسکو پڑھ کر بالیدہ ہو گیا۔ آپکی تحسین میرے واسطے سرمایہ فخر و افتخار ہے
لیکن امیدوار ہوں کہ یہ تحسین اس نظر سے نہ سمجھا جاوے کہ پیش نظر و معتبر ہے بلکہ اگر دیکھا جائے جو بیچ جو
بھیجا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے بہت وصم ہوں نہ سمجھا کی بات کی تحقیق ہو دیباچہ و خاتمہ
میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی داد
چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے
عاری ہوں۔ لیکن پچپن برس سے جو سخن گزاری ہوں مبدأ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ
میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہوں مطابق
اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ مناسبت خداداد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح ترکیب
پہچاننے فارسی غوامض جاننے لگا۔ بعد تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا
لکھنا کیا ہے گویا اسی کوٹھی میں آگ لگایا۔ لکھنا کیا تھا کہ ہدف ملامت کا ہدف ہوا ہوں کہ بینگالہ

سامعین کا بر سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع اور قاطع برہان کی ایک نمط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لغات فنون نہیں کو قطع کیا ہے جو آپنے اسکو قاطع لقب پایا ہے۔ برہان بیشک غیر کے کسی برہان کو قطع کرے کیونکہ برہان قطع نام پائیگی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کو کام آئیگی۔ قطعہ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اسکا گہنا ہے جو ایک نئے اعصاب کا تیار ہوا اور میں خاطر بردار ہوں بعد عرض سلام کے شعر پسندی کا شکر گزار ہوں آپکے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کیجئے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ تمہارا رقعہ پہنچا۔ جو وہ لکھنے کی غفلت سے ہوا کہ مع عیال و اطفال جیتا ہوں بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں قلم ہاتھ میں لیے بہت جی لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لینگے ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نواسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اسکی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور جنت والی تھی۔ تمہاری استانی تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء

ایضاً میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں بھاگ نہیں گیا۔ نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں کسی محکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں نہیں آیا۔ آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیر زمان خاں نے مجھے آگرہ سے لکھا ہے ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے اسکے مجھکو بھیجا تھا سو اسکو تمہارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں اگر پہنچ جاوے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا

ایضاً صبح شنبہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۶۵ء - اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچے
تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے تشویش ہے - خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست
ہوں - دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہیں شام کا کھانا بھی
سویرے آتا ہے کئی طرح کا سالن - پلاؤ - متنجن - پسندے - دونوں وقت روٹیاں خمیری - چپاتیاں - مربے
اچار - میں بھی خوش لڑکے بھی خوش - کلو اچھا ہو گیا ہے - سقا مشعلچی - خاکروب سرکار سے متعین ہے
حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے - آج تک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں تعظیم تواضع اخلاق کسی بات میں کمی نہیں
ظہیر الدین میاں بہادر کو دعا پہنچے - یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحبہ کے پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ
اور اُنسے کہیو کہ وہ بات جو میں نے تمسے کہی تھی غلط ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے - باقی خیر و عافیت ❊

ایضاً میاں تمہارا خط پہنچا - آج میں نے اسکو اپنے خط میں ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا - تم جو کہتے ہو کہ
تمنے کبھی مجھکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب بھی نہ لکھتے - انصاف کرو کہ اب تو کیا
لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو بتاؤ لکھا تھا کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا
ہوں بس اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا ظہیر الدین کو دعا
کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا - تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو تمہاری ماں
دعا کہتی ہے اور دعائیں بھی کہتی ہے حسین علی خاں سلام کہتا ہے اور انکو دعا کہہ دینا - اسد اللہ نجات کا طالب شنبہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء

ایضاً میاں تمکو مبارک ہو کہ حکیم چھٹے پر وہ سپاہی جو لڑکا اور پہرہ پر تعینات تھا اٹھ گیا اور انکو حکم ہو گیا کہ اپنی
وضع پر رہو - مگر شہر میں رہو باہر جانا ہو تو اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور [illegible] کچہری میں حاضر ہوا کرو
چنانچہ وہ آج [illegible] آگے [illegible] مکان میں [illegible] آنکی زیارت کو
جی آنکے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر اندازا چلا جا نہیں سکتا [illegible]
سنا ہے کہ وہ فلانے کے پاس آئے ہیں [illegible] ملاقات [illegible] چلے جائینگے [illegible] مر گئے

ایضاً میاں بہلی ظہیرالدین کا حال لکھو اور حکیم صاحب کی حقیقت لکھو کہیں اور جائینگے یا یہاں آئینگے
اگر یہاں آئینگے تو کب تک آئینگے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور اسمیں لکھو کہ تم نے غالب کے
خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میر خط کا جواب نہیں لکھتے
خدا جانے مجھ سے کیا تقصیر ہوئی ہے نجات کا خواستگار اور تمھارے رقعہ کے جواب کا طالب غالب ٭

ایضاً بھائی میں تمکو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے پھوڑا بدستور ہے
بستا ہے خیر تحمل اندیشہ نہیں ہے برس دن کی ماندگی نکل جائیگا اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہوں قبض کی
وہ شورش جاتی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے بہرحال سے مرگیست بنام زندگانی چمن
عوض کی جگہ ہے ایک مکان جو دلکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا تماشہ۔ دو کمرے۔ دو کوٹھریاں آتشدان
صحن وسیع۔ اسکو چھوڑکر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو
بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع۔ گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خور کا بچہ
ہگ رہا ہے کہیں بیل بندھا ہوا ہے کہیں گھوڑا بندھا ہوا ہے عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں
تمنے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا۔ میں خدمتگاری کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری و مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر اوسے
مجھکو کہنا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھکو کچھ نہ آئیگا بفرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ سو وہ بھی مجھکو
بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے وہ انکا قرض ادا کیا جائیگا۔ اچھا تا اگر چلا [illegible] کر پانسو روپیہ
کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دیکر مجھکو لکھنا باقی کیونکر اور کس طرح
کہیں کس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی نے نیا خیالی پلاؤ پکالیا۔ اب داد دو۔ نواب صاحب کا اخلاص اتفاق
رہنا ضرور ہے آج منگل کا دن ۴ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ہے کھانے کی اور گھوڑوں اور بیلوں کے
کھانے کی نقدی ہوگئی لیکن اسمیں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی ہے جشن شروع ہوگا

اس باسٹھ برس میں مر گئی۔ خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی مرا جاننے والا نہ بچیگا۔ اس رو سے اگر
جو دوست اب باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احباب میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے
کیا معنے کہ جو میں مروں تو کوئی میرا یاد کرنیوالا اور مجھ پر رونیوالا بھی تو دنیا میں ہو۔ مصطفےٰ خاں کا
حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مرادآباد میں چھوٹ جاویں ورنہ حبس ہفت سالہ کی تاب اس نازپروردہ میں
کہاں۔ احمد حسین میکش کا حال کچھ تمکو معلوم ہے یا نہیں مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں
تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست رکھتی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں
ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بیگناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چولھے علیحدہ مجھ
مجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوشحال رہتا۔ بچوں
خبط ہے جو میں کہتا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا نہوگا۔ احتمال تفتیش و تقسیم بشرکت بچہ صورت
اجرای پنشن میں سوچتا ہوں اور وہ موہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزہ دیتا ہے۔ شعر
ما یاس سحر نویدی و صبح بار او ہم سپیدی ✽ چو حاصل است نا امیدی غبار دنیا بفرق عقبی
جی چاہتی باتیں کرنیکو چاہتا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

ایضاً جان جانان و از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ
معلوم ہوا کہ بعد قتل ہوئے ذکاء اللہ وغیرہ کے کہ وہ اس میں عزیز بھی تھے یہ سب ناں کہ گئے
عورت نہیں معلوم کہ کیونکر نکلے۔ پیادہ یا سوار تھے تنگدست یا مالدار۔ مستورات کو تو تکلیفیں دی گئی
ذکر کا حال کیا ہوا اور پھر راستے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں پہنچے۔ سرکار انگریزی
میرٹھ سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں۔ فضل حسین
خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی
خلیل اللہ خاں مرحوم کا خویش ہے اسکی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں اُنکا حال ہے

پھر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپکو معلوم ہو تو وہاں کا حال بالتفصیل لکھیے۔ خواجہ جان الحق خواجہ جان
کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضرور ہی تحریر فرماؤ۔ وہاں جہاں آپ جاتے ہونگے علی محمد خاں کمیدان
جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ پتا اسکا بھی دریافت ہو تو میں اسکا خیر طلب ہوں۔ جواب طلب غالب

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تمکو شیر زمان خاں نے دیا ہوگا۔ ظہیر الدین خاں نے کسی سے کہا
ہوگا۔ کہو کسی طرح شہر میں تمہارے رہنے کی بھی ٹھیری یا نہیں۔ تیس تیس کوس ادھر اُدھر کوس کا پھیرا ہے
میری جان تم شہر میں رہنے نہیں پاتے۔ مجھکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا باجازت سرکار نہیں ہے
اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر کیا کروں کیونکر وہاں آؤں۔ شہر میں تم پہنچو تو جرأت کرکے تمہارے
پاس چلا آتا۔ شیر زمان خاں صاحب ایکبار ملنے آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤنگا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے حکیم
والد کی رہائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تمسے ملیں تو میرا سلام کہنا اور انکو میرے پاس بھیجنا اور تمکو انکے والد کا
جو حال انکی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھکو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دعا۔ اسد غالب

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہے۔ خدا تمکو مبارک کرے۔ بیٹا ہے ہمارا
بھی ان معنوں میں جو کہ لکھا ہے۔ یہ بھی ایک نئی بات ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔ مجھکو وہی کمشنر نے بلا بھیجا تھا
صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر میں تم کہاں تھے جو سنا ہے وہ کہہ دیا۔ وہ ایک خط آدھ ولایت بھیجنے کو پڑھ سکے
تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ الہ آباد سے مشن کا بحال بیقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر پنڈی رہتی کب ملے گی
نظر نہیں آتے۔ میاں ابوالحسن کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تمکو معلوم ہوا ہو
اور جو معلوم ہو جائے اُس سے مجھکو بھی اطلاع دینا۔ غالب

ایضاً بخدمت سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں کو میری دعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی تم
پہلا خط کیوں نہ لکھا کرو۔ خط لکھتا ہوں میرا بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہو لینے آدمی کے ہاتھ لکھ
بھیجا ہے کہ ان تک پہنچے ضرور نہیں۔ ڈاک گھر تمہارے گھر کے پاس ہے ڈاک منشی میرا آشنا ایک کام کرو آج یا کل

ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہوں وہ لو۔ سانگلی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور سر بمہر کر کے کلیان کے ہاتھ میرے
گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں تم دیکھو وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین
خاں کو دعا کہنا۔ اب میرا حال سنو تعظیم و توقیر ملاقاتیں تین ہوتی ہیں ایک مکان کہ وہ تین مکان ہیں مجھ کو رہنے
کو ملا ہے۔ یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں
کھپریل سارے شہر کی آبادی ایسی ہے جو مکان مجھ کو ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ گفتگو
درمیان نہیں آئی ہے خود انہوں نے ابتدا نہیں کی اور میں نے بھی بالمشافہ نہیں کہا مگر بواسطہ کارپردازان
سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی
صورت قرار پائیگی لیکن آجتک کہ جمعہ آٹھواں دن میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا
دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سبکو کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر
کس منہ سے ادا کروں۔ ایک دریا ہے کوسی۔ سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا
شربت ہے۔ صاف۔ سبک۔ گوارا۔ سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمے سے محفوظ
ہوں۔ صبحکو بھوک خوب لگتی ہے لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت دو دن سے
کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ء۔

ایضاً میاں تمہیں خیال گیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح کے وقت
یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسیوقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں۔ یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر
کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اسکا یہ ہے۔ از دفترخانہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے کہ عرضی دینے والے
کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے۔ از کیمپ لودھیانہ
۲۸ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ سے مراد آباد آیا چاہتے ہیں
مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن میں پھر آئینگے اگر انکی ملاقات کو مراد آباد

جائینگے۔ میں بھی ساتھ جاؤنگا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلّی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمہیں لکھونگا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تمکو جو خط لکھتا ہوں گویا تمہاری اُستانی کو لکھتا ہوں۔ کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سُناؤ۔ اُنکو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بحرف پڑھ سُناؤ۔ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں کبھی مجھکو ستاتے ہیں۔ بکریاں کبوتر بٹیریں تُکّل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اُٹھا ڈالے پھر برسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہمکو قرض حسنہ دو۔ ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا۔ آج ۱۴ ہے مہینا دُوبھر ہے دیکھئے کے بار قرض لینگے یہاں تک نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائیگا وہ مفصّل تمکو لکھونگا اور تم اپنے والد کو سُنا دینا اور ہاں بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی میں نے تو وفادار اور جلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیجدی ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۴ فروری ۱۸۶۱ء ؁

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا آگرہ جانا میرا خط اُسکا موسومہ تمہاری پاس پہنچا اور اُسکا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی دادی کا بعارضۂ سُرفہ و سعال رنجور ہونا کدارناتھ کا مجھسے خفا ہونا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن ہے میرے واسطے دریوزہ نقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تمنے کیوں کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُسکی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ ایک نسخہ اُسکے پاس با اللہم کا ہے وہ بھجوا دو اور خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھسے کیا خفا ہوگا روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائیگا خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک دیا اور حچھا پیسے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کسطرح لکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔ شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ ابکو لکھتا ہوں

ستمبر کے بھر دی آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر ۱۸۶۱ء آکر دونگا۔ بلکہ اگر موقع ملے گا تو یہ سب یہاں سے
بطریق ہنڈوی بھیجدونگا۔ اسمعیل خاں صاحب کو میری دعا کہو اور کہو ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوادیں اور حویلی کے
پاخانہ کی صورت درست کرادیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی اور محسن
نہیں اور پھر وائے محرومی کہ مطلب برآری نہو خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان زہر قاتل ہے فضل اللہ خاں
میرا بھائی ہے اُسکا احسان مجھکو گوارا سو بار اس سے کہا اور ہزار بار کہونگا۔ خیر جو ہوا سو ہوا اب آپ اُن سے
زنہار نہ کہیئے گا اور نہ لکھیئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والآ لا۔ نواب صاحب دورے سے آج شام کو یا کل آجاینگے
جشن جمشیدی کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ نجات کا طالب غالب یکشنبہ ۱۷ نومبر ۱۸۶۱ء۔ صبح کا وقت۔

ایضاً شنبہ ۴ ذیقعدہ۔ یکم اپریل۔ میاں تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر لیکن میرا حال سنو اور اپنے وہم و قیاس
پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر الدین کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اُسکا جواب لکھ رکھا دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا مضمون
بتغییر الفاظ یہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اُسکا سبب یہ کہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہے اور میں
احتراقِ خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمہارا خط آیا۔ تیسرے دن اُسکا جواب بھجوادیا۔ مضمون یہ کہ تم سے
تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھکو خط لکھا
پس ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پہونچے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ
میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخوپور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا۔ میرا کیا قصور
البتہ سرنامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا
ایسے وقت تمہارا خط آیا۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں
اور پچھوا منگواتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پرزہ لایا
یہ سرنامہ کا لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیجدونگا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا۔
بیٹا اس وقت مجھ میں دم نہیں دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہوں

چھوٹے پر لعنت۔ تو بھی کہیں شیخ یا دہ۔ نواب مصطفیٰ خاں کل شہر میں آگئے مع قبائل آئے ہیں فتح گڈھ میں چھوٹے لڑکوں کے ختنے اور ذی الحجہ میں صحیح علیخاں کی شادی کرینگے آج پانچواں دن ہے شہر میں [illegible] اور بڑے کبھی کبھی یہاں بھی رہتے ہیں۔ لفٹنٹ گورنر بہادر جلد یہاں آئے دربار کیا۔ میری تعظیم اور خلعت عنایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لوگے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے تو میں اس نکٹے کے قصہ میں الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں تم کو میری جان کی قسم بدل توجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر صورت سعی خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملیگا اور میں تمہارا ممنون ہونگا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میاں یہ غنیمت ہے کہ اس دن مراد نگر میں تھا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے مجھ کو ایک دن رکھ لیا۔ آج شنبہ ۱۰ جنوری یہاں مقام ہے۔ نو بج گئے ہیں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے۔ خوب پیٹ بھر کر کھاؤنگا۔ کل شاہجہاں پور پرسوں گڈھ مکتیسر ہوگا۔ مراد آباد سے پھر تم کو خط لکھونگا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے آپکی ڈاک کو بھجوا دیئے ہیں تم ان کے نام کے خط کو لیکر ڈیوڑھی پر جانا اور شہاب الدین کو پڑھ کر سنا دینا اور خیر و عافیت کہہ دینا۔ جناب خانصاحب کو میرا سلام نیاز اور جناب الہی بخش خاں کو دعا کہہ دینا۔ ہاں بھائی تم اندر سے [illegible] کو مقامات مفصلہ کا [illegible] جو تم پوچھا [illegible] اس سے [illegible] کہہ دینا کہ رام پور گیا [illegible] معلوم ہو جاوے [illegible] شنبہ ۱۰ جنوری [illegible]

ایضاً برخوردار حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب [illegible] کی دعا [illegible] پہر دن چڑھا [illegible] رامپور پہنچا [illegible] جمادی الاول [illegible]

دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور رتھ اور آدمی سب پہنچے ہیں آپ آگے جاتے ہیں رات بخیر گزرے بشرط حیات
کل رامپور پہنچ جائینگے گھبرایا ہوا ہوں تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی
استانی سے کہنا۔ مرزا شہاب الدینخاں کو نواب ضیاء الدینخاں کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو
پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین کو دعا سے خفا ہوگا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علیشاہ کی دعا
پہنچے۔ کہو میاں تمھارا مزاج کیسا ہے اور تمھارے بھائی مرزا تفضل حسین خاں کیسے ہیں اگر
تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا۔ اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ تمھارا خط
میرے خط کے جواب میں تھا اسمیں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی
کے پاس ابھی چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ مرزا شہاب الدین خاں نے
اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدارناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ
وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھکر جلد بلکہ
دیر مت کیجیو۔ خط کے جواب کا طالب۔ غالب

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام [illegible] غالب

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہان [illegible] تسلیم بجا لاتا ہوں [illegible]
ہزار زبان سے اس توجہ کے مرحمت فرمانیکا شکر [illegible]
دم بند اور بجنک گرفتنگ سے بجلی گر پڑی۔ [illegible]
استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ [illegible]
وہ توجہ کہ بغیر ان عوارض کے صرف [illegible]

آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھوڑیں اگرچہ انہیں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف آگ کی آواز پیدا ہے
نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائی دے دشمن
سنے تو ہیبت سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے مگر ہمیں یہی کہنا بن آتا
ہے کہ گولہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی قدرت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ
روبرو آئے وہ ڈھ جائے۔ دانا آدمی سے زنجیری گولہ کہتے ہیں کہ توپ میں سے نکل کر پھر اس میں الجھ رہتا ہے
اچھے میرے چچا جان یہ توپ کسنے بنائی اور بنانے والا کہاں سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے
اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے۔
اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عزت و کرامت رکھے ؏

بنام نواب میر ابراہیم علی خاں صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمتگزاری میں تکاہل واقع ہو جائے تو معاف ہوں
خاصہ کبھی نہ ہوگا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں
پہنچ جائیگی ضعف اعضا اور وہم مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ
میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی پہنچیں دیکھئے اس سہو کو کہ کسکی
غزلیں کسکو پہنچیں مزا یہ ہے کہ اتنا بھی یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے
شاید ان بندۂ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہونگی خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کیطرح
کے پاس بھیجدیں تو میر صاحب مجھے نہیں بھیجدیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ان غزلوں کو جواب آئے ہیں لکھونگا
پیش نظر اسکی عمر کی خوبی ہے آپ میر صاحب قبلہ کو خط پہونچا دیجئے۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲؍ اکتوبر ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علیشاہ کا سلام وہ غزل جسکا مطلع یہ ہے
سے عشق قتل سے [illegible] بھیجے اور قصور معاف کیجئے یہ غزل جو اس غزل کے بعد بھیجی

فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں میر صاحب قبلہ سید عالم علیخاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب
کے مہینے میں وطن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیری باپن آؤنگا آج بحساب جنتری ۲۷ اور ازروی رویت ۲۸ رجب
کی ہے غزلیں انکی موجود مگر بھیج نہیں سکتا آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا
جو اب بجا نہیں اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے ہتھ پانو میں شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبار ادویہ
مفقود محض صبح کو پان سات بادام کا شیرہ ۱۲ بجے آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے بس آگے خدا کا
نام ہاں حضرت جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان الصفا احباب سے معلوم ہوا اور عدم
علم باعث توزع ضمیر ہے متوقع ہوں کہ اس قیل و قال کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشیے
اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا۔ اسد اللہ بیدستگاہ۔ پنجم دسمبر ۱۸۶۲ء
رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علیخاں صاحب کو بندگی۔ غزل پہنچتی ہے خط از روی حقیقت سرنگ بھیجا ہے قبلہ آپکے بھائی صاحب
میر عالم علیخاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں کہ اپنی غزل نہیں بھیجی یہ امر انکے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپکے دادا
کا غلام اور خدمت بجا لانیکو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ نہم ربیع الثانی ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و بجناب میر ابراہیم علیخاں بہادر کورنش مقبول باد
تصویر مہر نیم روز مجھے پہنچی اور میں نے رسید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپکو اسکے پہنچنے میں تردد ہے امسال فقیر نے جو اپنی
خاکساری کی تصویر میاں دادخاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی دونوں غزلیں بعد
اصلاح کے بھیجتا ہوں اپنی غزل آپ رکھ لیں اور سید صاحب کی غزل انکو حوالہ کر دیں نجات کا طالب غالب

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب و قبلہ الاماثل عالیشان نواب سید ابراہیم علیخاں بہادر
مدظلہ العالی بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپکے
گھر مولود مسعود پیدا ہوا میں ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہوں نے یہاں

بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا اور تین قطعے تاریخی بہاری لال مشتاق اور میر فخر الدین مہتمم مطبع نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیں چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں رباعی

حق داد بسید زپئے آسائش	فرخ پسری کہ واجب ست آرایش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش	ارشاد حسین خاں کہ باشد نامش

قطعہ

غالب چو ز سال سنین ہجری	معلوم کن از خجستہ فرزند
چوں یکصد بست و چار ماند ۱۲۴	این ست شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ھ ہے جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے سنہ ۱۲۸۵ھ لے لئے تو ایک سو چوبیس ۱۲۴ بچتے ہیں انکو بیٹے کی عمر دعای عمر مولود قرار دیا حقیقتاً اس مولود کو تمہارے لیے میاں منی عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب ؎

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یا رب یہ ایک خط جو مجھکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہار آشنائی ہے میری طرف سے بیگانگی ہے کہ مجھکو انکی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی خانہ لُنیا خراب عشرہ ثمانیہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں شاید اگر جیونگا تو ہوسکا بھی مجھکو علم نہ ہوگا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں ۸۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی میں سے حافظہ زائل۔ بسبب نسیان مجھے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپکو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھدونگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے مولوی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ انکا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر انکے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھکو یاد دلاتے رہتے ہیں نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ نامہ بنام میرے فرمایا ہیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہرحال تمہارا دعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط

جواب میں کچھ ایسا لکھو کہ تمکو پہچان جاؤں کب ملے تھے کہ ملاقاتیں ہوئی تھیں تحقیق سے راز جان جاؤں شہر کے
شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو تخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال
بطریق اجمال یہ ہے کہ سیاحت سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں بیوفائی کا داغ نہیں لگا
ہے ہمنشین قدیم کو بدستور حکیم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں۔ دیکھیے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں
یہ مکرم مخدوم آپکے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالیمقام ظاہرا بہت درویش نواز ہیں کہ اس گمنام
گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام باشتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام راقم جواب کا
طالب۔ اسداللہ المتخلص بہ غالب

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب یاد کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور
تمہارا دعاگو ہے تمہاری نثر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگزاری منظور ہے

ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے	عشق نے غالب نکما کر دیا

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ ضعف دماغ۔ فکر مرگ۔ غم عقبیٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اب وہ نہیں
ہوں نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی درخشندگی کہاں۔ بوڑھا
پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں لوا سکتا۔ بہرحال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام
بھیجا کریں بہا سنے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کریگا۔ غالب۔ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تمام امت مرحومہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبلہ و کعبہ
جب آپ مجکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر آپکو کیا لکھوں۔ خدا کیواسطے غور کیجئے کہ قبلۂ قبلہ اور کعبۂ کعبہ کیا ترکیب ہے
چونکہ آپنے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجئے زنہار قبلۂ قبلہ کبھی نہ لکھیے یہ
شیوہ ادب کے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ۔ آپکا عطوفت نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیہہ پہنچا اور آپکی

دیر ہی کا سبب مجکو معلوم ہوا - اب اسکا خیال رکھوں یہ آپکو معلوم ہی کہ آپکے کسی خط کا جواب میری
ذمہ باقی نہیں ہی دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا اسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوگئے اور میرے
پاس نہیں پہنچے * بہار گلستان احمد حسن * یہ سچ کیا بڑا ہی * مل حیدر و جان احمد حسن *
یہ اس سے بھی بہتر ہے - انہیں دونوں میں سے ایک سجع مہر پر کھدوا لیجیے - غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہی

ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے - غزل ہم سی لکھ گیا ہوں دونوں غزلیں
پہنچتی ہیں جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف ابھی نہے انکو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ حضرت جناب
مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے - کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا اور بکاریاں ہوئیں
آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا - نوکری موقوف - جائداد ضبط - ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے
فنانشل کمشنر اور لفٹننٹ گورنر نے از راہ ترحم نصف جائداد واگذاشت کی اب نصف جائداد پر قابض ہیں
اپنی حویلی میں رہتے ہیں - کرایہ پر معاش کا مدار ہے - اگرچہ یہ جائداد انکی گذارے کو کافی ہی کسواسطے کہ
ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش چپراسی کی اولاد انکی عترت
ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغبالی سے نہیں گزرتی - ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہی
عشرہ ثامنہ کے اواخر میں ہیں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں غالب یکشنبہ ١٩ جنوری ١٨٦٢ع

ایضاً سید صاحب قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا - پس و پیش ایک لفافہ نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیخاں صاحب
بہادر اور ایک ملفوف نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیخاں بہادر کا پہنچا - میں حسن علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد
لیکن بوڑھا و ناتواں و مسلوب الحواس ہوں بے سر و سامان خدمت بجا لانے میں عذر کروں تو گنہگار رند
و توقف کا مضائقہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا - خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور
سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین
علیہ الرحمہ کا حال پوچھتے ہو - این قدر آگاہ و خود رہ گار را قصاب بندہ و قصاب در راہ مرو -

بادشاہ کی دم تک یہ باتیں تھیں خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اس طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا سوئی کا تاگا پشمینہ کا بال باقی نہ رہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا ایک اچھے گانو کی آبادی تھی اُنکی اولاد کے لوگ تمام اوس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر اُسکے سوا کچھ نہیں وہاں کی رہنے والی اگر گولی سے بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں اُنکے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے۔ اب جب یہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہوسکیگا۔ سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی تو اتحاف وہدایا تکلف محض ہے۔ فقیر بے سوال ہوں اگر کچھ بھیجدیں گے رد نہ کرونگا مگر پیش نظر تکریم حقیقی کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیجدیں والسلام۔ از اسد اللہ۔ روز شنبہ یکم ستمبر ۱۸۶۶ع

ایضاً پیرو مرشد۔ تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوانِ ناگشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفیٰ خاں کا آنا مجکو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ اُنہوں نے از روے مشاہدہ میری خستگیٔ تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیماری اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اُسکا جواب لکھونگا۔ جب غزل آئیگی اُسکو دیکھکر پھر بھیجونگا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفیٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپ کو بھجوادینگے۔ آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۳ جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت پیرو مرشد ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے موافق جواب آداب نہ ہوئے ہوں تو موجب ملالِ خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب	آنچہ از پائے نیامد ز عصا مے آمد

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں۔ میں نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گوی دولت کو دردولت پر جانا واجب ہوا ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہاں پہنچا بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد میں صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ مردہ ناتواں تھا ویسا ہی ہوں۔ جواب خطوط مجمعہ لکھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علیخاں مبرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ

این سلسلہ از طلائی ناب ست	این خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم گر جاری ہے آپکا حکم بے تکلف بجا لاؤنگا جناب میر ابراہیم علیخانصاحب اور حضرت میر علیخانصاحب کی خدمتگزاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا اسوقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب لکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے جب اسکا جواب آئیگا تب فقیر حکم بجا لائیگا۔ اسد اللہ۔ چارشنبہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد۔ آپکو میری حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ رعشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا تعالی نے فرض اور پیغمبر نے سنت معاف کر دی تھی میں متوقع ہوں کہ میرے دوست حد اصلاح اشعار معاف کریں خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھا کرونگا۔ زیادہ حد ادب۔ راقم اسد اللہ خان

ایضاً پیر و مرشد۔ یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں آپ پر اور میر ابراہیم علیخاں اور میر عالم علیخاں پر میری جان نثار ہے مضی ما مضی اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیجا کیجئے اسی طرح میں [illegible] بعد اصلاح بھیجا کرونگا مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ منظومہ ارسال فرمائیگا

اسکی اصلاح میری وسع کر باہر ہے میرا شیوہ نہیں ہے خط بیرنگ بھیجدینا۔ یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہوں کہ بھیجی میں کہ پیڈ کے تلف ہونیکا احتمال ہے اور بیرنگ کا نہیں اسد اللہ شنبہ دوم جون سنہ ۱۸۶۳ع ٭

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارے نے کل دو خط ایکبار پہنچائے ایک آپکا خط مع غزل دوسرا ایک نواب میر ابراہیم علیخاں کا خط مع غزل آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں ایکبات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہوں نہ اسکو پھاڑ سکوں نہ پانی میں ڈبو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بتغیر ردیف ایسی ہے کہ آپ ان قافیونکا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے آپ اگر غزل لکھیے اسکو ہرگز دیوان میں نہ رکھیئے یہ بھی اسی ضمن میں مناسب ہے کہ میر ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط میں لکھ بھیجی آپ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل مُسلا کر سوئے اور بنا کر سوئے اور تاریخہای بنائے مسجد دیکھکر اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیئے۔ ایسا کے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہماری محسن کو ملا ہے کہ ان سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے آگے اُس راج میں حسام الدین حسین بڑے معزز اور مکرم متوسل تھے اور میر صلح جاگیریں کہتے تھے۔ سید ابراہیم علیخاں صاحب اُسی خاندان میں سے ہیں اور ہاں یہ بھی لکھیئے کہ میر عالم علیخاں کو انسے اور آپکو دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب خط بھیجیئے تو اہل کلکتہ کیطرح آدھا آدھا دوبارہ کر کے نہ بھیجیئے گا۔ میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے لوٹ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں پہنچکر گیا اسکا ہے کہ تلف نہ ہو اسد اللہ

ایضاً حضرت یہ آپکی جدید مسجد کا غلام تو مرلیا۔ کثرت احکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو روپیہ کے ٹوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب کی غزل جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

علی علی جو کہا تا سحر تو تُوں نے مجھے
کہ ذوالفقار سے کشتی ہے آپ بھاری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اسکا تقاضا کیئے جاتے ہیں۔ غزلیں آپکی برستی ہیں کہاں تک دیکھوں

آپکی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں بہتر برس کا آدمی پھر رنجور دائمی غذا یکقلم مفقود آٹھ پہر میں ایکبار
آب گوشت پی لیتا ہوں نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں
فرق۔ رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کاغذ رہا وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی
ہوئی کہیں رکھکر بھول گیا ہوں خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپکے خط میں پہنچا روپیہ وصول ہوا
معا خرچ ہوا۔ انکی ایک غزل ساری رات ہماری رات۔ جسکا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح
بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل انکی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں
یاد ہے کہ آئی ہیں اگر ملجائینگی تو بعد اصلاح بھیجونگا۔ آپکی غزلیں شمار سے باہر ہیں کہیں ہیں دیکھونگا
کتابوں میں ڈھونڈھونگا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحب اسکا التزام کریں کہ ایک غزل ایک خط میں بھیجیں
جب وہ اور اسکا جواب پہنچ جائے تب دوسری غزل خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو
آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں از روئے احتیاط بیرنگ
بھیجتا ہوں۔ اسد بیرنگ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۶ع

ایضاً سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کو سلام پہنچے۔ وہ
جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب
نیمجاں ہوں۔ خط لکھ نہیں سکتا ایک لڑکے سے یہ چند سطریں لکھوا دی ہیں جو میں
کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے آپ سید ہیں اور بزرگ ہیں میرے حق میں دعا کریں کہ اب
بہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی صحت اور طاقت
عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجا لاتا رہوں۔ غالب۔ ۳ جولائی ۱۸۶۶ع

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کی بندگی مقبول ہو
اور میری عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخاں بہادر کیخدمت میں میری بندگی عرض

ہماری بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجا لانی نہیں ہوسکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہونگا عنایت کی نظر رہے میری جان یہ جو آپنے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونیوالا ہے مجھکو تاریخ تولد کا خیال رہیگا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کرلونگا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہوگی ہوگی وہ بھیجدونگا اور یہ جو آپنے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کیواسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل دل منظور ہے۔ جس مہینے تک میں نہ ہوں اس مہینے تک خدمت بجا لاؤنگا۔ ۱۷ جولائی ۱۸۶۶ء

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب برباد پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجھکو دیڈالو تمکو مبارک رہے مجھکو مستعار دو۔ میں اسکو دیکھ لوں جو میرے پاس نہیں ہے اسکی نقل کرلوں پھر تمکو واپس بھیجدوں اسطرح طلب پر نہ دینا دلیل اسکی ہے کہ مجھکو جھوٹا جانتا ہے میرا اعتبار نہیں یا کہ مجھکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دیدو باللہ باللہ ان میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کرکے تمکو بھیجدوں۔ اگر تمکو واپس نہ دوں تو مجھپر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تمکو آفرین۔ غالب

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت ہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو برحق مان کر اور موید غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی کو

اخبار میں آئی ہی یہ بھی دلیل آشنائی ہی کیا فرض ہی کہ جبتک دید وادید نہ ہولے اپنی کو بیگانہ بلکہ گر سمجھیں البتہ ہم
تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہی خدا کرے خط جسمیں میں نے
آپکو سلام لکھا تھا آپکی نظر سے گزر گیا ہو اچھا تھا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیے گا
اور خط کی لکھنے کے احسان کو اِس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیئیگا ہای میرجان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہی سچ ہے اوسکا
پیشہ تھا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا یہ بھی نہیں ہیں ہی کہ جنکا میں
ماتمی ہوں - ہزار ہا دوست مر گئے کسکو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں - جیوں تو کوئی غمخوار نہیں
مروں تو کوئی عزادار نہیں - غزلیں آپکی دیکھیں سبحان اللہ چشم بد دور - اردو کی راہ کی تو سالک ہو
گویا اس زبان کے مالک ہو - فارسی بھی خوبی میں کم نہیں - مشق شرط ہے اگر کہے جاؤگے
لطف پاؤگے - میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے ؎

لب از گفتن چنان بستم که گوئی		دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

جب آپنے بغیر خط کی بھیجے خط مجھکو لکھا ہو تو کیونکر مجھکو اپنی خط کی جواب کی نہ تمنا ہو - پہلی تو اپنا حال
لکھیے کہ میں سنتا تھا کہ اب کہیں صدر امین ہیں پھر اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی
صحبت حکام سے کیسی رہی جیوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار روپیہ
جو انکو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہی یا نہیں ہای لکھنو کچھ نہیں کھلتا کہ اس بہارستان پر
کیا گزری - اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے - خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا -
قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہی گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تمکو کچھ زیادہ آگہی
ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے - تماسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہیں
معلوم تھا پر اسیقدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے - مرزا تفتہ کو دعا کہیئے گا اور انکو اس خط کی پہنچنے
کی اطلاع دیجیئے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی تھی - والسلام

ایضاً بھائی صاحب از روی تحریر مرزا تفتہ آپکا جھے کتابوں کی تزئین کیطرف متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہوگا یا ربیان کیجیو خط آ گئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو انکا خط کیوں نہ آتا اپنے حسن عقیدت سے یوں سمجھنا کہ لکھنا مقتضای کاہلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیئے تو مجکو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا اخبار ایکبار بھجوا دینا اور آیندہ ہر ہفتہ اسکے ارسال کا طور ٹھہرا دینا کیوں صاحب یہ امر کیا دشوار تھا کہ آپنے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا انہوں نے بھی وہ خط تمکو نہیں پڑھایا ہر چند عقل دوڑائی کوئی وجہ درنگ کی سمجھ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

ایضاً صاحب میرے۔ عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجیے۔ پریوں کو تسخیر کیا کیجئے۔ مثنوی پہنچی جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا مگر ہاں اس راہ سے ؎ کہ مستحق کرامت گناہگارانند ✤ بخشش کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اور مضمون اسکا کیا ہے؟

مرزا یوسف علیخاں صاحب آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہی اُسمیں رہتے ہیں۔ اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھدینا اور یہ بھی آپکو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے شعاع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہی وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست رہتی نہی یا ابھی یہاں سے اُٹھکر گئے ہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں اور شعاع مہر کی مدّاح اور بیانِ بخشایش کے مشتاق ہیں +

ایضاً جناب مرزا صاحب آپکا غم فزا نامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا۔ اُنھوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ کا اور آپکا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُسکی اطاعت اور تمہاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنون یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہی کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہہ ہی کہ مجنوں کی ہمطرحی نصیب ہو۔ لیلی اُسکے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مرے بلکہ تم اُس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جسپر مرتے ہیں اُسکو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونو کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے با آنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا اس فن سے میں بیگانہ محض ہو گیا ہوں لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اسکا مرنا زندگی بھر نہ بھولونگا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہو گی صبر کرو اور اب ہنگامہ عشق مجازی چھوڑو

بیت سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی ٭ عشق محمد بس ست و آل محمد ٭ اللہ بس ماسوا ہوس۔

ایضاً شہر طراز اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ٭ ای تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست ٭ حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اسکا منشاء یہ ہو کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سنتا ہوں کہ وہ دلّی کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کی نوکر تھی اور اُنہیں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُسنے تمہارے شعر اپنی تعریف کے مجھ کو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا ہو کس واسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک آیا کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اسکی ستایش کیا کرتے تھے اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجکو رشک آیا اور میں نے خونِ جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی گھٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں **بیت**

تا دسترسم بود زدم چاک گریباں	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی مونچھ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسّی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی مگر یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ مُلّا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کُنجڑا۔ مُنہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جسدن ڈاڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامراء جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی سو اُنکا فارسی خط محررہ ۹ مارچ مشتمل تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا پھر میں نے

تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اسکی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی
پر مشتمل خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح و تہنیت میں جناب رابرٹ
منٹگمری صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کیخدمتمیں بوسطۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل انکا
بھی خط بذریعۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے
بہم ہوجاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدہ سیر گوشت دن کو اور
پاؤ بھر شراب رات کو ملجاتی ہے

ہر ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب ذوق لکھا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچگئی ہوگی رہا سلام وہ آپکو پہنچا دینگے

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی
ابتدای شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں
پیو۔ کھاؤ۔ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر
عمل رہا ہے کسی کے مرنیکا غم کرے جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک افشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی
کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی
میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور
ملی۔ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا
اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے ہے وہ حور اجیرن ہوجائیگی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی۔ وہی زمردیں کاخ
اور وہی طوبی کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ کہیں اور دل لگاؤ

زنِ نو کن اے دوست در ہر بہار
کہ تقویم پارینہ ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر رسا پسند۔ ذکر بجہت ناپسند

اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علیخاں عزیز کے حوالہ کیا۔ نامی نواب محمد علیخاں صاحب
کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُنکو سلامت رکھے۔ مولوی عبداللہ صاحب کو میرا سلام
دو مہینے ہوئے مجھسے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ مَیں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائینگے وہ عبارت جناب قبلہ و
کعبہ کو دکھائینگے اُنکی مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجکو رقم فرمائینگے۔ مَیں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن
میں جلوہ افروز ہیں ؎ یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم ✤ اب مجھے اُنسے یہ استدعا ہے کہ دستخط
خاص سے مجکو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہووے
سب اِس خط میں درج کریں۔ ✤

ایضاً ؎ مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید ✤ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم ✤

کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی صبحکو مَیں نے آپکو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا
دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب مَیں
آپسے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی وہ پہر
ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھکر ٹکٹ لگانیکا بکس میں سے وہ تمہارے نام کا خط لکھکر بھول گیا
ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو
بعد چاہنے عفو جرم کے آپکے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا
اچھی فکر کی ہے۔ میرے دلمیں بھی ایسی ہی باتیں تھیں یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائینگے۔ اہار مُہرہ
اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اسکا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔ بارہ روپیہ کی ہنڈوی
پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجکو اطلاع دیجیے گا ورنہ مَیں مشوش رہونگا حضرت یہاں دو خبریں مشہور
ہیں انکے باب میں آپسے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری
ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ڈنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر ہوگئے۔ خبریں دو تو اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا انکا آپکے لکھنے پر منحصر ہے ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہیں منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ پر لکھکر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ۔ منشی شیونراین صاحب سے کہکر اسکا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپکے پاس بھیجدوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جاوے دو باتیں ہیں ایک یہ کہ بعد چھپنے کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جسطرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسطرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے ✦

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا۔ کہاں دھیان لڑایا ہے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کیواسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ع نامہ خود سال خویش داد نشاں ✦ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا اُنکے لڑکے بالے اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آرے کے آئے ہیں۔ اگر تمہیں بدون اُنکے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں۔ صاحب بندۂ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ✦

ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم جو مجھسے محبت کروگے یا میری غمگساری میں محبت کروگے کیا تمکو غیر جانو جو تمہارا احسان مانوں۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم بھی ہو ۱۲ مبالغہ ہی کتاب کے تصحیح میں اسواسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہی صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہی اگر غلط ہوجای تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے۔ باری بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہی متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی زرین صاحب نے میری کاپی بھی بھیجی تھی۔ سب طرح سے میرے پسند آئی۔ چنانچہ انکو لکھ بھیجا ہی اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہانکے حکام کو دونگا اور وہ جلدیں ولایت کو بھیجونگا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہی اور کیا اعتماد ہی زندگی پر۔ بہر حال ہی ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدونکی کچھ تزئین اور آرایش کیجاوی آپ اور بھائی صاحب اور انکا فرزند رشید منشی عبد اللطیف اور منشی شیو نراین یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور اجلاس کونسل ہی امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جاوی معہذا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہی کہ چار جلدیں چھ روپیہ میں اور دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرایش کی گنجایش کہاں۔ ناچار چار کتابونکی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابونکی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوی قصہ مختصر کچھ کیا جای یا کہدیا جائے کہ تیری رای کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیجئے ۱۲ مطالب معنا تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم باہمدگر ہمکلام ہوئے۔ ۞

ایضاً مرزا صاحب ہیں نے وہ انداز تحریر ایجاد ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تمنے مجھسے بات کرنیکی قسم کھائی ہی اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہی برسوں ہوگئے کہ تمہارا خط نہیں آیا نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیوا بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہی کہ پانچ ورق انکو

کتابوں کے آغاز کے ٹکڑے آیا ہوں اُنھوں نے سیاہ قلم کی لوحونکی تیاری کی ہے تو بہت دن لگے ہونگے تمنے مجکو خبر دی ہے کہ دو کتابونکی طلائی لوح مرتب ہوگئی ہے پھر اب کتابونکی جلدیں بنجائینگی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابونکی تیاری ہونیمیں تک کسقدر ہے مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد مہینائی لینے سات جلدونکی اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائینگی آپ حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی ہرچند کاریگروں کے دیر لگانیسے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھونکی نگرانی اور دلکی پریشانی دور ہو خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپکی عنایتی بھی آئیں تا خاص و عام کو جابجا بھیجی جائیں - میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا - نواب ضیاء الدینخاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا اُنھوں نے لکھ لیا - اُن دونوں کے گھر لٹ گئے - ہزاروں روپیہ کی کتابخانے برباد ہو گئے - اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں - کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُسنے وہ کاغذ جو مجکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجکو رونا آیا - غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اِس خط کے جواب چاہتا ہوں

غزل

درد منّت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل دلستاں روانہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ایضاً بھائی صاحب آپکے خامۂ مشکبار کے صریر نے کتابونکی لوح طلائی کا آوازہ یہانتک پہنچایا بلکہ
مجھکو اونکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہی اور کیا کہنا ہی مجھکو تو موجب اس مصرع
کے ؎ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ؎ دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہی حضرت مدح کو ایک
موقع ضرور ہے مجھکو آپکے حکم کا بجا لانا منظور ہے - اس نذر کے بعد جب کوئی انکا عنایت نامہ آئیگا تو
بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اوس نظم میں آپکا ذکر خیر بھی آجائیگا آپ تو فرمایئے کہ مدت
انتظار کب انجام پائیگی اور کتابونکی روانگی کی خبر مجھکو کب آئیگی آپکے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے
سیاہ قلم کی پانچوں الحصین بھی اگر بنگئی ہوں تو عجب نہیں ہی جلدوں کا بننا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے
معلوم ہوتا ہی کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نراین صاحب کی ہمت اسکے انجام ہونے پر
مصروف ہے یارب ابھی اکتوبر کے مہینے ہی میں یہ کام انجام پا جاوے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجاوے
مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب آپ قصیدہ ختم کرو کام میں تعجیل کرو
؎ اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش ؎ خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدہ کے
چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا از راہِ اکرام و اعزاز ہے ورنہ نثر میں اور صنعت
او نظم کا اور انداز ہی یہ اسکا دیباچہ کیوں ہو - بلکہ صورت ان دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سر رشتہ کی
آمیزش توڑ دیا جاوے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جاوے - رای امید سنگھ کا
خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھکو بھی آگہی دو - چاہو تم ہی ابتدا کرو اور ایک خط انکو لکھو اور اسکا پرداز اسبات پر رکھو کہ ایک وہ
کتابیں تیار ہو کے آئی ہیں آپکی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے - یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور انکو جواب لکھنا پڑیگا +

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہی کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس و پیش سات
جلدیں آپکی بنوائی ہوئی ہیں لیکن ایک عقدہ سر رشتہ خیال میں پڑا ہی یعنی از روی اخبار مفید خلایق معلوم
ہوا ہی کہ اس ہفتہ میں جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئینگے اور دربار لفٹنٹ گورنری پر اجلاس

فرمائینگے سو تمہیں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر انکی جگہ چیف سکرٹر ہو جائینگے پھر دیکھیے کہ محکمہ لفٹنٹ
گورنری میں نیا سکرٹر کسکو بنائینگے - میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہینگے - ہمارے
منشی مولوی قمرالدین خاں کہاں رہ گئے - بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر
جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے جبتک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر
اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے انکے پاس بھیجونگا - اب حیران ہوں کہ کیا کروں
آیا انکی جگہ سکرٹر کون ہوا اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکرٹر کسکو کیا - میر منشی لفٹنٹ گورنر
کا کون ہے اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپکو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھیے
قمرالدین خان کا حال ضرور منشی غلام غوث خان کا حال پر ضرور - بھائی میرے سر کی قسم خط کا جواب ضرور
لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اسکو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں - غالب

ایضاً بھائی صاحب خدا تمکو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں خدا کرے
قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے - ہنڈوی کا روپیہ
جب چاہو منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کی بنوا لو - اب آپکے خط و رقعہ کا ڈاک میں بھیجنا
موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف کریں - قصیدے کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط
میں پہنچ گیا ہوگا آپنے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہوگا قصیدہ کا
شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے - پر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت
بعذر کرینگے تو ہم پانچ سات روپیہ اور بھی انکا بھر دینگے جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت
آشنا نہیں کبھی میں نے انکو دیکھا نہیں خطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی نوبت ہے کہ
جب کہ نواب گورنر جنرل بہادر نئے آئے ہیں تو میں نے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب جنٹ
بہادر دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھیجا تھا انہوں اور صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں

بسبیل ڈاک پایا ہوں جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو مینے موافق دستور کے
قصیدہ ڈاک میں بھجوایا اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو انہوں نے باوجود عدم سابقۂ معرفت
میرا القاب بڑہایا قبل ازین خانصاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا اس قدر شناس نے از راہ قدر افزائی
خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا آپ فرمائیے انکو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں
جو احسان نہ مانوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اسکا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب
مجکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپکے ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادہ تاریخ میں کیا برائی
ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہی کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب
پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ یہ دونوں قطعے رہیں اور اگر وہاں کوئی اور صاحب
شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کیطرف ہے بلکہ
خاص یہہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور انکا نام بھی اس
کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھکر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیونراین صاحب کا
خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچگیا اور منشی صاحب نے اسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی
رفع ہوگئی اب ان سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے کا ۵ شکر اقتضا ہی تو چندان کہ انتہا نہ رکھے تو +
اور یہ انکو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اسکی رسید نہ لکھتا +

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است + آید بزبان ہر آنچہ از دل برود + بندہ پرور تقصیر
شکوہ سے پیرا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوا میرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے
منہ نہ موڑے اور مہذا دو یکھنے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے کیا میں یہہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپکا
فرخ آباد جانا معلوم ہوگیا تھا اسواسطے آپکو خط نہیں لکھا تھا کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے
اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں

نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپکا مہربانی نامہ آیا آج میں نے اُسکا جواب بھجوایا کہیئے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں بس وہ مندو نکو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط اُنکے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ اِن دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں*

ایضاً بھائی صاحب تمھارا خط او قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمھارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُنکو مفصل معلوم ہو جائے بعد اس کے پڑھنے کے تمکو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تمکو مبارک کرے اور منصب ہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلتے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردمی مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آئندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مُغل نے تمھارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تمنے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمھارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں انشاءاللہ تعالی وہ دن بھی آجائیگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے زبان برسر گفتار آئے۔ ان شاءاللہ خان کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تمنے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں*

ایضاً خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپکو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کے بھیجدیا ہے یہ منشی شیو نرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشا خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُسمیں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو۔ خط مقفی میں تمام ہو جایا کریگا اور تمہارے خط کے آنیکا نام ہو جایا کریگا اگر کبھی کوئی

قصیدہ کہاں اُسکا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا ہے براتِ عاشقان بر شاخِ آہو ۔ دلی جو
اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجھکو بتاؤ کہ یہاں جو
پارسیوں کی دو دکانیں فرنچ اور شامپین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں و جوہریوں کے روپیہ و جواہر
سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤنگا اور وہ مال کیونکر اُٹھاؤنگا بس اب زیادہ بیش نہ بنایئے اور وہ
قصیدہ مجھکو بھجوا دیجئے میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے مگر رسیدِ
قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ۔ رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ۔ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ
گھبرائیں کیا ۔ دیکھنا بھائی اِس غزل کا مطلع کیا ہے ۔

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھکو منہ دکھلائیں کیا

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

لاگ ہو تو اُسکو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ کچھ بھی ہو تو دھوکہ کھائیں کیا

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھینگے
لے آئینگے بازار سے جاکر دل و جاں اور

لوگوں کو ہے خورشیدِ جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

ابرو سے ہی کیا اُس نگہِ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اُس کی ہے کماں اور

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجھکو زباں اور

ہرچند سبکدست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے	کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی ہوئی۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے تمکو لکھ بھیجے۔ والسلام ٭

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن چڑھے ماشاءاللہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب بہم پہنچا۔ آدمی کو موافق اسکی تمنا کے آرزو برآنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ وہ برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اسقدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی۔ دو کی لوحیں زردیں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کہ کتابیں اس قسم کی ہونگی جبتک جہان ہے تم جہان میں رہو۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بنجائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سا رنگ دکھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ لئے ان بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلوں کا محصول۔ دو جزبندیوں کا معمول تین ۳ کتابوں کی لوحیں طلائی۔ یہ ساری بات اس روپیہ میں کیونکر بن آئی اور کیونکر معلوم کروں کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف نہیں آتا۔ زیادہ بس ہے کہ شکر گزار ہوں اور شرمسار ہوں کیا لکھوں

ایضاً بندہ پرور آپکا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تمکو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے پس اگر کسی سے وہ پیش آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان در خور افزایش بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنجِ فغاں کیوں ہو ۔ نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے ہے حسنِ مطلع سے

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ۔ ہوا تو دوست جسکا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اگر خدانخواستہ باشد غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو ہم رنج جو کو مردانہ اٹھاتے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم سے

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر ۔ نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

سحر ہوگی - خبر ہوگی - اس زمین میں وہ شعر یعنی سے

تمہارے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر ۔ جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپا جاوے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آجائے کیا کہئے بلا ہے یہ زمین اکیا جہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی سے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے ۔ تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے ۔ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب ۔ خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے۔ اسمیں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر انکو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی انسے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا ہوں سے

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی ۔ زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے ۔ ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے	خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض	نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز	میکدہ میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
مستی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھیے	سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب یاد نہیں آتے ہیں۔ اخیر کی بیت یہ ہے ع

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض	اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درود۔ سنو برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم انکو میری دعا کہو اور کہو کہ میاں میرا کلام بند ہے۔ اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اسکے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔

ایضاً جناب مرزا صاحب۔ دلی کا حال تو یہ ہے ع گھر میں تھا کیا جو ترا غم اسے غارت کرتا ٭ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے ٭ یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹیگا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو یہ ہے کہ چند روز گوروں نے اہلِ بازار کو ستایا تھا۔ اہلِ قلم اور اہلِ فوج نے باتفاق رائے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا۔ اب امن و امان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوستِ صادق الوداد تھے مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے انکو کچھ علاقہ نہ تھا۔ سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو تم نے لکھے کیا کہوں کیا حظ اٹھایا ہے۔ خدا اسی زمین میں بھی چاہا ہوا ذرہ مہر ٭ فروغ میرزا حاتم علی مہر ٭ اگر یہی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامۂ اردو کہلائیگی۔ خدا تمکو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم ہی سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا عذر مقبول و مسموع حق تعالی انکو زندہ اور
تندرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا
انہوں نے جو صورت چھپہ کتابوں کی آرایش کی حسب تفریق سے ٹھیرائی ہے وہ مجکو پسند آئی ہے کل میں نے
انکو اجازت اسیطرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بتصحیح آپکو لکھ چکا ہوں انہی پر عمل ہے میں نے
مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ
جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے ساٹھ شعر ہیں چھ صفحے یعنی تین ورق پر چھپکر دستنبو سے
پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہوجائیگی
کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہینگے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ
اور منشی شیو نراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کرینگے اور جب باتفاق تم چاروں صاحب
کروگے تو گویا اجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہوجائیگا اور امیدوار ہوں کہ اجرای قانون سے پہلے مجکو
منظوری کی اطلاع ہوجائے مسودہ اس قصیدہ کا بھیجدوں۔ مہتمم مطبع اگرچہ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے
منشی عبد اللطیف کو دعا کہنا اور انکے عذر مقبول ہونیکی انکو اطلاع دینا۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے
بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تمکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہیں
ہاں حضرت اب ایک امر مختصر کیواسطے جداگانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دعا کہکر انکو کہیئے گا کہ اخبار
گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی
کی ہنڈوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کرینگے۔ آپ چھبوج سہائے سے کہدیجیئے گا اور تاکید
کر دیجیئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں بھائی مجکو اس مصیبت سے کیا ہنسی
آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہوگئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اسد اللہ

یہ دن بھی یاد رہینگے خط سے خط لکھی گئی ہیں مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھونگا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہی ورنہ باتیں کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔

چارشنبہ - ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء - جو باتیں جواب طلب ہیں انکا جواب طلب ہے - + -

ایضاً بھائی میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی - دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو - جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لیگئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے میم اور بچوں کو ولایت بھیجکر پھر آئینگے - مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھپر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہونگا - مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو اُن کو میرا سلام کہنا مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا ازغالب نوشتہ دوشنبہ ہفتم جنوری سنہ ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب آگیا تمھارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اسکے کل ایک خط اور آیا - ریڈ صاحب کے وہاں آنیکا حال معلوم ہوا - آج ۱۶ دسمبر کی ہے - ۲۰ کو بموجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئینگے - دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو - وہ صاحب پھر جیسا لکھیں مجکو اطلاع دینا - رہی تمھاری مہر اسکا کچھ خیال نکرو جسطرح تمنے لکھا ہے بنجائیگی - مگر بھائی سنہ ۱۸۵۸ء میں دن کتنے باقی رہے ہیں آج ۱۶ دسمبر کی ہے ۱۴ و ۱۵ دن باقی ہیں سنہ ۱۸۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائیگی - تم میری بجائے فرزند ہو - میرے بھتیجے ہو - جو تمھارا کام ہو اسمیں تکلف کیا ہو شرم کیا اور تکلف کیوں - یہ مہر کھدنا کونسا کام ہے - مرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھسے خفا ہو گئے ہیں کہ خط نہیں لکھتے تعجب ہے ۱۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ منعم [illegible] نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ

اُس سے خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل مع
خط معاً اس خط کیساتھ بھیجا گیا ہے اور ہرگونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کیونکہ اُس خط میں
حاکم اعظم کے نام عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمۂ ایجنٹی اک ایک۔ دونوں پارسل اور وہ دونوں لفافے
ایک دن پہنچے ہونگے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا جبتک کہ حضرت اُس سرشتہ سے معلوم کر کے
نہ لکھینگے اب آپ پہچانیئے اور میل سوانزدہ کی اُس کی سفارش کرنیوالا اور اسکے متعلقہ گزارش کرنیوالا گو اُسکا
ہاں یہی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ کچھ بھی آپ مجھ پر جالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو
روانہ ہوئی یا نہیں میری جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خلعت
کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں۔۔ اس خط کا جواب بہت جلد عنایت
کیجئے گا مجکو جواب لیجیئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجدیا گیا۔۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا
پیتا اور کیونکر جیتا ہے پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور میں سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا
احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو انکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب نہ مہربانی نہ
عتاب۔ خیر اس سے قطع نظر کی۔ ایک سنیئے اودھ کی سنہ ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا
امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماتا ہوں اگر گنہگار ٹھیرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا۔ اثبات
کہ میں بیگناہ ہوں مقید اور مقتول نہ ہونیسے آپ ہی گواہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی
کاغذ بھیجوایا ہے بقلم چیف سکرٹر بہادر اُسکا جواب پایا ہے ایکبار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ
اور ایک نذر شاہی ہے نہ اُسکے قبول کی اطلاع نہ اُسکے ارسال ہونیکا ہی ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی
عنایت نفرمائی اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف کہتے ہیں کہ
چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون ہے حسب عالیشان حسب سابق

مشہور ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ہاں از روے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں شاید وہاں ہیں جو اب لفٹنٹی کے سکرٹری ہوئے ہوں گے انسے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمے الہ آباد آ گئے یا آئینگے بہرحال آپ کیوں آگرہ جائینگے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائینگے۔ میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت اسکی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیا گیا جلد رحمت کیجیگا تو مجھکو معلول ہی بھیجیگا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے

آفتاب و پارۂ ابر بہمن ہی	ساقیا لیکن جام من از مے تہی

عمرہ دوشنبہ بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہرکارہ تمھارا خط لایا۔ سرنامہ دیکھکر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھکر اس مضمون کے حصول کی دعا کی و کر چاہو تھا اثر کی حاصل ہوئی

ما خاک رسیدگان تسلیم	پیغام خوشش از دیار ما نیست

اسی اثر کی میں بھی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنیے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچا مگر وہ دو بار مجھکو لکھ چکا ہے کہ ہر چند آپکا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب اب تک نہیں آیا منتظر ہوں آپ جانتے ہوں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہی ہے بس جب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ با امید مرگ جیتا ہوں اس لیے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے یہ طرح گذر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تادہ ہی آئیگی کہ کیا جانتا ہے مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے چاہیے الہام سمجھیے

چاہیے اوہام سمجھیے بیس سن سے قطعہ لکھ سکتا ہے قطعہ

من کہ باشم کہ جاوداں باشم	چوں نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند در کدامی سال	مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو چھیاسٹھ ہیں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچتی ہو پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ؞

ایضاً پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان سکون انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان اللہ جس دن یہاں مجھکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں لکھنے کو قلم اٹھایا ہے آپکو عارف کامل کیونکر نہ لکھوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں سنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین معاً بسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب اعر آخری دفتر میں آ سکا پتا آپ تک نہیں ایک رہ پرداران ڈاک کو نہ پہنچائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائینگے ابھی تو آپ سے مجھکو انکے نہ پہنچنے کا سوال ہے کہ جب تک آپ مجھکو اطلاع دینگے انکے نہ پہنچنے کی یا خبر مجھ تک پہنچی محال ہے بہرحال نیازنامہ جس دن پہنچے اسکے دوسرے دن جواب بھیجئے

جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے ۔ آپکے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جسکا جواب لکھا جاوے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے ۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئیگا ۔ لوہارو کو بھیجدیا جائیگا ۔ جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی الٰہی حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہووے ۔ تم سلامت رہو قیامت تک ۔

ایضاً مولانا بندگی ۔ آج صبح کے وقت شوقِ دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک ۔ توسنِ ہمت پر سوار چلدیا ہوں ۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچونگا اور کب پہنچونگا اتنا پہنچونچوں کہ جبتک تم جواب دوگے میں بھی جانونگا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا ۔ آپکا پہلا خط رامپور سے دلّی آیا میں راہ میں تھا پھر دلّی سے رامپور پہنچا میں وہاں بھی تھا خط دلّی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا ۔ اس حال میں کہ میں بیمار تھا ۔ معہذا جاڑے کی شدت ہواوٹ کا بہیمہ ۔ دھوپ کا پتہ نہیں ابر کے چھٹے ہوئے نشیمن تاریک آج نیّرِ اعظم کی صورت نظر آئی ۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط کے مضامین اندوہ فزائی دلکو مضمحل کر دیا جاتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں ہیں مگر انکے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوئے میرے دل نشین تھے ایسی محبت کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جانگزا نہو ۔ حقتعالیٰ انکو بخشے اور تمکو صبر دے ۔ حضرت میں بھی ایک چراغِ سحری ہوں رجب ۱۲۸۲ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتروان سال شروع ہو گیا طاقت سلب حواس مفقود ۔ امراض مستولی بقول نظامی ع

بلکہ مردہ شخصم مگر دمی روان ۔ آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر خاص تراش آ گیا مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں ۔ اور خط بنواتا ہوں ۔

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب ۔ ساتویں دہائی کے مہینے گن رہا ہوں ۔ قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہو گیا ہے ۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمع دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا ہے جو غذا کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلہ مفقود کہو ۔ پھر گرمی نے مار ڈالا ۔ ایک حرارتِ غریبہ جگر میں پاتا ہوں

محفوظ رہیے۔ گرمی کی شدت سے جو میں بچا نہیں سہی ہذا المرض جسمانی و آلالم روحانی۔ ❊

ایضاً در ناامیدی بسے امید است ❊ پایان شب سیہ سپید است ❊

قبلہ آج آپکی خوشی اور خوشنودی کیواسطے اپنی روداد لکھتا ہوں **توطیہ** ۱۸۶۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لیگئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ سے دلی میں آیا۔ موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا۔ اُنکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گدا مبرم اس حکم سے ممنوع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا۔ مع اس حکم کی واپس آیا کہ آپ ایسی چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کا منگار ہوا۔ شنبہ ۷ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا۔ بلایا گیا مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نقش نہ تھیں۔ منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام مجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کرسکتا ہوں کہ میر منشی کی حسن طلب پایائی حکام ہوگی۔ وللہ الحمد الطاف خفیہ الٰہی۔ روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔ متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر

حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سبب کا غذ انگریزی و فارسی لکھوا اور بجا لار کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہمکو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں یہ حکم دیکر لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ ؎

کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤگے تو دربار اور خلعت پاؤگے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا اب انبالہ کہاں جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہونگا ؎

کار دنیا کسے تمام نکرد	ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپکا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپنے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تیس لقبیہ السیف تھے انکو حکم دیا اور وزرا م ٹیا سوائے میرے کوئی نتھا یا چند مہاجن مجھکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ نہیں ہو سکتا جب سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کیموافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی انہار حسین خانصاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب ملا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اسوقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا میری طلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اسدن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط انکے نام لکھکر انکو بھیجا مضموں کیہ باغیوں سے میرا اخلاص نظلنہ محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیق

تاکہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کرینگے پس مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ و لامؤثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علیخاں بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم انکو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اردو کی بھیجیں۔ میں اصلاح دیکر بھیجدیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ ادھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ انکے عطایا فتوح گنے جاتے تھے جب دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار انکے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا یہاں آپ کا خط محررۂ ۸ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔

ایضًا قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اخترشناسوں کے کونسی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اترے ہوئے تھے شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپکے ہمنشین و ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں اگر خدانخواستہ مجھ میں انمیں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کیطرف متوجہ ہوتے اب سنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے انکو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا اسمیں دو غزلیں خط کا مضمون کہ میں مختارالملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپکا تلمذ چاہتا

کرتا ہوں - ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے - اس امر کی فقط وہ بادی نہیں - دہلی اور لکھنؤ اور بمبئی اور دکن
اور کلکتہ سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں - میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب
میرے حکِ اصلاح کو مانتے ہیں - کلام کا حُسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فنِ شعر
میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آدم برسر علم
منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل
انکی آئی اور اُنھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھکر بھیجتا ہوں -
میں نے حسبِ معمول غزل کو صلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنؤ و الہ آباد کے ہیں
اِس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اسمیں توہین کے معنے مستنبط ہوں تو میں انکا مستہین ہی
اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپکو کیا لکھا + -

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎ خود پیشِ خود بکفیلِ گرفتاریِ من آ + ہر دم بہ پُرسشِ دلِ مایوس میرسد +
یہ معاملہ میرا اور آپکا ہے - خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہانِ قاطع کے نکالکر ایک نسخہ موسوم بہ
قاطعِ برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اُسکا آپکو بھی بھیجدیا ہے آپ اسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں
اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا - ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں - باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں
اُنکا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہلِ دہلی میں سے میری کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے
مسمی بہ محرق قاطع برہان اُنہوں نے اسکی توہین اور مسودہ کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے
اور ایک طالب علم مسمی بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کیے ہیں اور ایک محضر اسنے
بھجوا کے علمائے شہر سے مرتب کیا ہے - ایک میرے دوست نے بضرورت زر اسکو چھپوایا ہے ایک نسخہ اُسکا آج
اِسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے پھول والوں کا میلا کہلاتا
بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے اُمرائے شہر سے لیکر اہلِ شہر قطب جاتے ہیں - دو تین ہفتے تک

وہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہندو دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی ضیاء الدین خاں
اور شہاب الدین خاں اور میری دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوانخانہ میں ایک میں ہوں
اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار۔ بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو
خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے +

ایضاً قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے
مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندلی اور دوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ جنوری کو
کئے انکے جواب تم نے ۲۱ جنوری کو لکھکر بھیجدیئے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے
پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ۔ ۲۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۲۱ کو ڈاک کا ہرکارہ
پہر دن چڑھے تمھارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ڈمنشٹن
صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ وتاب باقی رہا۔ تمغے کے
باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی یہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں
لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرٹر
بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کیے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے
واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے
اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم
ارسال میں کیا دار و مدار ہے۔ دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئی ہیں سے ایک صدر بورڈ کی
حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہو سکے۔ رد و قبول۔ نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں کیا سا جو چاہوں سو کروں
یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ ستمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجکو آیا ہے
کہ اس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کیواسطے کہ جو بتوسط لارڈ النبرا سائل نے بھجوایا ہے خطاب اور

اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو تو بتوسط گورنمنٹ اسکی اطلاع
دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۶ع آخر جنوری ۱۸۵۷ع میں نے پایا۔ فروری
مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ع میں خدا نے یہ فتنہ اُٹھایا۔ اب اس کتاب
اور دوسرے قصیدہ کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل حکم ولایت کو یاد دہی کرتا ہے
اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے۔ جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال
کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو
جہاں یہ تفرقہ اور یہ اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل
بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں پھر یہ
سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو چار تو بلیں کیا لکھوں۔ کل بھیجا ہوا خط
اور پرسوں کا خط یقین ہے کہ وہ دونوں ایک وقت میں پہنچیں تو جواب طلب نہیں اسکا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے

ایضاً میں یا دونوں آزردگی یار سے خوش ہوں یعنی بے شوق مگر نہ ہوا تھا۔ پیر و مرشد خفا نہیں
ہوا کرتے یوں سنا کیجیے بار نہ آیا۔ یہاں تک نوبت ہو نہیں سکتا جھگڑا انتخاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ
آپکا دوست کہتا ہے کہ منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب
لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے۔ دل سے یہ حال ہم اشقیا کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں عمر بھر اہل دنیا
کے لباس میں فقیری کرتا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیاد و کیاد۔ تمہیں برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا
ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے زمرۂ خواص میں سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو شخص صادق الولا
دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرے منشی غلام غوث ادام اللہ تعالی۔ لیکن وہ مرحوم
حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور خلوص اعتقاد اس کا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ
خلق حسن و جمال چشم بد دور کمال بہر وفا صدق و صفا نور علی نور ہے آج نہیں۔ آدم شناس ہے

نگہم نقب ہمیزد بہ نہاں خانۂ دل | مژدہ باد اہل نظر را کہ زمیدان رفتم

غاشیۂ مہر و محبت جسکے ملہ کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اسقدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک ہی دوست رہ گیا۔ دعا میں مانگتا ہوں کہ خدایا اسکا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اسکے سامنے مروں۔ میں تمھارا عاشق صادق ہوں بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے۔ دافع ہذیان کے دو مجلد اور بھیجدوں گا۔

بنام نواب ضیاء الدین احمد خانصاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپکو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے؟ روز آپکے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر اسکے دیکھے آپکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بنجائے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمھارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے تلف ہونیکا اندیشہ خفقان ہے کتاب کیوں تلف ہوگی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسبیل ڈاک رامپور جاؤنگا اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان منگوا دونگا اگر یہ کہتے ہو کہ اپنے ہاں سے لیکر بھیجدو۔ وہ نہ کہینگے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں یہ لکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو میں اپنی دوستے کیوں دوں اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیجدو وہ اگر نہیں دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا پہلے تو نا تمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اسمیں سے اور کے نام کر دیئے گئے ہیں اور اسمیں اسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لیگیا ہے اسمیں یہ دو قباحتیں موجود تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمھاری مدد کے بغیر انجام پائیگا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان کچھ از روی وسوسہ وہم متصور ہیں تلافی کا کفیل میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال راضی ہو جاؤ اور مجھکو لکھو تو میں طالب کو اطلاع دوں

اور طلب اُنکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیجدوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی تمھارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی انصاف کرو کتابیں کیسی ہوا اُسکا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری کہتے کہتے کھتریوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو ۵

بردل نفس اندوه گیتی بر آید	گیرید که گیتی همه بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سُن لیا کرتے ہو اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائیگا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں اور وہ بھی کونسی خوشی کی بات ہے جو لکھوں اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کیطرف سے دعا کہدینا اور ہمکو بھی تمھاری اُستانی دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دوشنبہ ۸ر فروری ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تمنے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کردیا ہے یہ اشعار جو تمنے بھیجے ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کردیئے ہیں دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں بلکہ اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھدیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پُشت پر ولد الحرام اسکے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف بیگ دوسرے تم میرے کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمھارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمھارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا قضا و قدر کے امور میں دم مارنیکی گنجایش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانیکی اجازت ہو جاوے تاکہ سب یکجا بہم آرام سے رہو اپنے کاتب کو کہدینا

کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھتے۔ اگر لکھدیئے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور ورق اسکے بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب ہے یوں ہو کہ تم کسی آدمی کے ساتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھیجدو تاکہ میں بھی اُسکو ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیجدوں زیادہ زیادہ آج تیسرا پہر ہے بیٹھے بیٹھے معاف کرنا خدا ہم سب کا حافظ والسلام

ایضاً بھائی تمھارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اسکا جواب لکھتا پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں لکھوں اسکے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمھارے آشفتہ مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد جو خط تمکو لکھونگا اسکا مضمون بھی ہوگا خاطر جمع رکھنا اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجھکو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہاں صاحب تم جو خط لکھتے ہو تو اُسمیں محمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے لازم ہے کہ اسکی خیر و عافیت اور اسکے بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمہاری پھوپھی اور تمہارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں والدعا از غالب یکشنبہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۶ عیسوی

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب سے رخصت کر کے راہی ہوا قصد یہ تھا کہ پلکھوے ہوں ہاں تاکی کی گنجایش نہ پائی۔ ہاپڑ کو روانہ ہوا۔ دونوں برخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چل دیئے چار گھڑی دن رہے میں ہاپڑ کی سرا میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اسمیں ڈالدیئے رات ہو گئی تھی شراب پی لی۔ کباب کھا لیئے۔ لڑکوں نے ادھر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کیوڑے سے سادہ سالن پکوایا ترکاری نہ ڈلوائی بارے آج تک دونوں بھائیوں میں موافقت ہے آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہیں۔ . . . .

. . . .

اتنی بات زائد ہی کہ حسین علی منزل پر اتر کر بازار مٹھائی کے کھلونے خریدلاتا ہی دونوں بھائی ملکر کھا لیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا ۔چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپوڑسے چلدیا ۔سورج نکلے بابوگڈھ کی سرائے پر آ پہنچا ۔چارپائی بچھائی ۔اُسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہوں اور یہ خط لکھ رہا ہوں ۔دونوں گھوڑے کوتل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں ۔اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے ۔تم اپنی استانی کے پاس جاکر یہ رقعہ سراسر پڑھکر سُنا دینا ۔شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا ۔ ✤

ایضًا میاں وہ قاضی تو مسخرہ چُوتیا ہے ۔اُنکا خط دیکھ لیا ۔خیر ہاں علاؤالدین خاں کا خط گھنٹہ بھر کھا نڈ کے طائفہ کا تماشہ ہی اب تم کہو استاد میرجان کو کیونکر بھیجو گے اُن کو کہاں پاؤ گے اور علاؤالدین خاں نے حسب الحکم تمھارے چچا کے لکھا ہی ۔لوہارو کی ہوائیاں آئی ہوئی شاید کل یا پرسوں جائیں اسکی فکر آج کرو ۔امین الدین خاں بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا ۔چکیدن دہیم ۔رسیدن دہیم یہ غزل علاؤالدین کو بھیج چکا ہوں ۔تم علاؤالدینخاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ؎

ہر دم از زردگی غیر سبب را چہ علاج ✤ اِس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو ۔واہ واہ غیر سبب کہاں کی بولی ہے ؎ از خواندن قرآنِ تو قاری چہ فائدہ ✤ عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو بسکون رائے قرشت والف ممدودہ ہے ۔قرآن بروزن پرآن لکھینگے ۔یہ دونوں غزلیں دو گدھوں کی ہیں ۔شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھدیا ہو ۔غالب

ایضًا نورچشم شہاب الدین خاں کو دُعا کے بعد معلوم ہو یہ رقعہ لیکر پہنچتے ہیں اُنکا نام حسین علی ہی اور سید ہیں ۔نوداسازی میں یگانہ ۔رکابداری میں یکتا ۔جان محمد انکا باپ ملازم سرکار شاہی تھا ۔اب انکا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور میں نوکر ہی ۔یہ جانے اِن سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملیگا ۔اور لوہارو جانا ہوگا ۔انکار کیا کہ پانچ روپیہ نہیں کیا

کھاؤنگا۔ یہاں آن وفرزند کو کیا بھجواؤں گا جواب پایا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمھارا پسند آئیگا تو اضافہ ہو جاؤیگا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جا سکتا۔ سنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہے روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کروگے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے یہ قصہ فیصل ہوا اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھی پیشگی دو تا کہ کچھ کپڑا لتا بناؤں اور کچھ گھر میں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو۔ غالب

ایضاً تمھارے بھائی کا خط تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ کلیات اردو جو نسخے خریدے ہیں ایک ان میں سے جا ہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اسوقت انکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسال خط مولوی سعید الدین خانصاحب میرے ہاں آئے اثنای حرف وحکایت میں نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب پایا کہ ہاں عربی میں باباجی کا نام شاہین ہے۔ صورت انکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کردو۔ غالب

رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تمنے — ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تمنے
حاجی کلو کو دیکے بیوجہ جواب — غالب کا لکا دیا کلیجا تمنے

ایضاً اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں — کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک — سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خانصاحب شفق

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۲۷ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے اسوقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں

عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا، اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا، خط کو سربمہر کر رکھتا ہوں کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ حالِ گذشتہ مجھپر بہت سخت گزرا۔ ۱۲-۱۳ مہینے صاحبِ فراش رہا۔ اُٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ۔ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض۔ مختصر یہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے۔ ہر پھوڑا بجائے ایک زخم۔ ایک غار۔ ہر روز بلے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے۔ اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے سے خورد و خواب سے جدا ہوں اور شب و روز بیتاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہونگا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا پھر سوگیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں تین حصے دن یوں گزری پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا۔ نئے سر سے روح قالب میں آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان و سست ہوں۔ حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو رو بیٹھا۔ اگر اُٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قدِ آدم دیوار اُٹھے۔ آپکی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جبتک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی۔ میرے مرگ کی خبر کی تقصیر اور مشیت میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ۔ در صورتِ مرگ نیم مردہ اور در حالتِ حیات نیم زندہ ہوں ؎

درکشاکش ضعفم نگسلد روان از تن ؛ اینکه من نمی میرم ہم زناتوانیہاست ؛

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بجنسہ بھیجئے گا تو اُن کو خوش اور مجھکو ممنون کیجئے گا۔ ؛ ۔ غالب

ایضاً

پیر و مرشد۔ حضور کا توقیع خاص اور آپکا نوازش نامہ۔ یہ دونوں حرزِ بازو ایکدن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھونگا۔ ناسازیٔ مزاجِ مبارک موجبِ تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے لیکن تسکین خاطر منحصر اسمیں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں۔ ہشتہ کی ہنڈوی پہنچی۔ اسکا بھی

سابق کی ہنڈوی کا ساہی یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہمکو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کی تذکرہ کی ایک جلد میرے ملک میں میری پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمغان آپکو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو آپ میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے پارہ پر دو نیچے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرونگا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اسکے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین صاحب کو سلام ٭

ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے امیدگاہ بکاف عربی از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ؎ درین خستگی پوزش از من مجوے ٭ بود بندۂ خستہ گستاخ گوے ٭ اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوای احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں۔ میں جو اپنا کلام آپکے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ؎ وای بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد۔ افسوس ہے کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپکی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں۔ نواب صاحب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل و بیفکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں نہ فکر کی صعوبت کا تحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبد القادر بیدل ؎

جہدہا در خور توانائی است	ضعف یکسر فراغ میخواہد

مہر کا حال معلوم ہوا۔ پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا لکھوا جائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا۔ یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب ہیں مگر خواہاں

ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجئے گا۔ یا یہاں خرید اجائے گا اور نقش و نگین کیا ہو گا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم ہے اب جب آپ مجکو لکھیں گے تب میں اسکا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی۔ اور جناب نادر حسین خاںصاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حدِّ ادب ÷

ایضاً قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا۔ چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُسکو ایک اور ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہمزبان اور آپکے ثنا خواں رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۂ اضافی و ہم بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدردان کمال بلکہ حق تو یوں ہی کہ خیر محض ہیں۔ غیاث اللغات ایکا نام مؤقر و معزز جیسے الفریہ خواہ مخواہ مرد آدمی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے۔ ایک معلّم فرومایہ رامپور کا رہنے والا۔ فارسی سے ناآشنای محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانیوالا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اِس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھورام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنیوالے یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے ؎

ہر رہ شناسی پے جادہ شناساں بردار		ایکہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا میں کسقدر آرزو مند ہوں۔ میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسندنشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی ممانی اور اُسنے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا کہ

باندا بند بلکھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا قصد یہ
تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے
جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ
حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا
اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ٭ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی
کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اس شغل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف
کیجیے گا۔ میرا جی آپکے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا ہے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ٭

ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاج اقدس۔ "الحمد للہ تو اچھا ہے" حضرت دعا کرتا ہوں۔ پرسوں آپکا
خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپکو مبدأ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ محبتانہ مہنتانہ
ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلیماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں ایک نیا
پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں نام بخش ڈھمک داس ہے۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں حویلی میں
آکر اُسنے داروغہ کو خط دیا۔ میں نے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو
آپکو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا ایک کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا۔
حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔
اُس قرم ساق نحو اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں
صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید ماہ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہ آیندہ یعنی اگست میں یہاں
آجائیں آپکو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں
اٹھائیں اسقدر کہ علم آپکو اس خاندان مجددت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہے کافی ہو گیا مولانا
قلق کے نام کی عرضی آپکو پہنچا دیجیے گا اور خان نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا ٭ ٭

ایضاً پیر و مرشد۔ شب رفتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرطِ برودت سے گزند پیدا ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی نے گزند چل رہی ہے۔ ابرِ تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالمِ تصور میں آپکو مسندِ عزت وجاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپکا جلیس مشاہدہ کر کے آپکی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرِ نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال سطحو میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں ہم سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اصل کا کہ جس سے یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا۔ فقیر کو یہ طرز پسند آئی۔ مطلبِ اصلی کو متقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھنا تھا کہ آپکا عنایت نامہ اور اسکے ساتھ نسب نامہ خاندان مجددِ علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جنابِ عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا آپنے اسکو مصاحب بنا رکھا ہے اس سے اسکا دماغ چل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جنابِ مولانا علق ہیں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جنابِ ہاشمی کو اپنا ہمزبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپکی بات میں نہیں کبھی نہ مانونگا جبتک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوا دیجئے گا۔ اس سارٹیفکیٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام ٭

ایضاً پیر و مرشد میں آپکا بندۂ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیبِ خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں آپکے پاس بھیجوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں اور وہ میر ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس عمل میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے باایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ

وہ چھوڑ دے یہ آپکی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ ابسعی منحصر اسمیں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جائے اور یہانکے قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش کیا ہے اور کارپرداز سے کسطرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ لکھوں اسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بذریعہ اس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں۔ انکے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجکو لکھتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھکر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے بہرحال اس خط کیساتھ ایک اور لفافہ آپکے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اسمیں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا اسکو پڑھکر میاں امیر الدین کے پاس بھیجدیجیئگا مگر گوند لگاکر۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام خط کا مسودہ لکھکر میرے پاس بھیجدیجیئے اور لکھ بھیجیے کہ اس مسودہ کو صاف کرکے کہاں بھیجوں۔ ❊

ایضاً خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب انکی خدمت میں بھیجدیا گیا جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھیجوا دینگے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جسطور پر ہے اسمیں گنجایش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بیمحل و بیموقع نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی ٹکسال سے باہر نہیں مگر ہاں طرز گفتار اپنا اپنا اسکے واسطے چاہیئے دو سطر قصیدہ اس زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی نہ ہو۔ پس بشرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجلت سے سرد پیش ہوکر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و اقسام کے اوہام و شورش شائع۔ چارہ ناسود مند وسعی ضائع میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے در پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ تا سر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر مجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام ۔

ایضاً پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سنیے آپکا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اسکی رسید آئی۔ کٹے کٹے ہوئے شعر الٹے آئے انکی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھدیئے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آجتک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ انکو دیا جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ۵

پرسش ہیں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے تلف ہونا کیسطرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں ابال کیوں آئے۔ بندگی بجا رہی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے در پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اسمیں اہل شہر کا اعتبار لٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا اسمیں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اسمیں ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اسمیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اسمیں تاب و طاقت بتائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے۔ ربیع کیواسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب کا پارسل
پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ اہاہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مُغل علیخاں غدر سے
کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے۔ ہی ہی کیونکر لکھوں حکیم رضی الدینخاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے
گولی ماردی اور احمد حسین خاں اُنکے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طالع یارخاں کے دونوں
بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے غدر کے سبب جا نہ سکے یہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونوں بیگناہ
پھانسی ملی۔ طالع یارخاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ سے بدتر ہو گئے۔
میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر
شہر کے بھاگے تھے۔ وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں رہے
حیدرآباد میں رہے۔ سال گذشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُنکی صفائی ہو گئی لیکن
صرف جاں بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی
جسمیں مُغل علیخاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالیصاحب
کی اور کالیصاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار
میں داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جسکے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں وہ اُنکو
یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں
شاید بہاولپور بھی جائیں گے ۔

ایضاً پیرو مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپکی خیرو عافیت
مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازشنامہ پہنچا۔
قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدانِ برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے
اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب

خلاف قاعدہ یہی کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ تو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان
غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتے قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ
ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رد کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا
ایراد یہ ہے ع یا انگلشیاں ستیزہ بیجا۔ انگلش کا نون تقطیع میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے
انگلش اور انگریز کا نون با علان کہاں ہے اور اگر ہے بھی ضرورت شعر کے واسطے اساتذۂ عربی میں سکون و
حرکت بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس
بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شامل کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجئیگا۔ حضرت کیوں آپنے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال
پوچھا ع انہم کہ جوابے ننویسد جوابست۔ سمجھ لو اور چپ ہو۔ میں نے مانا جسکو تمنے لکھا ہے وہ لکھیگا کہ
میں نے تمہارے پوچھا اسنے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اچھا بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت
ہی باور کرینگے فقیر کبھی نہ مانیگا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علیشاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میرے
ہم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی نسبت سے وارد اکبر آباد ہوئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے ہاں وہ ایک بار آئے تھے
پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہو گئے ہونگے امجد علیشاہ کے عہد میں انکا ایک خط
مجھکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط
میں مجھکو پہلے یہ مصرع لکھا تھا ع از بخت شکر دارم و از روزگار ہم۔ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا
جے پور نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر نے
بلایا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے
بادشاہ نے خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے۔ مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی
قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی

بیچ میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیجدیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اُسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جسکی بیت اسم یہ ہے ؎

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعائے او	صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار	الخ

متردد تھا کہ کسکی معرفت بھیجوں توکلت علی اللہ بھیجدیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بآئین شائستہ پیش کرنیکا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہرکن سے میری مہر خطابی کھدواکر بھیجدیجئے چاندی کا نگینہ مہر اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کرکے بھیجدیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ بس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اُس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب پانا غلط۔ بہار ہوکر بے مہر بھی تُم سے بغیر حاصل کرکے مرشدآباد کو چلا گیا چلتے وقت وزیر نے دو سو روپیہ مالا دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت مقتضی اسکی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان۔ مراق اُسکی خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایکدن بجلی گری۔ ؎ ایک آدمی اور کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مرگئے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرگئے۔ مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جابجا اخبار نویسوں نے اُنسے سُن کر درج اخبار کیا۔ لو اب چونتیس بارہ دن ہوئے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے دیہی دہقانی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے۔ یغمائی لوگ ہ کڑی۔ تختہ۔ کیواڑ۔ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمت کا مقدور کہاں۔ فرمایئے مکانات کیوں نہ گریں۔ +۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُسکا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا گویا ساغر التفات کا دوسرا دَور پہنچا اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دُم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم + یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ زخالِ گوشۂ ابروئے یار می ترسم + کیا آپ مجکو بے ہنری اور زیچ بیزری میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے۔ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا پیش زیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ۔ آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اَور کیا رکھا ہے بہرحال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی پر یہ نظر آتا تھا اور اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب وہ دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر آلہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قِران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف پھر

بہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بُدھ کے دن حسب الحکم حکام
کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں
آنا سنا یا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب
دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا
ہوں چنانچہ بہ شمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا ؎ تا نہال دوستی کے بردہد ٭ حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم ٭

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم
ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ
کا خط لایا ؎ این کہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب ٭ مُنہ پیٹتا ہوں اور سر ٹپکتا ہوں کہ جو کچھ
لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے ملکر سرگزشت
بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جان گزا ہے پر بموجب
تلف المال خلف العمر عمر فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُسکو عمر کی قیمت جانئے اور ثباتِ
ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان
کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے
اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر میں بعبارتِ فارسی نا آمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ
پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اسکا نام رکھا
ہے اور اسمیں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے
کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانونگا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا
جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھئے تو اُنکی
خیر و عافیت بہر نمط لکھیے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجیے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سنی سنیئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات۔ تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ تاثرک باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل تو استعجاب کیوں ہو اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور پورب میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفرادہ بہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم ملگئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہدو گے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانونگا یہ دن مجھ پر برے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم وہم کا ہجوم ہے

سوز غم ہائے نہانی اور ہے	آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیئے۔ چونکہ آپنے کچھ نہیں لکھا تو زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر مجید علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں آپ کو معلوم ہو گا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے نام ان کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔ اس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے۔ تخرجہ کی روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔ قطعہ

حسین ابن علی آبروے علم و عمل — کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر — غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حدِ ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس مُہر اور کون کھود سکیگا ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرمائیں پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام بہزار اشتیاق پہنچے۔

ایضاً اللہ شکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بر وزن ہمیشہ گنجایش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر بیدل ؎

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگریز — کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب ؎

رفت آنکہ با ز حسن مدارا طلب کنیم — سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان - کیا میں سخن ناشناس اور ناانصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؎ چہ حاجت ست مشاطہ روے زیبا را + ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن بازم رہِ ہوشم زن + دو میم آپڑے ہیں - ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن دیگر رہِ ہوشم زن + اب دیکھئے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں - اتنی عنایت فرمایئے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا - زیادہ حدِّ ادب - +

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں - ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے - کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم - سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن - اے ایاز حدِ خود بشناس - مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر - پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ آنے کا شکریہ ادا کر - اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا - اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے ؎

گرمی از آب بروں رفت و حرارت ز ہوا	محمل مہر جہانتاب بمیزاں آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کرا لیجئے مجکو بھی آج دسواں منضج ہے - پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا - +

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اُس پرسش کا شکر بجالاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں منضج چار مسہل

کہانتک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہوگیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعفِ قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور ہمکو زائل کرسکیں غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو اُن غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سُن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفیق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجکو ایمان نصیب نہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حدِ ادب۔

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہو نفسانی ہیں اضداد کا جمع ہونا محالاتِ عادیہ میں سے ہے کیونکر ہوسکے ایک وقتِ خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور میں تمکو ہم طالع پاتا ہوں۔ عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہمقوم تو سرا سر قلمروِ ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یا دشت قبچاق میں سو دو سو ہونگے مگر ہاں اقربائے سببی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اکٹھ برس ستم اُٹھائی ہیں ؎

گرد ہم شرحِ ستم ہائے عزیزاں غالب		رسمِ اُمید ہمانا ز جہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تمکو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ		مرگئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا

کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُنکے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ؎

از خونِ دل نوشتم نزدیکِ دوست نامہ	انی رایت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیئے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج والم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجھکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیئے۔ خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سُنئیے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط کے حاصل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں۔

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمھارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل پہ رکھا مزا پایا۔ کل تک اُس نام کو سُن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو کاشکے تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہیں دو ایکبار میں نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ ادرہی آب و گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نبھنے کی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہیں

بیٹھے رہو و یکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہٗ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتمائے ہو آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمہارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجھکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا کل میں نے خبر منگائی تھی سولڑکی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چارشنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔ غالب۔

ایضاً میری جان تمہارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ جولائی ۱۸۶۴ء۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک

والرحمٰن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے جان ہے تو جہان ہے۔

کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق
ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھئی دنیا نہ دین۔ مگر تم
حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرا کو اپنا نصب العین رکھو ؎
در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست ۔ گھر میں تمہارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور
جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام و باقر علی
اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے اوروں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی
بجا لائیں۔ خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا۔ اپنی مرگ کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۲ صفر و ۱۱ جولائی سال حال۔

ایضاً میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو۔ تجھکو خدا جیتا
رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر
کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں یعنی میں نے اپنے کو
اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا
شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں لے اب تو قرضداروں کو جواب دے سچ تو یوں
ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا بڑا کافر مرا۔ ہمنے از راہ تعظیم جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے جنت آرامگاہ و عرش
نشیمن خطاب دیتے ہیں چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے آئیے
نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اجی حضرت
نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے اوغلان صاحب آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو اکسو کچھ
بولو۔ بولے کیا بے حیا بے غیرت۔ کوٹھی سے شراب گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا میوہ فروش سے
آم۔ صراف سے دام قرض لیے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہاں سے دونگا۔

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضوان

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے
جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی ہے۔ از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی ۔ قربان علی بیگ خاں کو دعا کہنا
مرزا تفضل حسین خاں کو دعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ر نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب
دورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤنگا۔ آگے چار روز یہاں رہیں گے پھر نمائش گاہ بریلی کی
سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ پنجم
دسمبر تک آجائیں گے۔ تین دن جشن رہیگا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا۔ خدا کرے
تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں ان کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا پھر سالک کو
پڑھانا پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس بھجانا۔ اِس قصیدہ کیساتھ
کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا شہاب سے مانگ لینا اور اُسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے
تیس روپے کی ہنڈوی سو روپے کی باقی حکیم جی کو بھیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی ان سے رسید لکھوا بھیجو
اور سب جلدوں کے شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے
جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیجدینا یا روپیہ فوراً بھیجدونگا
یا آکر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو کون کون حاضر ہوا۔ کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا صاحب
آئے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ ہاں بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور
لکھنا علی نقی خاں وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا
آج دو شنبہ ۴ر نومبر کی ہے آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یعنی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ جو نویں دن اگر
تمھارا خط نہ آیا تو میں تمھارا رافضی بن جاونگا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں۔
اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب

اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب نہ لکھوں تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہو جبتک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ ناتوان و نیمجاں ہوں۔ جب مرجاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگے پس جبتک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہے خستہ و نیم مردہ رنجور و دردمند چند سطریں لکھ کر اسوقت تمہارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر در پیش ہے بفرض محال اگر گھر میں ہیں تو عنایت سے انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آئیگا ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خاں صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیمجاں کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل بہت خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالی جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی اب میری انگلیاں لکھنے کی نہیں رہیں [illegible] لکھ نہیں سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں پرسوں کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا۔ آج [illegible] مرزا یوسف علیخاں آگئے میں نے ان سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمہاری دادی اچھی طرح تمہارا بھائی اچھی طرح [illegible] سے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے کبھی روتی کبھی [illegible] آتی ہے۔

ایضاً نور چشم و راحت جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط [illegible] کا جواب [illegible] تھا وہ مجھکو پہنچا اسمیں کوئی بات جواب طلب نہ تھی [illegible] خط میں [illegible] امر کا [illegible] اظہار [illegible] یہ ہے کہ میں نے [illegible] بیٹھے میں [illegible] کی ایک جلد [illegible] نواب [illegible] مرزا [illegible] حسین خاں [illegible] معرفت انور کو بھجوائی تھی سو ایک ہفتے میں حضور پر نور مہاراجہ بہادر کا خط [illegible] کی معرفت مجھکو آیا حضور نے ازراہ بندہ پروری قدر افزائی [illegible] لکھا [illegible]

بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو تمکو اس کی اطلاع ہوگئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہوگئی تھی تو تم نے مجھکو کیوں نہیں لکھا اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ ر دسمبر ۱۸۶۶ء ❊

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمھارا خط آیا مگر تمنے اپنے مکان کا پتہ تو لکھا ہی تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا بارے شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تمکو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمھاری تنخواہ تمھارے گھر بھیجدی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسداللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ ر نومبر ۱۸۶۶ء۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمھارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب بہہ تن مصروف ہیں۔ دوالی کی تعطیل ہو چکی ہے نوندلے کی بی بی مرگئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کریگا کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں پھر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمھیں یوں لکھا ہے مطلب پنہاں اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمھارے کام آئے تو میں حاضر ہوں یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر ہاں فکر مجھکو تمھاری ہی ہے اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا خدا داد جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاءاللہ العزیز اوائل ماہ آئندہ یعنی دسمبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائیگا ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چُنی لال تمھارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمھارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ سچ کہکر اُسکو اس بات پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تمکو بھیجدے بنیوں کی طرح تقریر اُسکو سمجھائی ہے کہ لالا جب درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو

پانی دیتے ہیں۔ حسین مرزا تمہارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو اناج پیدا ہو۔ بھائی کچھ نازم ہوا ہے۔ تمہارے مکان کا پتا لکھوا کرے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رامجی داس سے صلاح کرکے جو بات ٹھہر گئی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیجدے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسداللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنیوالا ہے بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے میں نے خط اُن کو خط نہیں دکھایا مگر عندالاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دُعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمہارا رقعہ اُنکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر۔

ایضاً نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں اُنمیں باہم گفتگو ہوئی نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ میں خیام ہوگا دربار وہیں ہوگا۔ رہا دلی کا آنا شبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے کوئی کہتا ہے [illegible] ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۲ دن یہاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہوگا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئیگی خاطر عاطر جمع رہے۔ تمہارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائیگا اور اُدھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئیگا۔ میرا دربار و خلعت دریا بُرد ہو گیا۔ نہ پنشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ مزا نہ انعام نہ رسم معمول قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرسوں [illegible] کل [illegible] کھلا ہوا [illegible] گیا ڈاک کا ہرکارہ دو روپے [illegible] الٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا [illegible] لیا [illegible] کو نو بجے اُسکے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تم کو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں مَیں مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجا۔ شنوی باد مخالف کی تمہاری تحریر سے معلوم ہو گئی

خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلخانہ ملک ہیرا لال ڈکی کی محاذی کے مکانات سب گرائے گئے۔ بلاقی بیگم کا کوچہ
التوا میں ہے۔ اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں اہل قلم بچاتے ہیں، پایان کار دیکھئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً ۔ جناب عالی، کل آپکا خط لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل ہی سہ شنبہ کا دن ۸ نومبر
کی تھی۔ آج بدھ ۹ نومبر کی صبح کے وقت میں تمکو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خاں کا خط لکھا ہوا
۳ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی
صاحب اچھی طرح ہیں، اُن کو تپ آگئی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے
کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلوتہی کرتا ہے نوندرائے کو تاکید کرتے ہیں۔ آجکل یہاں
پنجاب حاطے کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون روٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۱۷ نومبر سے جاری
ہو گئی۔ ساگر رام خزانچی، چھنا مل، مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا ہے۔ غلہ ور
اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے۔ آگے حکم تھا کہ
مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں۔ پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں، یہ نہ سمجھنا کہ تم یا میں یا کوئی
اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ کرایہ کے مکان میں رہتے
تھے وہ بھی آ رہیں۔ مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو ہمشیرہ کی درخواست کیونکر گزرے۔ جب وہ
خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان ویران میں ایک حویلی ملیگی
اور اُن کو یہاں رہنا ہوگا۔ کیونکہ اُس ویرانہ میں تنہا رہینگی ہم کو وہم گزرتا ہے نا گاہ جبر اختیار کر کر رہیں۔
کھائینگی کہاں سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور منصوبے ناتمام ہیں۔ ان نقل لینی اور مرافعہ کرنا اور نقل
حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ سو لیے نہیں کہ جلد تعمیل ہو جائیں۔ احکام بے پروا، صاحب حکام
عدیم الفرصت۔ میں پا شکستہ، محمد علی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم
احسن اللہ خاں کے مکانات شہر ان کو مل گئے اور بیگم کے شہر سے باہر بنواتے۔ دروازہ سے باہر نکلو سا اپنے گھر میں

رہو۔ نواب حامد علیخاں کے مکانات سب ضبط ہوگئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوسلین کے رہتے ہیں
باہر جانیکا حکم اُنکو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کرانچی بندر جانے کا ہی۔ اُنھوں نے زمین پکڑی ہی سلطان جی
میں رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔ ٭٭

ایضاً نواب صاحب پرسوں مجکو تمھارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ
کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا
ہے پنجشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۹ء۔ اب غالب کی مصیبت کی داستان سُنئے۔ پرسوں تمھارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا
میر منشی سے ملا۔ اُنکے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا
جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا خبر کروائی۔
حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو عالم نظر میں
تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
بقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرتپور برات لیکر پٹیالہ گیا تھا اور اس سبب آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا
ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے۔ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ
بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں توپیں چل رہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسیوقت ہوئی کل یکشنبہ ہے
پرسوں دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے۔ کل صبح کو محمد علی خاں
آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے مجکو پھیر دی ہے اور کہا ہی
کہ اسکے گزراننے کا موقع نہیں میں سوقت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمھاری پاس سُنکر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا
اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخاں الوریں منشی ہو کر مر گئے خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے
کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اُسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا مسموع
سنا ہے کہ ایک محکمہ لاہور میں عادضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہی کہ جو رعیت کا مال کا لوٹ گیا

لوٹا ہے البتہ اُسکا معاوضہ بحساب فی بیگہ سرکار سے ہوگا یعنی ہزار روپے کے مانگنے والے کو ستّو روپیہ ملیں گے اور جو
گوروں کے وقت کی غارتگری ہے وہ ہدر اور مُہمل ہے اُسکا معاوضہ نہ ہوگا شاید یہ ہی کمشنر ہوں مکانات کو
حامد علی خاں کا کر کر کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی
محلسرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب پھاٹک اور سر تا سر کانیں گرا دی گئیں سنگ و خشت کا نیلام کر کے
روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر یہ سمجھو کہ حامد علیخاں کے مکان کا ملبہ بکا ہے۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا
جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کون پوچھتا ہے تم ابتک سمجھے نہیں ہو کہ حکام
کیا سمجھتے ہیں اور کبھی سمجھو گے کیسا لونڈے لیے کیسی نقل حکم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں وہ احکام
قضا و قدر ہیں اُنکا مرافعہ کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک
رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے۔ رامپور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو گیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ للہ تم وہاں
جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب المرجب ۱۲۷۶ھ میں دیکھوں جو تدبیر شفیقہ کے باب میں تم نے
کی ہے وہ بہت مناسب ہے بشرط پیش ہونیکے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں اُسپر
قابض ہو جاینگے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خان کو دعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ کرتے
ہیں جو آبا و اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہے اُنکو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤں و ثنا کا صلہ جدا
پاؤں ع کارساز ما بفکر کار ما + لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی
بیہودہ ہے زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئندہ کے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے
پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدّت نہ گرمی کی حدّت۔ نہ حاکم کا خوف
نہ مخبر کا خطرہ۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤں عالم نور
اور سراسر سُرور ع یا رب این آرزوے من چہ خوش ست + تو بدیں آرزو مرا برساں +
بندۂ علی ابن ابی طالب۔ آرزومند مرگ۔ غالب۔ روز سہ شنبہ ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء +

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط تم کو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک خط کا جواب رہ گیا ہے اب سنو تفضل حسین خاں اپنے ماموں معین الدین خاں پاس میرٹھ ہے شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد انکے غلام علیخاں اکبرآباد میں ہیں کتب داری کرتے ہیں لڑکے پڑھاتے ہیں روٹی کھاتے ہیں تم لکھتے ہو کہ سچا ہے محل واجد علیشاہ کے کلکتہ گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلیخاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس گئے۔ اس خبر کو اس خبر کیساتھ منافات نہیں ہے ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں ادھر سے بیگمات کو وہاں بلایا ہو مگر میری جان ہمکو کیا ع عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب ؂

ایضاً آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور انیسویں اپریل کی صبحکو بھائی فضلو جنکو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں اور جو احتشام الدولہ خطاب پایا ہے وہ تین پائے کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہوکر الور روانہ ہوئے۔ پہر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ ملفوفہ میر کاظم علی لایا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمہارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط انکو دیدیا وہ اسکو پڑھ رہے ہیں اور میں یہ خط تمکو لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر جو ہونی تھی ہوئی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعے نہیں ایک قطعہ تھا۔ ماہرو خوش خرام کیجگہ مہرخ خوش خرام بنا دیا ہے قطعہ اچھا ہے بشرطیکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کیواسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان ہوشیار بود ہے الٰہی رامپور کو اس بندش کے جراہیں کچھ دخل نہیں یہ کام خداساز ہے۔ یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا اعجاز ہے ناظر جی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں سودہ عرضی کا میرے پاس آگیا میں نے دیکھا اور انکا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا اس کو لائے اور کام بنجائے۔ الگزنڈر ہیدرلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکبخت اور سعادتمند ہیں میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سفارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے

دریافت کرلو۔ ہاں دو مقدمونیں ہیں نے انکو دو خط لکھے مگر اُنہوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور ان مقدمونیں کوشش بھی نہیں کی اب اسکو سمجھکر جو کچھ لکھو اُسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے وہ تمکو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے اپنے آنے میں جلدی نکرو۔ ماں کی رضا جوئی کو سب اُمور پر مقدم جانو میں ابھی رامپور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرطِ حیات جاؤنگا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمھارے پاس پہنچے۔ اُنکے نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نرہے جب وہ پہنچیں تب اُنکو حوالہ کرنا۔ صاحب نہ خمس نہ نذر۔ یہ باتیں غیرت کی ہیں جسطرح اپنے اور بچوں کو دونگا مظفر مرزا اور تمکو بھی اُسیطرح بھجواؤنگا ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز۔ ہفتم رمضان و ۲۹ اپریل۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمھارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۷ شوال و ۱۹ مئی ہے اُسکا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم ٹامس ہڑلی صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے ہاں الکھ صاحب سے ہے سو اُنکی نام کا خط لکھا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھکر بند کر کر اُنکو دو اور اُنسے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجکو لکھو۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کونسی درخت کا پھل ہے میرا اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لیگئے مصطفے خاں کو دی آئے ڈاک میں اُنکی رسید آگئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جس وقت تمھارا خط آیا اُسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین آب باغ کی درخوست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمھارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوادیں گے۔ غالب

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجکو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ

کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنای روزگار کا ہی۔ تعزیت یون ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے
ہیں کہ صبر کرو۔ ہای ایک کا کلیجا کٹ گیا ہی اور لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپیگا
صلاح اسمیں نہیں بتائی جاتی۔ دُعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا
مجھسے اگر کوئی پوچھے کہ بے سر و پا کسکو کہتے ہیں تو مَیں کہونگا یوسف مرزا۔ تمہاری دادی
لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایکبار دونوں قیدوں
سے چھوٹ گیا نہ قیدِ حیات رہی نہ قیدِ فرنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتی ہیں کہ پنشن کا روپیہ
ملگیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہی کہ مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اُسکا پنشن
کیونکر ملیگا۔ اور کسکی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجائیگی۔ مصطفےٰ خاں کی رہائی کا حکم ہوا
مگر پنشن ضبط۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہی تمہارے خیال میں جو کچھ
آئے وہ مجھکو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدل مذہب عیاذاً باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ
حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہونگے کہ اس صورت میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ
عقیدہ کب بدلتا ہی اگر یہ بھی تھا تو اُنکا گمان غلط تھا اسطرح رہائی ممکن نہیں قصہ مختصر تمہاری دادی کا
خط جو تمہارے بھائی نے مجھکو بھیجا تھا وہ مَیں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیجدیا۔ انکی جاداد
کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہی اگر اُنکے بڑے بھائی کے یار انکو چھوڑیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہی
مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب نہ تھا تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہی خدا کرے انجام بھی آغاز
کے مطابق ہو۔ انکا مقدمہ دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا سرانجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہی ہوگا کیا
اگر جاداد ملی بھی تو قرضدار دامن لینگے۔ رزاقِ حقیقی پنشن دلوادے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب
میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دُعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ۱۹ مئی سال حال

ایضاً ۔ میری جان اے میری آنکھیں سے زہے راحت و خوشا گرفت کہ چند نالے کہ ایک آہ و بکا کہ نت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو۔ اور اپنی
اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنیکا ذکر کیوں
کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اب
تک جیتے ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلا ہے۔ معلی ہے یہ داغ تا جیتے جی
نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا لانیکا ہرگز افسوس نہ چاہیئے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہو
کچھ ہو ہی نہ سکے تو کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہے کہ رہیئے کہاں اور کھائیے کیا۔ مولانا کا حال کچھ تم کو
مجھکو معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوام حبس بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد
دریائے شور کیطرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائیگا انکا بیٹا ولایت میں اپیل چاہتا ہے کیا ہوتا
ہے جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا تمکو مفصل
لکھ چکا ہوں وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر ملجائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے
حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کرینگے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانیکو کہا یہ گناہ
نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اسکو نہ مٹا سکے سبحان اللہ
گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو
مصرعے معاف نہ ہوں۔ ہاں صاحب گولہ کا بہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانب دار نہیں۔ تو حضرت
میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر مرتضی حسین کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا
جواب کل لاؤنگا۔ میں تو صبحکو خط روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لا دینگے اسکو جدا لفافہ میں روانہ
کر دونگا۔ مظفر مرزا دیکھیئے کب تک آتے ہیں اور جہاں سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سنو۔ حافظ ممو
بیگناہ ثابت ہو چکے رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں قبض و تصرف
انکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر ہے۔ پرسوں وہ حاضر ہیں مثل پیش ہوئی حاکم نے پوچھا کہ حافظ محمد

کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممّوں کون عرض کیا کہ میں۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے۔ ممّوں ممّوں مشہور ہوں۔ فرمایا کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممّوں بھی تم۔ سارا جہاں بھی تم ہو دنیا میں ہے ذرہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخلِ دفتر ہوئی۔ میاں ممّوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا۔ میں نے جانا ایا بھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں اُترے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے۔ محمد قلیخاں میری ملاقات کو آئے تھے علی جی میں رہتے ہیں۔ رضا شاہ پٹودی گئے ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی خان مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنے زوجہ میر احمد علیخان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤنگا۔ خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گذری۔ اِس وقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ۔

ایضًا میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گرد پھینک کر دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے رقعہ لکھوایا میر تفضل حسین کو فقط اُنکے نام کی جو عبارت تھی وہ بڑھا دیا تاکہ اُنکی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جبتک تمام ہو۔ مثنوی جب تک نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح دیجائے۔ اپنے پھوپھے صاحب کو سلام میرا باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے اور دعا باعتبار بزرگی اور استادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے جسکی نقل بھیجوں۔ ہاں زبانی زبانی خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے باز پرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ آئے دن کوئی دن ہو کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتکڑیاں حوالات میں ہے۔ سنتے ہیں کہ حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نذرانے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی جو کچھ ہونا تھا ہو رہیگا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہے نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خان کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُنکی دو بہنیں سو روپیہ مہینا پانے۔ اُنکو حکم ہوا کہ

چونکہ تمہارے بھائی مجرم تھے تمہاری پنشن ضبط بطریق ترحم دس روپیہ مہینہ تمکو ملیگا ترحم یہ ہی تو تغافل کیا
تہر ہوگا۔ میں خود موجود ہوں اور حکامِ صدر کا روشناس پشم نہیں اکھیڑ سکتا ۲۵ برس کا پنشن تقرر اسکا
تجویز لارڈ لیک منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہی نہ ملیگا۔ خیر احتمال ہی ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ
ہوں۔ اسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا اسوقت کلو کے پاس اکروپیہ سات آنہ باقی ہیں بعد اسکے نہ
کہیں سے قرض کی امید ہی نہ کوئی جنس ہن و بیچ کے قابل ہے۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا
للّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اِس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائیگا
دیکھیے آتا ہی یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ منظفر مرزا کا خط الور سے
آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب
سہام شرعیہ و ثلث منظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہی ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہی
غالب۔ محررہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سالِ حال ؞

ایضًا میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور انکے متعلق سب اچھی طرح ہیں
حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمھیں خارش کیوں ہوئی حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے
خدایا اُن آوارگانِ دشتِ غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست
رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اِس خط کے
پہنچتے ہی اپنی اور انکی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمنے اپنے نام کا خط پڑھا وہاں کا حال بھی ہی ؎

بگفت احوالِ ما برقِ جہان است ۔۔۔ دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم ۔۔۔ گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا اُسکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس سے
علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنا ہی قدیم رفیع مشہور۔ اُسکی انہدام کا غم کسکو نہ ہوگا یہاں

دو سڑکیں دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل اُنکا الگ الگ اُس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارک بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائیگا۔ محبوب علی کی دکانیں بھیلیوں کے گھر فیلخانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچے تک سوای لال ڈگی کی ودو چار کنووں کے آثار عمارت باقی نرہیگی آج جان نثار خاں کے چھتے کی مکان ڈھنے شروع ہوگئے ہیں۔ کیوں میں دلّی کے ویرانے سے خوش نہ ہوں جب اہل شہر ہی نرہے شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ ہوا کہ اُنکا خط مجھکو محمد قلی خاں آیا۔ کلّو کے ہاتھہ اُنکے گھر بھجوایا اُنکا گھر کہاں وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں وہ نتھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے اُنہوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا اور کلّو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلیخاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دونگی کل رضا شاہ آئے تھے میں نے اُنکو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو جلد پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری اَنّا کو میں کیا جانوں۔ کس تپے سے ڈھونڈھوں دَدّا سے میں نے پوچھا امیر النسا کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج ہے ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونیکا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیجدی ہے تو بیشک مُدّعائے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے اگر خود نہ منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیاء الدینخاں کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں ایاز اور نیاز علی اُنکے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور ایک دعا اور دو آداب لکھ دی۔ دَدّا اور کلّو اور کلیاں کی بندگیاں پہنچیں قمر الدینخاں پرسوں آیا تھا اب آئیگا تو دعا تمھاری اُسکو کہدونگا۔ غالب ✤

ایضاً۔ حق تعالی تمہیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نتھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی ۱۷ تاریخ تھی۔ صبح کیوقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنو سے آئی تھی

بی ختن کے ہاں اُتری تھی اب وہ بڈھی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی - کہتی تھی کہ نصیبِ اعدا ناظر جی بہت بیمار ہیں
خدا خیر کرے - یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کروں - کیونکر خبر منگاؤں - یا علی یا علی یا علی فی بارہ
بار دلمیں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا - یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا - ڈاک کے ہرکارہ نے خط
لاکر دیئے - نیاز علی اوپر لے آیا ایک خط یارِ عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر
مولوی کا - میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجکو رونا آجائے - بارے اُس خط کو مَیں نے آنکھوں سے لگایا -
چھپا لیں آیا تم تماشا دیکھو ۱۳ محرم کا خط ۱۸ کو مجھے پہنچا - اُسمیں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک
کلکتے جاؤنگا اور پھر حضرت مجھ سے مطلب کا جواب مانگتی ہیں - ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجکو خط
بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتہ لکھینگے تب جو کچھ مجکو لکھنا ہوگا لکھونگا - آغا صاحب کو سب خط سنا دیا اور اُنکو اُسیوقت
کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اُسکو گرمائیں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کیواسطے بھجوائیں ضیاء الدینخاں
دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے باغ میں اُترے ہوئے ہیں - دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کیواسطے
آئے تھے کچھ اُنکو منظور ہے برعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے سے اُنکے خط کے
آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤں میرا وہی حال ہے کچھ کا نہیں ہوں مگر کسی خدمتگزاری کی توفیق نہیں ہے
بُرے بھلے حال سی گذر جاتی ہے افسوس ہزار افسوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال اگر کہوں تو کون باور کریگا
اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنیکی ہے سو کرنیکا مقدور نہیں تفضل حسین خاں ابن غلام علیخاں میرٹھ میں
اپنے ماموں حبیب کے پاس ہے شہر میں آیا تھا - میرے پاس بھی آیا تھا - تمھارا اسلام کہدیا - پرسوں
پھر وہ میرٹھ گیا - بھائی فضلو عرب سرا میں رہتے ہیں برسوں سے آئے ہوئے ہیں - دوڑتے پھرتے ہیں
عرضیاں دیتے پھرتے ہیں - کوئی سنتا نہیں - تمکو سلام کہتے ہیں - آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا
فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے اور باقی ہندو مسلمان - عورت - مرد - سوار پیادہ جو چاہے
چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے - وہ شور و غل تھا کہ شہر کیں

نکلیں گے اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مرٹ کر ایک جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکل آئی
دلی والوں نے لکھنؤ کا خاکہ اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا۔ میں
جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا بات اتنی ہی ہے جو تم نے لکھی ہے بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے
کی خبر اور سجاد اور اکبر اور انکی ماں کی خیریت اور اپنی بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ ۱۰ محرم الحرام

ایضاً میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تمکو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا کہ میں نے
اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تم نے مجھکو شکایت نامہ بھیجا ہے
اسکے بعد ایک خط میرا بھی تمکو پہنچا ہوگا یہ خط کل آیا آج میں اسکا جواب لکھتا ہوں سنو صاحب تم جانتے ہو کہ
میں ۱۲ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال و رومال و دوشالہ ایکبار پہنچگا حضرت سلطان عالم سے پا چکا
ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجھکو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر
مد ظلہ العالی۔ اب وہ میت اسکی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے انکی توسط کے مدح گستری کا قصد کروں جناب مجتہد
قصیدہ لکھکر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجا ہے یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیجا ہوگا اور میں نے بھی
ہو کر یہی قصیدہ لکھنؤ کو بھیجا ہے اسی خط میں بھی لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتہ پہنچ گئے ہوں تو مجھکو اطلاع دو انکی روانگی اطلاع کے
باب میں جو مناسب و معقول اور وقتی ہی تو ہیں ہے پروانہ عالیشان مظفر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں
یہ ورق پڑھکر انکی خدمت میں گزران دو اور جو وہ ارشاد کریں مجھکو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا
جواب ہو چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام
کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالب شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا و خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرت غم سے سودائی
ہو جاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہے اگر اس ہجوم غم میں میری قوت متفکرہ میں فرق آگیا تو کیا عجب ہے بلکہ
اسکا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے غم مرگ۔ غم فراق۔ غم رزق۔ غم عزت۔ غم مرگ میں

قلعہ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں۔ مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا اسکا بیٹا احمد مرزا انیس برس کا بچہ۔ مصطفےٰ خاں ابن اعظم الدولہ اسکے دو بیٹے۔ ارتضیٰ خاں و مرتضیٰ خاں قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا۔ اے لو بھول گیا۔ حکیم رضی الدین خاں۔ میر احمد حسین میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غم فراق حسین مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب خدا انکو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے۔ گھر انکے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے۔ حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا اسکی بیٹی اسکے چار بچے۔ اسکی ماں یعنی میری بھاوج جیپور میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں بھیجا۔ بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیا اور امرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور میں دیکھوں۔ اس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیئے۔ اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلو۔ کلیان۔ ایاز یہ باہر۔ مداری کے جورو بچے بدستور گویا مداری موجود ہے۔ میاں گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آ گئے کہ بھوکا مرتا ہوں۔ اچھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک پیسہ کی آمد نہیں۔ بیس آدمی روٹی کھانیوالے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے وہ بقدر سد رمق ہے محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں دیو نہیں۔ بھوت نہیں۔ ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا ضعف قویٰ۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ گویا صاحب فراش ہوں۔ نہ کہیں جا سکتا نہ کوئی میرے پاس آنیوالا۔ وہ عرق بقدر طاقت بنائی رکھتا تھا اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھکر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا خلعت فاخرہ پاتا تھا۔ وہ صورت اب نظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ بیگناہ ہوں نہ گنہگار ہوں۔ نہ مخبر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے رات دن

خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصوّر کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو مجھکو دیگا یہ اُسکا مطلع
ہے ۵ زسالِ نو دگر آئینہ بروی کار آمد * ہزار و ہشتصد و شصت در شمار آمد * ہیں التزام اپنی تمام سرگزشت کے
لکھنے کا کیا ہے اسکی نقل تمکو بھیجونگا۔ میر آقا زادہ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس میں جو مضمون ہے
بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر کے لائق
نہ تھا۔ میں نے یہی میں امجد علیشاہ کی جگہ واجد علیشاہ بٹھا دیا خدا لگی بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا
کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ میں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا
اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جسکا ذکر بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدہ سے مجھکو غرض
دستگاہِ سخن منظور نہیں۔ گدائی منظور ہے بہرحال یہ لکھو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمھارے
ماموں کا خط آیا وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمھارا خط آیا اُسمیں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں اس تفرقہ
کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسکی معرفت
گزرا اور کیا حکم ہوا یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تمکو
اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دہ و ملک ناظر جی کو
بھیجدی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ
شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور دیہات میں ڈھہ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے کرایہ دار کا نام نہیں بلکہ
یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے۔ میں تو پنشن کے باب میں حکم اخیر سن چکا ہوں
چلا جاؤنگا۔ جمادی الاوّل سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرّم سنہ ۱۲۷۵ سال شروع ہوگا اس سال کے دو چار
گیارہ مہینے غرضکہ اُنیس ۱۹ بیس ۲۰ مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں اسمیں رنج و راحت و ذلت و عزت جو قسمت میں ہے وہ
پہنچ جاوے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں۔ جسم با میور میں اور روح عالم نور میں یا علی یا علی
میاں ہم تمہیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بربا کا پسر دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے تو کیا [illegible]

باپ اسکا شیو جی رام اُسکے غم میں مُردہ سے بدتر ہے یہ وہ مصاحب میرے یوں گئے ایک مُردہ دل افسردہ کون ہے جسکو تمہارا اسلام کہوں
یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد اُنسے لیکر پڑھ لینا اور جسطرح اُنکی رائے میں آئے اُسپر حصول مطلب کی بنا
اُٹھانا اور ان سب باتوں کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھیے اگر
کیا کہتے ہیں یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں کیا کروں کسکے دلمیں اپنا ملال ڈالوں۔ میر قصنی علی
پہلے سے نیت میں یہ ہے کہ جو شاہزادہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔ نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد
نصف میں مفلس سکا۔ ماجرا حیات خیالات پر ہے مگر اُسی خیالات سے اُنکا حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہے والسلام
خیر ختام۔ دوشنبہ۔ دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ء وقت صبح

ایضاً میاں صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ
العلما کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ انکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں
رکھے۔ جب چاہیں تب وہاں پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ ہمارے تمہارے ہاتھ آئے
لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُسکے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔
کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا۔ املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب ایک بار قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو
بیٹھے بٹھائے جواب آئیگا کہ ہمنے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیئے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی میں پہلے ہی
جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دلی کی املاک کا خونبہا
ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا
مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہیں ؎ منحصر مرنے پہ ہو جسکی اُمید ؛ نا اُمیدی اُسکی دیکھا چاہیئے
تمہارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہے ہے حسین مرزا اور
یہ کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کمبخت سے اسکا جواب سرانجام نہ ہو سکے بہت بڑا آسرا تھا
اور سرکار کی خدمت سہی۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا

دلی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ انکے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ مُرشدآباد میں ایک
سرکار بھی۔ حیدرآباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے ذریعہ و واسطہ کیونکر جائے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہے تا چاہو وہ
کسی طرح شاہزادہ کا سامنا ہوجائے اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب جنکے گئے ہیں بالیقین
کہ آگئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الٰہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آجائیگا۔ نواب
گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں نزول اجلال فرما ہونگے۔ الور۔ جے پور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ
چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخاں بہادر کو میری طرف سے میرا سلام نیاز اور
شکریہ لو آوری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ نومبر ۴ جمادی الاولی بحساب جنتری۔

ایضاً میاں تمہارا خط رامپور سے دلی آیا۔ میں ۲۴ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی
پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دوشنبہ ۹ رمضان کی ہے نواں دن یہاں آئے
ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا انکی
زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط انکو تمہاری روانگی کے بعد پہنچا تم جو مجھکو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔
کیا مجھکو انکے حال سے غافل اور انکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو
کوئی صورت نکل آئے۔ ابھی تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمہارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمہارے آنے پر
کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت
پڑے۔ بہرحال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہدینا مظفر مرزا کو دعا
پہنچے تمہارا الٹی خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ
آغا سلطان پنجاب کیطرف گئے۔ جگراؤں میں منشی حبیب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان
وہاں ہیں۔ نواب مہدی علیخاں بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس
اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے اب جو میں یہاں آیا

تو سنا کہ وہ میرٹھ گئی خدا جانے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے۔ مجھکو لڑکوں نے بہت تنگ کیا۔ چند روز اور رامپور میں رہتا زیادہ کیا لکھوں۔ راقم غالب مرقومہ دوشنبہ ۹ رمضان و ۲ اپریل ✤

بنام منشی شیونراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپنے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہرحال جب لفافے پہنچ جائیں گے ہم آپکا شکریہ بجا لائینگے ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ✤ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے کاغذ و روپیہ مہینہ کا کیوں مول لینگے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا ۲۱ شعر کا قصیدہ کہکر تمہارا حکم بجا لایا۔ میرے دوست خصوصًا میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ میں فن تاریخ کو نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۹ء کا کر دیا ہے خدا کرے تمہیں پسند آئے تم خود قدردان سخن ہو اور تین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں میری محنت کی داد مل جائیگی ✤

قصیدہ

١ — بلادِ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ ؎ جنابِ عالی ایلن برونِ والا جاہ

٢ — بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر ؎ کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرفِ کلاہ

٣ — وہ محض رحمت و رافت کہ بہر اہلِ جہاں ؎ نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جسکی نگاہ

٤ — وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جسکی پرسش کے ؎ بنے ہے شعلۂ آتش انیس پرۂ کار

٥ — زمیں سے سودۂ گوہر اٹھے بجای غبار ؎ جہاں ہو توسنِ حشمت کا اسکی جولانگاہ

٦ — وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر ؎ وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ

٧ — یہ اسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش ؎ کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سرِ راہ

۸ ہنر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا — کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُمِ روباہ

۹ نہ آفتاب وہ لے آفتاب کا ہمچشم — نہ بادشاہ وہ لے مرتبہ میں ہمسرِ شاہ

۱۰ خدا نے اوسکو دیا ایک خجستہ فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوئے ماہ

۱۱ زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے — شعاعِ مہرِ درخشاں ہو جس کا تارِ نگاہ

۱۲ خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں — بنے گا شرق سے تا غرب اُسکا بازیگاہ

۱۳ جوان ہوکے کریگا یہ وہ جہانبانی — کہ تابع اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سیاہ

۱۴ کہے گی خلق اُسے داورِ سپہر شکوہ — لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ

۱۵ عطا کرے گا خداوندِ کارساز اُسے — روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ

۱۶ ملے گی اُسکو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اُسے — پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاج گواہ

۱۷ یہ ترکتاز سے برہم کریگا کشورِ روس — یہ لیگا بادشہِ چیں سے چھین تخت و کلاہ

۱۸ سنینِ عیسوی اٹھارہ سو و اٹھاون — یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگاہ

۱۹ یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں — دراز اُسکی عمر اِس قدر سخن کوتاہ

۲۰ اُمیدوارِ عنایاتِ شیو نراین — کہ آپ کا ہے نمکخوار اور دولتخواہ

۲۱ یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزّ و جاہ کے ساتھ — تمہیں اور اُسکو بسلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق مہربان مکرم میرے منشی شیو نراین صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمہارا مہربانی نامہ اِسوقت پہنچا اور میں نے اِسی وقت جواب لکھا۔ بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔ چھ جزو سے کتاب کم نہ ہو۔ مسطر میں گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے۔ شیرازہ کی طرف کا کم ہو۔ یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اُس نے اپنی پروانگی بھیجی شاید کچھ نہیں کہا۔ سکے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلطنامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیئےگا اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا

تو وہ بھی شریک رہینگے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیو رام پوری ہو مگر سفید مُہرہ کیا ہوا اور لعابدار ہو پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھی جائیں تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دلپسند اور نظر فریب ہو حاشیہ کا قلم بنسبت متن کے قلم کے خفی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائینگی ایک جناب فیض مآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم لارڈ النبرا بہادر کی نذر - اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدونکی جو لاگت پڑے روپیہ چھاپے کا لیکر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا میں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیجدونگا ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ اُنسے ملیں یعنی راجہ اُمید سنگھ بہادر اندور والے وہ چھیلی ہیٹ میں پولیس کے پچھواڑے رہتے ہیں - تعجب ہے کہ آپ کا خط آگیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی اب میرا خط فارسی اُنکے نام کا اور یہ خط دونوں خط اُنکو دکھا دیجیے گا اور راجہ اُمید سنگھ سے ملنے کو کہیئے گا اور ہاں صاحب یہ اُنکو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اُسکو سب سے پہلے جہاں اُسکا نشان دیا ہے وہیں نقل کریں اگر ضرور ضرور ہے وہ رباعی بیسویں صفحہ میں اِس فقرہ کے آگے ہے "ذات ہم بخت خسرو بلندی بجای رسید کہ رخ از خاکیان نہفت" - تم اُنکو یاد دلا کر اُسنے لکھوا لینا ضرور ضرور - یہ جو تمنے لکھا کہ صاحب نے سنکر اسکو پسند کیا میں [illegible] کہ کوئی مقام تمنے پڑھا ہوگا کیونکر کہوں کہ صاحب اِس عبارت کو سمجھے ہونگے اِسکی جو حقیقت ہو مفصل لکھو زیادہ زیادہ - راقم اسد اللہ یکشنبہ ۱۵ اگست ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب

ایضاً مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجھکو خط لکھنا کیوں چھوڑا اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے کیوں گئے ہیں اور کب تک آئینگے آپ مہربانی فرماکر یہ امور مجھکو لکھ بھیجیے اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُنکو بھی دستنبو میں لکھنے کا محل

بتادیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہوں نے نظم کو اور انہوں نے نثر کو کتاب کے خاتمہ پر چڑھا
یا نہیں تم سے ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہوں تو مجھکو انکے
لکھے جانیکی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے
خدا کے آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لیجیے اور محل تحریر میرے
خط سے معلوم کر کے انکو جابجا حاشیہ پر رقم کیجیے اور مجھکو اطلاع دیجیے ضرور ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک یہ کام
آپکو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر دو دم ہم دگر نشینند
بہم برزنند نہیب۔ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے تو اسکو چھیل ڈالیے گا اور اسکی جگہ نوا ہے
بنا دیجیگا۔ حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں۔ پہلا سوال مرزا تفتہ کا حال و انکے خط نہ آنے
کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال مرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھدی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ انکے نام
کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھدیں اور مجھکو اطلاع دیں۔ تیسرا سوال منشی نبی بخش
صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شرح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ اس شرح سے لیکر درمحل معلوم کر کے
حاشیہ کتاب پر لکھدیجیے اور مجھکو لکھ بھیجیے۔ چوتھا سوال یہ جیسا لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نوا کا لفظ بنا کر
مجھکو عنایت کیجیے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے۔ مرزا تفتہ سے ملکر روپیہ پچاس جلد
کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امر موقوف ہے اسکی اطلاع ضرور دیجیے۔ چھٹا سوال چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں
اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرے یہ سب کام از راہ عنایت [illegible] ان چھ سوال کا جواب
اسی طرح جدا جدا لکھیے اور ضرور لکھیے اور شتاب لکھیے۔ راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ع

ایضاً نور بصر لخت جگر منشی شیو نراین کو دعا پہنچے خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا اور سب حال تمہارے
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو لطیفہ
شوق سے لکھو اور آخر کے صفحہ کی دو سطریں [illegible] مضمون سرا سر آپکے مضمون کے خلاف میں میں نے [illegible]

فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگذشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آیا ہے اور وہ اپنی سرگذشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتدا ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو پہلے سو سمجھو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر میں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر ساتوں سطریں لکھ دیتا ہوں۔ اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائیگی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھا دوں کہ وہ ضروری ہیں سنو میری جان نوابی کا مجکو خطاب ہے نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے امرا سب مجکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد رہے نوابصاحب کیساتھ لفظ میرزا یا میر نہیں لکھتے۔ یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونو حالتوں میں لازم ہے

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہماری خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو تمھارے دادا کے والد عہد نجف خاں ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ ہیں اور انہوں نے جو کیٹھم گانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعوی کیا تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہیں اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں یا انیس بیس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گذر جاتی ہے

چونکہ گھر انکا بہت دور تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس ماہرے اور انکے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر
اور ہمارے دو کٹرے درمیان میں تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند نے مول لی ہے اسی کے دروازہ
کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ پاس دوسری
حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک
کٹرہ کہ کشمیرن والا کہلاتا تھا اس کٹرے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے
واصل خان نام ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیشدست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ اوگا کر انکے پاس جمع کرواتا تھا
سنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لیے تھے اور زمینداری اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے
کی سرکار کی مالگذاری کرتا تھا آیا وہ سب کاروبار تمہارے ہاتھ آئے یا نہیں اسکا حال ازروے تفصیل جلد
مجکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ۔ ۱۹ اکتوبر۔ وقت ورود خط ۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہونچے
میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پر تکلف اور پانچ جلدیں
بہ نسبت اسکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہدۂ اہتمام میں ہیں اس سے ہمکو اور تمکو کچھ کام نہیں وہ
جیسی چاہیں بنوا کر بھیجدیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو
بنوا کر بھیجدو۔ میں تمکو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر جانتا ہوں۔ تمکو تمہاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر سمجھونگا
باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم ملکر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تمکو لکھ چکا ہوں۔
مکرر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدمی زاد مگر ہاں دو ایک
مصوروں کی آبادی کا حکم ہوگیا ہے وہ رہتے ہیں سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں
تصویریں بھی انکے گھروں میں سے لٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کرلیں
ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپے سے کم کو نہیں دیتا کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحبوں کو

ہاتھ بیچتے ہیں تمکو وہ اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ مَیں نے چاہا کہ اسکی نقل کاغذ پر اُتاروں
اسکے بھی بیس پچیس روپے مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی بنے یا نہ بنے۔ اتنا صرف بیجا کیا ضرور ہے مَیں نے دو ایک
سے کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر تمکو بھیج دونگا مصوروں سے خرید کرنیکا نہ خود مجھ میں مقدور نہ
تمھارا نقصان منظور۔ آچھاپہ تمام ہوگیا ہوگا وہ پانچ اور سات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں
وہ اور ایک جلد جو تمنے مجھکو دینی کی ہے وہ بھیجو سب تصحیح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائینگی مگر وہ چالیس کتابیں میری
جو مجھے چاہیئیں وہ تو جلد روانہ کرو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچیگا اور محصول
اسکا کیا ہوگا اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ تین جلدیں رائے امید سنگھ کے پاس کیا اب بھی جائینگی میرزا تفتہ ہاتھرس کو
جاتے ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید آگرہ اور دلی کا آنا مجھکو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھکو
لکھو۔ تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو
اور مفصل لکھو۔ از غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۶ع ✣

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کرکے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو
یہاں سے اردو میں لکھکر بھیج دونگا تم وہاں سے انگریزی لکھکر بھیج دیا کرنا قصہ قاصدان شاہی جا بجا میں نے
دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو منقح اور عبارت کو رنگین بنانیکا قصد کروں تو تمام کتاب
کی صورت بدل جائیگی اور شاید تمکو بھی منظور نہ ہو۔ ناچار بسیر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال سے باہر تھے
وہ بدل ڈالے مثلاً جسے کو کہ یہ گنوارو بولی ہے وہ۔ پھر ٹھیٹھ اردو ہے۔ کرانا۔ یہ بیرونجات کی بولی ہے کروانا
صحیح ہے۔ آنچہ یہ غلط ہے آنچے صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضوابط نامربوط تھے اُن کو مربوط کر دیا ہے
اور ایک جگہ گھٹنے لیے یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا۔ اسکو تم سمجھ لینا۔ باقی اور سب مربوط اور خوب
اور صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کب تیار ہونگی۔ یہ دوالی بھی ہولی۔ اگر گلابچند کا
قصد ہے تو بھائی میری کتابیں بھیجکر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں کہا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات

کتابیں بھی نہیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کرینگے وہ تم نے اچھی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ
دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک کتاب
ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا بھیجیں۔ اور شاید کل پرسوں آجائیں۔
وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھکو بھیجا تھا اُسمیں ادمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونیکی اور بہت جلد آگرہ آنیکی خبر لکھی
تھی یہاں مجھکو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر تو اب گورنر جنرل کے تھے جب لفٹنٹ گورنر ہوئے
تو اب وہاں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے
تو انکے محکمہ میں چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میر منشی انکے تو وہی منشی غلام غوث خان صاحب
رہینگے۔ یقین ہے کہ انکے ساتھ رہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے
بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں آیا اب بھی وہی ہیں۔ یا انکی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔
ان سب باتوں میں سے جو آپکو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہو اسکو معلوم کر کے مجھکو لکھیئے اور جلد لکھیئے اور ضرور
لکھیئے۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جابجا بھیجنے ہیں جب نام اور مقام
معلوم نہ ہو کیونکر بھیجوں۔ جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار کامگار منشی شیو نرائن طال عمرہ و قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۳۲ کتابیں
آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تمکو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرکھار ڈاک میں بھیجا ہے اُس رقعہ
کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبد الحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں دلی گزٹ
میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں ہے یہ بھی وہیں آتے ہیں
تمہارے پاس حاضر ہونگے اور مہربانی رکھنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے انکو تمہاری خدمت میں شناسائی
رہیگی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی اسقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر دلی گزٹ میں انکا
طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجائش اپنے مطبع میں انکو رکھ لینا۔ راقم اسد اللہ [illegible] سہ شنبہ [illegible]

ایضاً ـ صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئیے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آ پہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں۔ مہر نیمروز نہیں اسکا نام نیمروز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھپایا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہی۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مَیں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے۔ اسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہی۔ اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپنا میری خلاف طبع ہی۔ محررہ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ع ٭

ایضاً برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۸۵۸ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت رکھے رقعوں کے چھاپنے کی باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہی کہ جو کتاب تمنے بھوائی ہے اور مَیں نے تمکو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا خدا کرے وہ عبارت تمنے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھدی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیجدینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب اُن کتب کی تقسیم اُس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جاے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع جواب طلب بلکہ کتاب طلب ٭

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جب آئے تو میرا خط بیرنگ کہ جسمیں سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اُس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اُس کا جواب کیوں نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کیواسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازانِ مطبع نے خط لیکر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں

دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تمنے جواب لکھا یا ابھی کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہو گیا
تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجھکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور
میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی تدبیر بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کی
مثنی کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضطرب روز شنبہ سوم نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب۔ شتاب طلب ۔

ایضاً صاحب تم خط کی جواب بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے
زخمی ہو گیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی۔ بہر حال اب اچھا ہوں پنج آہنگ
تمنے مول لی اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک پادشاہی چھاپے خانے اور ایک منشی نور الدین کے چھاپہ خانے کا
پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں مسمی ضیاء الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے سبتی بھائی اور
میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و نثر میں نے کچھ لکھا وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی
چوتن پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور دیوان ریختہ سب ملکر سوا سو جزو مطلّا اور مذہب
اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں۔ میری
خاطر جمع کہ کلام میرا سب ایک جا فراہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے اس مجموعہ نظم و نثر کی نقل کی اب
دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونو جگہ کا کتابخانہ تو ان یغما
ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہیں
غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات۔ قلمی ہندی کا کلیات۔ قلمی پنج آہنگ۔ قلمی مہر نیمروز
اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا ہاتھ آوے تو اسکو میرے واسطے خرید کر لینا۔ اور مجکو اطلاع
کرنا۔ میں قیمت بھیجکر منگوا لوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
انکی فرمایش ہے اردو کی نثر انجام پاوے تو اسکے ساتھ ان کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اردو میں
بس اپنے قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اس عبارت میں معانی نازک کیونکر بھرونگا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں

کہ کیا لکھوں کونسی بات کونسی کہانی کونسا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمہاری ہی میں کچھ آئی تو مجکو بتاؤ ایک قرینہ سے مجکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کریگی اور اُن نسخوں کو ولایت بھیجیگی کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمہارے پاس آگرہ آباد سے حکم پہنچے - رقمزدہ دوشنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ء +

ایضًا بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے - خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے - تمہارا خط آیا اُسکے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا - آجتک تمنے اسکا جواب نہ بھیجا حالانکہ اُسمیں جواب طلب باتیں تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و نثر کی کُتب کا حال تمکو لکھکر تمسے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمہارے ہاتھ آجاوے وہ تم خرید کرکے مجھے بھیجدینا - ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُنکے واسطے لکھ لونگا تو دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا - معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کن حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اُردو کروں - تمنے اسبات کا بھی جواب نہ لکھا - سید حفیظ الدین احمد کی مُہر کے کھدوانے کو تمنے لکھا تھا کہ ملتوی رہے - پھر اُسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا - میں اسکو ابھی کچھ نہیں سمجھا اسکو یکسو کرو - ہاں ہاں کچھ بھی سُو تمہاری مُہر بدرالدین علی خاں کہہ گئی ہے - یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے ورنہ اسن کھُدیں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کہ اُس سے زیادہ درنگ ہوگی - تمکو تو پچیس حرف سے آٹھ آنہ حرف سے کیا علاقہ - تمکو اپنی مُہر سے کام - سچ تو کہو کیا پھر کندہولی گئے ہو کس شغل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو - بہر حال اس خط کا جواب شتاب لکھو اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں برسر کار ہیں یا بیکار ہیں - اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو - غالب -

مرسلہ چہارشنبہ - ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ء + -

ایضًا برخوردار آج اسوقت تمہارا خط مع لفافوں کے آیا - دل خوش ہوا - بھائی میں اپنی مزاج سے اچھا ہوں - یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجکو پسند نہیں آگئے جو تمنے مجھے بھیجے تھے وہ بھی

میں نے دوستوں کو بانٹ دیئے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ انکی عوض لفافے
جو در مقام واز مقام سے خالی ہیں جنمیں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجکو بھیجو اور یہ لفافے اسکے عوض مجھ
سے لیلو اور اگر اسطرح لفافے نہوں تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مُہر کیواسطے صاحب مرو کا نگینہ اور
چنے کی دال کے برابر اور ہشت پہلو۔ اِن اُجڑے شہر میں کہاں ملیگا عقیق بہت خوشرنگ سیاہ یا
سُرخ جیسا تمنے آگے لکھا ہی ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مُہر میری طرف تمکو پہنچیگی تمکو ۴ حرف ۲ حرف سے
کچھ مدعا نہیں۔ آپ ہی مُہر چاہو زمرد پر چاہو الماس پر کھدوا لو۔ میں تو عقیق کی مُہر تمکو دونگا رہی وہ
دوسری مُہر جیسی تمھاری مُہر کھد چکیگی جسطرح تم کہوگے کھد جائیگی میاں کیا قرینہ بتاؤں گورنمنٹ کی عملداری کا
ایک بات ایسی ہی کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اسکا ظہور ہو جاوے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جناب لٹڈ
صاحب صاحبی کرتے ہیں۔ میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں اس میں گنجایش عبارت آرائی کی
کہاں ہی۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوروں کی اردو کے فصیح ہوگا۔ خیر بہر حال کچھ کردو
اور اردو میں اپنا زورِ قلم دکھاؤنگا۔ تمنے کا ہونا اور دستوں کا آنا یہ چاہتا ہی کہ تمنے رات کو بری قسم
کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی۔ کچھ تبرید کرو اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقعہ تمھارے نام کا
اور تفتہ کا رقعہ تمھارے نام کا حسب الحکم تمھارے پاس واپس بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا
اِسیطرح لکھا تھا جیسا کہ تمکو تمھارا خفا ہونا لکھا تھا علاوہ میرے فرزند یگانہ ہیں مجھ سے خفا کیوں
خفا ہونگے اُسدن سے آج تک تین خط اُنکے آچکے ہیں چنانچہ ایک خط ابھی تمھارے خط کیساتھ ڈاک
کا ہرکارہ دیگیا ہے۔ محررہ شنبہ ۱۸ دسمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو۔ دو جلدیں دستنبو کی مجکو لکھنؤ سے بھیجی ہیں اور میرے پاس کوئی نہ ایک
اب جو تمسے منگاؤں اور یہاں سے لکھنؤ بھجواؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب اطراف و جوانب
مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں تم سے بقیمت کوئی نہیں منگواتا۔ چالیس جلدیں پہلی بار

یہ حال کی تقسیم ہوگئیں۔ ان دو صاحبوں کی خاطر مجھکو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ اور ۲ آنے کی دو ٹکٹ
اس خط میں ملفوف کرکے تمکو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آٹھ آنے کی ٹکٹ اُس پر لگا دو
ایک پارسل پر یہ لکھوا ایں پارسل صحیفہ بیرنگ پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنؤ بمحلہ نخاس در امام باڑہ اکرام اللہ خاں
بمکان میرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نراین مہتمم مطبع مفید خلائق آگرہ
دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور نام اور۔ در لکھنؤ احاطہ خانساماں متصل تکیہ شیر علیشاہ
بمکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔ سمجھ لیجیئے۔ یعنی دو پارسل
اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کرو
اور ان صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھکو لکھ بھیجو تاکہ میں اپنے خط میں اُنکو اطلاع دوں
ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رای کو پسند کرو یعنی جسطرح سے تمنے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو
اپنی طرف سے بھیجی ہے اسیطرح دو جلدیں ان دو صاحبوں کو جنکا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجدو۔
مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا اُسمیں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونو صاحب بالفعل ہمتی میں وارد ہیں کچھ
بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیئے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے مناسب جانو کرو
ورنہ جانے دو۔ میاں اُردو کیا لکھوں میرا یہ منصب ہے کہ مجھ سے اُردو کی فرمایش ہو۔ خیر ہوئی۔ آپ میں
کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈھتا پھروں کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پنشن ملجائے حواس ٹھکانے ہو جائیں
تو کچھ فکر کروں پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز سہ شنبہ
۲۴ جنوری ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔

ایضاً پرسوں اور کل ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر بے سابقہ معرفت
کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھکو مول لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔ کل جائیں گے
دستنبو تمہاری بھیجی ہوئی اُنکے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے اُنکی نذر

کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجکو آجتک نہیں آئی آخر رسید تو تمکو پارسلونکی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجکو لکھ بھیجو ورنہ میں متشوش ہونگا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۶۵ء

ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے۔ اردو کے دیوان چھاپے کا ناقص ہیں بہت غزلیں اسمیں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو تم نے کامل تھے وہ لٹ گئے۔ یہاں سبکو کہہ رکھا ہے کہ جہاں کہیں کہا ہوا نظر آجائے لیلو تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمھارے خیال میں ہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمنے پانچ شعر لکھے ہیں یہ نو شعر کی ہے ایک دوست کے پاس اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے اُسنے کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچا لیے ہیں جنمیں پنہاں ہوگئیں ویران ہوگئیں۔ یہ غزل مجکو ہیں سے ہاتھ آگئی ہے اب میں نے اسکو لکھا ہے اور تمکو یہ خط لکھ رہا ہوں خط لکھکر رہنے دونگا جب اُسکے پاس سے ایک غزل آجائیگی تو وہ بھی خط میں ملفوف کر کے بھیجدونگا یہ خط آج روانہ ہوجائیگا یا کل۔ میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے اگر کہو تو بھیجدوں مگر فارسی میں ہیں اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہیں۔ کتنے دنوں کے بعد تمھارا خط آیا میں خوش ہوا خدا کرے جسکو دی ہو وہ تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی گئی ہوں۔ یہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات مجکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبرائے بھی آخر جتنی تھی نہ رہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہوگیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں اُنمیں سینکڑوں گرفتار بلا ہیں۔ جو زندہ ہیں اُنمیں مقدور نہیں۔ میں ایسا جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو کتابیں گئی ہونگی۔ پورب میں کم بکی ہونگی۔ میاں تمکو لکھا تھا پھر لکھتا ہوں لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ تمھاری جگہ میرے جی میں ہے اب میں آزمائش کرتا ہوں اور جو غزل تمنے بھیجی ہے اسکو لکھتا ہوں خدا کرے لو سکے تو شعر یاد آجائیں۔

غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہو ہمیں بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ مشکبو کیا ہے

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تجھ سے
وگرنہ خوفِ بدآموزیِ عدو کیا ہے

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یہ تمھارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتہ کا اگر وہ امر تمھارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواؤ گے تو بھیجیں گے دونوں بھیجدوں گا۔ مرقومہ شنبہ ۱۹ اپریل

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو اسدؔ اور لینے کے دینے پڑے۔ اس غریب کو میں کیوں برا کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے

اسدؔ اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد تخلص ہو گزرے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل انکے کلام معجز نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز تحریر اور روشِ فکر پہ بھی نظر نہیں کرتے میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو تمھارے پاس

پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی مرزا حاتم علی مہر کو دیدیا جسدن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل
نقل کر کے اُنکو بھیجدینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع
میں گئی ہونگی جناب مکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی
ایک جلد اُنکو بھی بھیج چکا ہوں قصیدے میں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب
بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں۔ ایک پچپن شعر کا ایک چالیس بیت کا
اور پھر فارسی۔ اُنکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ رہیں غزلیں سابق کی وہ جو
میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمہاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا
ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ پچپن شعر بطریق قصیدہ تمہاری خاطر سے لکھ کر
بھیجے سوائے اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہوگا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی صرف
یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے پرسوں ایک خط تمہیں اور لکھ چکا
ہوں اب اُسکا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔ چارشنبہ۔ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء +

ایضاً برخوردار منشی شیونرائن کو دعا پہنچے۔ خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا
حال یہ ہے کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی۔ نواب حسن علی خاں۔ نواب حامد علی خاں۔ حکیم احسن اللہ خاں
سو اُنکا یہ حال ہے کہ دلی ہے تو کیا نہیں ہے تو کیا۔ یہاں کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں
جائیں کہاں رہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کر لی ہے آیندہ مکرر حالات
دنیا رہی کیونکر بیتنگی سو اسکا ہو رکا وہ ذکر یہاں کوئی امیر نہیں ہے وہ لوگ سطرف کیوں توجہ کرینگے تم ادھر خیال نہ دو ڈھونڈو الو نام
اس سال کا تاریخی جانے دو۔ سرتخیز ہند۔ غوغا سے پا۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس لاہور کے
ہاں بھی تمہارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمہارے معیار الشعرا میں میں نے
یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہمکو جب تک انکا نام و نشان معلوم نہ ہوگا

ہم اُنکے اشعار نہ چھاپیں گے سو مَیں تمکو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد اُنکا نام ہے اور امیر تخلّص کرتے ہیں لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ مَیں اُنکی غزلیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھکر اُن غزلوں کو چھاپو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُسکے لکھنے سے اُنکا نام اور اُنکا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ ہے جو مَیں اوپر لکھ آیا ہوں اُسکو آپکے معیار الشعراء میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا چار ورقہ رامپور اُنکے پاس بھیجدو اور سرنامہ پر لکھو کہ در رامپور بر در دولت حضور پرنور بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلّص برسد اور مجکو اسکی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمھارا اخبار جاتا ہے یا نہیں۔ ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ صاحب مَیں تو منتظر تمھارے آنے کا تھا کیونکہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رامچندر کے۔ اُنہوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو نراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تمھارا خط آیا۔ اب مجکو اسکا پوچھنا تم سے ضرور ہوا تمھارے آنیکی خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا مَیں بڑا احسانمند ہوں حقتعالی اس کوشش کے اجر میں اُنکو عمر و دولت دے۔ سعادتمند اور نیکبخت آدمی ہیں ۱۲ تمھاری خواہش کو مَیں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرعہ تمنے لکھا اور وہ چھاپا گیا ہزار یا سو ورقے چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے ہم پہنچیگا وہ کس کام آئیگا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے صبر کرو وہ جزو آنے دو۔ مَیں اُسکو دیکھ لوں یقین ہے کہ غلطی ہوگی اُسکو دیکھکر اور مضامین سمجھکر مصرعہ بھی تجویز کردونگا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آگیا ہے۔ پمفلٹ یا کل یا آج شام کو یا کل شام تک آجائیگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند پہنچا
تمھاری تقسیم غزمیت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنی پارسی مہر کے پوتے کو دیکھونگا۔ رسالہ بغاوت ہند
ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دو بار پہنچتا ہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہیگی۔ اپنی شفیق دلی
ماسٹر رامچندر صاحب کو تمھارے آنیکی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئی جو قطعہ انہوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تمکو
بھیجتا ہوں پڑھ لینا اگر وہ مثنوئیں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب شنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً میاں کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعرا نہ بغاوت ہند
نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک
پہنچا ہے معیار الشعرا و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ روپئے مجکو بھیجے اور میں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی
اپنے خط میں لپیٹ کر تمکو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ جب ان مطالب ضروری کا
یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو بھی کیا ذکر ہے۔ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جلد لکھو
آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مگر تمھاری کھنڈنی شروع
ہوگئی ہے۔ یہی اگست کے مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائیگی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد لکھو
اور کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا اگر تمھارا خط
یا معیار الشعرا یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل تمکو ڈاک
میں بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہدینا۔ غالب مرقومہ چہارشنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر

ایضاً کیوں میری جان۔ تمنے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر میں ہو یا نہیں ہو
تمھارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمھارا کیا طور ہے؟ تمھارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا؟ میرا کام تمنے
کسطرح درست کیا؟ کروگے یا نہیں؟ معیار الشعرا کا پارسل پہنچگیا؟ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا
ان سب مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ غالب۔ محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو بعد دُعا کے معلوم ہو کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہیں آتا۔ دو مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُسکا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علیخاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمھارے نام لکھی تھی اُنہوں نے تم کو پڑھائی ہوگی اُسکا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اسکا جواب مانگوں کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو یہی کہو۔ یہ خط تمکو بیرنگ بھیجتا ہوں تا کہ تمکو تقاضا معلوم ہووے لو ایک اور بات سنو تمھارا تو یہ حال کہ مجھکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اب میری خواہش یہ ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تمکو معلوم ہوا کرے مجھکو لکھا کرو خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئینگے یا جُدا جُدا اگر یہاں فراہم ہوجائینگے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست جاری ہوا اُسکی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجھکو لکھا کرو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا سُنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئینگے کہاں کہاں کون کون رئیس آملیگا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سُنا ہوگا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گذر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمھارے خط سے آگہی پاتا رہوں تم جو لکھو گے صحیح اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز یعنے تمھارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کردی ہوگی۔ اسکی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چارشنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۹ع۔ جواب کا طالب غالب۔

ایضاً برخوردار دو خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار۔ بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیجدیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں آپ اور ٹکٹ کیوں برباد کرو میرا مقصود اسقدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار سب تم کو وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجھکو لکھو اور جب نواب معلی القاب آگرے میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجھکو لکھتے رہو بس غرض اتنی ہی ہے آج کا جواب

لفافہ بدل کر آج ہی بھیجدیتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوتِ ہند پرسوں بھیج چکا ہوں تمہاری والدہ کی طرف سے مجکو بڑی تشویش ہے۔ دُعا کر رہا ہوں خدا میری دُعا قبول کرے اور اُنکو شفائے کامل دے۔ میری دُعا اُنکو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز کا حال معلوم ہوا یہ عالی خاندان اور ناز پروردہ آدمی ہیں اُنکو جو تم پہنچاؤگے اور جو اُنکی خدمت بجا لاؤگے اُسکا خدا سے اجر پاؤگے۔ زیادہ سوائے دُعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ع۔

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوتِ ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں۔ اُسوقت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک جلد اُنکو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوتِ ہند کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اُن اہتمامِ ارسال نے ازراہِ سہو دوبارہ بھیجدیں چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ٹیکٹ لگا کر بھیجدوں پھر سوچا کہ پہلے تمکو اطلاع دوں شاید تم کہیں کسی اور کو دلوا دو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے جو کہو سو کروں۔ کہو تمکو بھیجدوں۔ کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیجدوں۔ میرے کسی کام کی نہیں والدعا۔ راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ع۔

ایضاً برخوردار کامگار بعد دُعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روئے احتیاط دوبارہ ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی۔ ذرا آپ اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہوگا یا اب چھاپئیے گا۔ بہرحال اس شہر کے اخبار سُنیئے۔ حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیرخواہانِ انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیہ میں ہے کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پاتا ہے مکان روشنی کریگا اور ایک قطعہ پندرہ ۱۵ بیت کا لکھکر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہے آپکے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہوں اگر تمہارا جی چاہے تو اُسکو چھاپ دو اور جس نمبر میں چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیجنا اور

اور اب فرمایئے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں **قطعہ**

دریں روزگارِ ہمایون و فرخ — کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں
شدہ گوش پُر نور چوں چشمِ بینا — ز آوازۂ اشتہارِ چراغاں
نگر شہر دہلی پئے نزہت اینجا — نگہ گشتہ ہر سُو دو چارِ چراغاں
بسر بُردہ بر چرخ مہرِ منوّر — ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شعاعی — کہ دارد دلش خار خارِ چراغاں
دریں شب رَوا باشد ار چرخِ گرداں — کند گنجِ انجم نثارِ چراغاں
نبودست در دہر زیں پیش ہرگز — بدیں روشنی رُوے کارِ چراغاں
شد از فیضِ شاہنشہِ انگلستان — فزوں رونقِ کاروبارِ چراغاں
جہاندار وکٹوریا کز فروغش — ز آتش دمد لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش چناں گشت پروانہ ایمن — کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
بفرمانِ سر جان لارنس صاحب — شد ایں شہر آئینہ دارِ چراغاں
بدہلی فلک رُتبہ سانڈرس صاحب — بیاراست نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعیِ ہنری اجرٹن بہادر — رواں ہر طرف جوئبارِ چراغاں
سخن سنج غالبؔ ز روے عقیدت — دعا میکند در بہارِ چراغاں
کہ بادا فزوں سال عمرِ شہنشہ — ز روے زمیں از شمارِ چراغاں

[illegible] منشی شیونراین کو دعاے دوامِ دولت پہنچے۔ کل تمھارا خط پہنچا۔ دل خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ۔ مَیں حسب الطلب نوابصاحب کے دستنبو

یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی بذریعہ انکے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے کتاب اوسط مہینہ
اواسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں آیا ہوں - چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے -
یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا ؎

بہ بینم کہ تا کردگار جہاں | دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہہ دینا - میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمہاری
فکر سے فارغ نہیں ہوں اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے - سہ شنبہ ۳ مارچ ۱۸۶۰ء - غالب -

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک درجہ
معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا - اور آج چارشنبہ ۱۴ مارچ کی
کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمہارا رامپور پہونچا - خدا تمکو جیتا رکھے اب میں شنبہ کے دن اپنا
کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا
ہاں بھائی اندنوں میں برخوردار مرزا یوسف علیخاں وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی انکا خط مجھکو پہنچا
ہے تم ضرور انسے ملنا منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اترے ہوئے ہیں انکو بلا کر میری دعا کہنا
اور کہنا اچھا ہے دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ملوگے تو زبانی سب کلام ہو رہیگا اور اگر تم آتے ہو تو
یہ رقعہ جو تمہارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش عہدیداروں کے
وفادار کے گھر کے پتہ سے بھیج دینا ضرور ضرور - از غالب - روز دوشنبہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۰ء وقت ...

ایضاً میاں دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو تب کچھ کلام کرو - میں نے دیکھا
کہ ایک خط تمہارا پہنچا - سرنامہ پہ لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد - منمقام میرٹھ واللہ باللہ ...
جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے بہرحال پڑھا معلوم ہوا کہ بندی دیوان کی
اور فائدہ اٹھانے کیواسطے چھاپا چاہتے ہیں خیر چپ ہو رہا - جب میں رامپور سے میرٹھ ...

بھائی مصطفےٰ خانصاحب کے ہاں اُترا۔ وہاں منشی ممتاز علیصاحب میرے دوست قدیم مجھکو ملے اُنہوں نے
کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجھکو بھیجدیجیگا عظیم الدین ایک کتاب فروش اُسکو چھاپا چاہتا ہے اُنکا نام سنو
دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخاں بہادر کو رامپور
بھیجدیا تھا اب جو میں دلّی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدینخاں صاحب نے مجھکو تاکید کر دی تھی
کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لیکر اُسکو کسی کاتب سے لکھوا کر مجھکو بھیجدینا۔ میں نے رامپور میں
کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدینخاں کو دلّی بھیجدیا تھا۔ آمدم برسر مدعائے سابق اب جو
منشی ممتاز علیصاحب نے مجھسے کہا تو مجھسے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدینخاں سے لیکر
بھیجدونگا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرتا ہے۔ نواب مصطفےٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلّی
آکر ضیاء الدینخاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفےٰ خاں کے پاس بھیجدیا۔ اگر میں اپنی
خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کیا سبب کیوں بھجواتا۔ آج اسی وقت میں نے
تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفےٰ خانصاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُنکو لکھا ہے اگر چھاپا
شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے
پاس بھیجدونگا اور اگر وہاں کاپی شروع ہوگئی ہے تو میں ناچار ہوں میرا قصور نہیں ہے اگر سرگزشت
کو بھی سنکر مجھکو گنہگار ٹھیراؤ تو اچھا میرے بھائی میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لکھا ہوا ہے
یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آجائے اور تمکو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری
کتاب اور دو عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رہ گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے
سو گزر چکی ہے۔ خواہ اسی مہینے میں خواہ آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں جواب کے آنیکا مترصد ہوں
دیکھیے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے ؁

ایضاً ۔ برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تمہاری تحریر پہنچی۔ سنو میری عمر ستر برس کی ہے

اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمہارے پردادا
صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں غرض اس بیان
سے یہ ہے کہ سو سوا سو برس کی ہماری تمہاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور
راہ و رسم کے مسدود ہونیکا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر تمکو میرے حال سے آگاہی
ہوتی تو مجکو بسبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سنو۔ چھٹا مہینہ ہے کہ سیدھے
ہاتھ میں ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی پھوڑا پک کر پھوٹا ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بنگیا۔ ہندوستانی
جراحوں کا علاج رہا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیاں دوڑ رہی ہیں۔ نشتر سے
گوشت کٹ رہا ہے بیسویں دن سے صورت کی افاقت کی نظر آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔
غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپیہ تمام و کمال ملا آیندہ کو بدستور
ملنے کا حکم جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا۔ مسدود ہو گیا یہاں تک
کہ صاحب سکرتر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں میں فقیر متکبر
مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانہ
میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے۔ دربار کیا۔ خیر مجکو کیا۔ ناگاہ دربار کے تیسرے
دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے بھائی بھیا آخر فروری ہے اور میرا
حال یہ ہے کہ علاوہ اس داہنے ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا جدا ہے حاجتی
میں پیشاب کرتا ہوں اٹھنا دشوار ہے بہر حال سوار ہو گیا پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا پھر نواب
صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی یعنی عنایت
سے عنایت۔ اخلاق سے اخلاق وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ ہم تمکو اپنی طرف سے از راہ محبت
خلعت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں بھی تمہارا نمبر اور خلعت کھل گیا۔ اپنا

تمہارے بچے ہیں جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے
تمہارا دعاگو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالی ایسا ہی ہوگا کہ تم جیتے رہو
اور ہم دونوں کے سامنے مر جاؤں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دوگے تو چنے تو دوگے اگر چنے بھی نہ دوگے تو بات تو
پوچھوگے تو میری بلا سے میں بموافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھونگا۔ جناب والدہ
ماجدہ تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں آئے تھے وہاں پہنچے ہیں سنو بعد تبدیل آب و ہوا وہ فائدے اور بھی بہت
جتے ہیں کہ شہرت طبیب صحبت احبا تنہائی ہے نہ ملول ہو جیو حرف و حکایت میں مشغول رہوگے آؤ آؤ شتاب آؤ بھائی
مرزا علاؤالدین خاں کو کیا لکھوں جو وہاں تمہارے دل پر گذرتی ہو یہاں میری نظر میں ہے خیر دعای مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دعای بقائے دولت روز افزوں
عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل کہ مہر تواں گفت
اختر نتواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہوگے۔ وہ سید
دربار اسد اللہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو
کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے جھنجوٹی کے اوسکے سر نہیں۔ راہ رکھوائی
جاوے اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سن لونگا والسلام مع الاکرام نجات کا طالب غالب چار شنبہ
۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری

غزل ❖ غزل ❖

میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

غیر کی مرگ کا غم کس لیے اے غیرتِ ماہ
ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی

تم ہو بت پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونیکے کبھی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی

تیرے کوچہ کا ہے مائل دلِ مضطر میرا
کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی

کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ | خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب | سیر کیواسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
مجکو وہ دو کہ جسے کھاکے نہ پانی مانگوں | زہر کچھ اور سہی آب بقا اور سہی
مجھسے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی | ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہاری تفریح طبع کیواسطے ایک غزل نئی لکھکر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے احوال لکھتا ہوں۔ سنو حال یہاں کا لکھتا ہوں کل پنجشنبہ ۵ محرم کو اول روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہو گیا شہر دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی۔ سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجد بنگو ڈھلئے جاتے ہیں ور شہر کے ڈیوڑھیوں کے چندلوں پر پرچم پھراتے ہیں ایک شہر زور آور پلٹن پیدا ہوا ہے مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے فیض اللہ خان بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام کنگری کہتے ہیں انہیں سے ملا ملا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ رے بندہ بہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر۔ ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے بلیماروں کے محلہ میں ٹھیرا ہے بحسب ضرورت حکام شہر سے دل لباس باقی گھر کا دروازہ بند کیے بیٹھا رہتا ہے گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علیشاہ درویش کے تکیہ پر آجاتا ہے اہل شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے۔ اسکے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے بگڑ گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھیے انجام کار کیا ہو۔ غالب علیشاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۳ مئی ۱۸۶۵ء

ایضاً جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعاے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری خیر و عافیت

معلوم ہوئی۔ خدا تمکو زندہ و تندرست و شاد و شادماں رکھے۔ یہاں کا حال کیا لکھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ نماند آب جز آب چشم در یتیم * شب و روز آگ برستی ہے یا خاک نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اٹھتے ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں عقل نے کہا کہ دیکھ ناداں قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اٹھیگی اور کاغذ کو جلا دیگی بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے وہ اور بھی جانگزا ہے خیر بفضل سے قطع نظر ایک کوکب غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل فروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اسکا باپ بھی اسکے ساتھ تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کیوں صاحب میں تمہارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپکا پوتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمہاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی ابا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی میں نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو ابا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں ملگئے سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اسکی خوبی خو اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اسکو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اسکو بابا کیوں نہیں سمجھتے مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے تتبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور انکی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔ علاؤالدین خاں جیسا ہوشمند ہمدم اں بیٹا فرخ سیر جیسا النشور بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ دو عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں تمہارے واسطے من جانب اللہ ؎

اگر دریافتے بر دانشت بوس	وگر غافل شدے افسوس افسوس

آج ۲۲۔ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا۔ چاہیئے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب *

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تمکو کیا لکھوں تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی اظہارِ غم تکلفِ محض ہے۔ جو غم تمکو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بیدردی ہے یہ سانحہ عظیم ایسا ہے جسنے غمِ رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دعائے مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے جو تمہارا یہاں آنا سُنا جاتا تھا اسواسطے خط نہ لکھا اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں حق تعالیٰ تمکو سلامت اور تندرست اور خوش و خرم رکھے تمہاری خوشی کا طالب غالب۔ ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ء ٭

ایضاً اخ مکرم جناب اکرم کی خدمت میں بعد ادائے سلام مسنون ملتمس ہوں تمہارا شہر میں رہنا موجب تقویت دل تھا ؎ گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے ٭ بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہوں۔ کئی آدمی طیور آشیان گم کردہ کیطرح ہر طرف اُڑتے پھرتے ہیں اُنہیں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔ علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنیکے دن ہیں بارش شروع ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہیگا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیراک نہیں۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ تو خالی جہاز کہاں سے لاؤں ؎ اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش ٭ علائی کی دیدار کا طالب غالب۔ اُستاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۲ محرم ۱۲۸۱ ہجری

بنام مرزا علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تمہارا خط پہنچا۔ مطالب دلنشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجھکو غرض نہیں۔ کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ؎

مومن بخیال خویش مستم داند	کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم	ای کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیوں سے بہرہ نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جواہر خبردار میر السلام اخوین کو اور ان کا سلام مجھکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں ؎

تاب لائے ہی بنیگی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجۂ دیوان ہیں مگر اسوقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اسواسطے لکھدیے گئے تمنے اشعار جدید مانگے خاطر تمھاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں۔ اُن پر فکر کرکے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھکر سات بیت کی ایک غزل تمکو بھیجتا ہوں بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں ؎

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے	تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلاوے	کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود	کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے
نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا	خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم	وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقیں ہے ہمکو بھی لیکن اب اسمیں دم کیا ہے

لو صاحب تمھارا فرمان قضا توامان بجا لایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر جیتا ر

رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے۔ عمر فراوان و دولت فزون باد۔ فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل ۔

ایضاً مرزا رُو برو آؤ۔ پہلو میں آؤ۔ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخاں اور حسین علیخاں مع ۱۴ مع غیرہ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دلّی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اُنکے ساتھ گئے۔ کلّو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں وارد ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلّی چلوں گا اور وہاں سے لوہارو جاؤنگا میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اِسی ہفتہ میں چلونگا آپ چال چُوک گئے اُردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اسکو تم نے فارسی لکھا اور فارسی بھی مقصد یہ نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو بھی بصیغۂ معروضہ لکھیں یہ وہی چھوٹی سی بڑی بات کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤنگا تاکتب [illegible] کہکر کام کا مقدمہ نکال لونگا۔ میں نے تو چلتے وقت فرخ میر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اُسکی درستی کر لاؤں جواب آیا اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اِس امر کا ذکر کرتے تو میں اُنکے اور جعفر علیخاں کے نام عرضی یا خط لکھوا لاتا۔ بہرحال اَب بھی قاصر نہ رہونگا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر معاوبہ رکھ لیا ہے ۔

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۶ء ۔ شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح افتاد ۔ حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند ۔ میاں پھر جائے تو والا پدرت ۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ۔ میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رامپور تھا اسباب ساعت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا [illegible] ہے

ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا۔ مزاج کی خبر پوچھ آیا
بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ

ایضاً جان جاناں ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہوگا آج میں علی اصغر خاں بہادر کے گھر گیا اُنسے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدیں یہاں سے روپیہ بھیجدیا جائیگا آج منگل ہے ۶ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوگئے ہیں پرسوں یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگے

اوّل با آخر نہ منتہی در اکرام و عزت		آخر با نسب تمنا ہی از مال و دولت

تو لکھا ہے گروہ کہا کر فارسی لکھا کر مجھ سے ہندی کی چندی ہیں۔ ایک علیل حوصلے دینی کی تجا ایک علی اصغر خاں سے اینٹھی دونوں کل آئینگی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ نواب کی خدا لیے چھٹی تقدیر پیکی۔ راحلہ وہ جانیں فقط غالب

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم از ماہ صیام میری جان نئے مہمان کا قدم تم کو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اسکی اور اسکے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمہاری طرز تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے۔ ثاقب اسکو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے واضح لکھو تا اشتباہ رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا نمبر تو پڑھا کا ہیکو ایک تحفہ کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ تمہارے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار ایسا زبان آور۔ ایسا عیار طرار۔ یوں عاجز و درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمہارا غم جدا۔ ساغرِ اوّل و ہو کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیا ہاتھ لیکر آئے کیا عقل لیکر آئے۔ اور پھر کسی جوش کو برتنے کسی شیوہ کی داد نہ پائے گو یا نثر تمہاری زبان سے کہتا ہے

جوہر بینش من در مرتبہ زنگار بچسپاند		آنکہ آئینہ من ساخت نہ پرداخت دریغ

بھائی اس مرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہم درد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں۔ مگر مجھے اپنے بیان کی قسم شعر میں اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا اور آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اسمیں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر میں جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہوسکے نہ سہی۔ جس شہر میں رہوں اُس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے

نہ بستاں سرائے نہ تیخانۂ	نہ دستاں سرائے نہ چغانۂ
نہ رقص پری پیکراں بے بساط	نہ غوغائے رامشگراں در رباط

خدا کا مقہور خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت میں گرفتار تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اسکا نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعۂ کربلا سے نسبت نہیں دیسکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود دربدر بھیک مانگے وہ میں ہوں ؎

ایضاً چاشتگاہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۱ع آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا تمھارا خط اور مصری کی ٹھلیا لیکر آئے میں اسکو لیکر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی۔ خانۂ دولت آباد۔ یہی کافی و وافی ہے اور ایسا حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانیوالا ہے میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی مطالب متضمنۂ خط کا جواب پھر جلد یا تا کل بھیجوں گا۔ غالب ؎

ایضاً اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے
یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُسکے چھپوانے پر
آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں۔
مَیں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیجدیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس
بہت ہونگے اگر اُنکا ایک پارسل بناکر بسبیل ڈاک بھیجدوگے یا آج کل میں کوئی ادھر آنیوالا ہو اُسکو
دیدوگے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور مَیں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے
تم بھی خوش ہوگے۔ بچّوں کو دُعا۔ غالب۔

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عمّ نامدار سے سُنا ہے کہ لغات دساتیر کی فرہنگ تمہارے پاس
ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیجدیتے خیر ع آنچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست۔
تم ثمرِ نورس ہو اُس نہال کے کہ جسنے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور مَیں ہواخواہ
و سایہ نشین اُس نہال کا رہا ہوں کیونکر تم مجھکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وادید اسکی دو صورتیں ہیں
تم دلّی میں آؤ۔ یا مَیں لوہارو آؤں۔ تم مجبور۔ مَیں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو
جبتک نہ سمجھ لو کہ مَیں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے۔ سُنو عالم دو ہیں ایک عالمِ ارواح اور ایک عالمِ آب و گل۔
حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ اور پھر آپ جواب
دیتا ہے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہرچند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے
ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہگار کو دُنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ مَیں آٹھویں رجب
سنہ ۱۲۱۲ھ میں روبکاری کیواسطے یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے
واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈالدی۔ اور شہر دلّی کو زندان مقرر
کیا اور مجھے اُس زندان میں ڈالدیا فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھیرایا۔ برسوں کے بعد جیلخانہ سے بھاگا

چہ عجب صلح اگر نقش دہانت گم کرد
کاں خود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود

بکف باد مبادا بہمہ رسوائی دل
کاخر از پردہ گیاں شکن موئے تو بود

مردن و جاں بتمنائے شہادت دادن
ہم ز اندیشۂ آزردن بازوئے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروئے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روئے تو بود

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لوگوں کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشاں اور

یارب وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جاکر دل و جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اسنے سینکڑوں وعدے وفا کیے

صحبت میں غیر کے نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤالدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے
کل شام کو مخدوم و مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل بندہ دولت لکھنؤ
کہ ناگاہ آ دے فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام
فرمایا اب وہاں آتے ہیں قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ
مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھکر یوں سمجھنا کہ میرا بڈھا چچا غالب جوان ہو کر میلے
کی سیر کو حاضر ہوا ہے پس نور چشمان راحت جان مرزا باقر علیخاں بہادر و مرزا حسین علیخاں بہادر
جناب آغا صاحب کا قدمبوس بجا لائیں اور انکی خدمتگزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں
بس ہاں مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنیئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر تحتہ سالہ یکمشت
مل گیا۔ بعد ادای حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آنہ مجھے بچ رہے [illegible] کا
مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشندار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بماہ پنشن تقسیم نہ ہوا
کرے۔ میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں اب یہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لی
آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہم دگر ملیں
ایک محلسرا اور ایک دیوانخانہ ہو۔ نہ ملیں ناچار یہ چاہا کہ بلیماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں چار مہینے رہوں بلا
تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی کہ کڑھ ڑا والی حویلی مجھکو رہنے کو دی ہر چند وہ [illegible]
کہ محلسرا سے قریب ہے مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا ایک پاؤں میں [illegible]
پاؤں رکاب میں توشہ کا وہ حال کہ شہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کی [illegible] جون [illegible]

جا بیٹے پر کیا گزری عقرب تو بس گئے آفتاب یعنی نومبر دسمبر میں قصد کروں گا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کبھو گئے کہ رامپور کیا نزدیک ہے وہاں گئے کو دو برس ہو گئے یہاں بخط اطلاع وضمحلال روز افزوں نہ تم یہاں آ سکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم پس اگر نومبر دسمبر میں میرا غنیم حملہ چل گیا بہتر ہے ورنہ زندگی دیدار دگر آید صبح ❊ غالب ❊

ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی حسین خان آیا مجھ سے ملا بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنا فضل کرے الولد سر لابیہ تم اسکے مصداق کیوں نہ ہو گئے خفقان مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا اب کیوں آیا اگر آیا ہے تو اسکو ٹھہرنے نہ دو ہانک دو۔ خبردار اسکے پاس بیٹھنے نہ دینا شفیق مکرم و لطف مجسم منشی ... صاحب یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے انکو بہرہ ولی صورت اور فرشتہ کی سیرت عطا کی ہے گویا کہ نجم الدولہ السعدین میں تم بیٹھے ... کیا تھا اور کلیات کی نثر مجلد کی قیمت ... مانگی ہے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت شہرۂ اخبار یعنی قبول کی ... مجلد کے ... میں دونوں ... تم دو۔ ہمکو ... مطبع اودھ اخبار میں پہنچا دینے چاہئیں میں ... حال کی ... ہو گیا ہے جیسے طالب ہو ... علی حسین خان کو دیدوں۔ کہو لکھو بھیجدوں۔ اس نگارش کا حال جلد لکھو۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا اور استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ پنجشنبہ ۱۴ جمادی الثانی سال غفر مطابق ۱۹ دسمبر سال عضب کیا ہی بیچ ہے گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے

ایضاً جمعہ نہم رجب ۵ دسمبر میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خان نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سرنوشت آسمانی یہی ہے اور آخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا انتقال بھی ... ہو

تو زبانی کہہ سن لینگے۔ قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے مُلک و مال و جان و تن و ننگ و نام کے گمو میں آشفتہ و سرگرداں بلکہ عاجز و حیراں ہو دوسرے کو اس سے کیا لگا۔ ہائے نظیری ؎

با ما جفا و ناخوشی با خود غرور و سرکشی　　از ما نہ از خود بہ آخر ازان گیتی

محل عقل و ہوش و دماغ سو تباہ۔ افیون کا مجمر چھٹنا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے۔ ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب۔ غالب ❖

ایضاً پنجشنبہ ۲۲ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھکر روانہ کرتا ہوں۔ رجب بیگ۔ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ۔ یہ نام رہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سُنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہے۔ پس جب عید ہو اور روز سعید ہے تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہے ہے میں تو کہتا ہوں نہ آسکو اس ماہ مبارک میں امضائے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ برنشین کا گمان گزرے۔ دور کیوں جاؤ۔ ہولی کی دلہنڈی کا سماں لوہارو میں بندھ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق کیا یہ وہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ برنشین کا زمانہ باہم ہے حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہے کہ سہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں چند روز اور کشاکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منالے اور خرسوار بضرب تازیانہ دوڑالے علاوہ الذّین بجان واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے ارے ظالم اس کو سہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہے۔ الہام ہے۔ لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کسقدر مناسب مقام ہے۔ حبیبہ کا مقدم تم پر مبارک ہو شاقب مجھسے لڑتا تھا بھیجا ہی میں کہتا تھا کہ ابھی ہے یاں میں جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچا ہے

ایضاً میری جان۔ علائی ہمہ داں۔ اس قدح و جرح مقدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ لغات دساتیر تمہارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤں تمنے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفۂ مقدس کی قسم وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیجوگے تو مجھپر احسان کروگے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کیساتھ اسکا بھی پارسل بھیجدیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیجدیتا تو البتہ بھائی ضیا کا مشکور ہوتا۔ وہ نہ دیتا میں کیوں ناچار ہوتا۔ ارسال ہدایا پر حصول کی آرزو کیوں مترتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اسکے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عنداللہ مجھکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ ع

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو	غالب	کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	حافظ	چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است	مولوی روم	عاشقاں را مذہب و ملت جدا است

رات کو خوب مینہ برسا ہے صبحکو تھم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنک چھا رہا ہے یقین ہے کہ تمہاری جدۂ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہوں۔ کل انکی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہوجانا۔ خاص اسکی آسایش کیواسطے ہے۔ بیرنظیر سر راہ ہے وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ میں نے پوچھا محمد علی بیگ لوہارو کی سواریاں روانہ ہوگئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائینگے۔ تیاری ہو رہی ہے۔ فقط
مرقومہ یکشنبہ یکم جون۔ وقت صبح ۶ بجے ۱۰ کے عمل میں۔ غالب

ایضاً یکشنبہ ۲۰ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۶۳ع۔ میری جان مرزا علی حسین خاں آئے

اور مجھ سے ملے میں نے خطوط رسالہ تمھاری کیفیت انکو دیے۔ آپ تمھارے پاس پہنچا بیٹا انکو اختیار ہے
رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے انکی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی
جواب پایا کہ ایک مہینہ وطن ان کی رخصت لیکر آیا ہوں۔ بی بی بیمار ہے اسکا استعلاج منظور ہے
میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نکروں بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بیشک تبلیغ و غلو ہے
لیکن قریب ہے اسکے یعنے جو چیز امکان سے باہر ہو انہیں تصور کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمھاری سپارش
کی بھی حاجت نہ ہو مگر سعید یہ ہے کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری آیا ہوگی۔ میرزا بہ وضع و بد روش نہیں کہ پند
پند کا محتاج ہو کوئی امر اسکا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو رہا امور خانگی
یعنی بی بی اور اسکے آبا و اخوان کے معاملات [illegible] دخل مجھکو [illegible] علی حسین خاں کو اس پند
کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسکا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اسکے دادا کی اور اسکی سسرال ایک
ہے یہ خود یہ فخر ہے اسکو اور اسکے طفیل سے تمکو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھے ننگ قربا کے حصہ میں بھی
آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمھارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن یہ خسرو خسروانی لیے نا پڑا لا کیا کہوں
مجھکو تو ملال ہے کہاں خسر و خسروان لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ خسر سسر کو کہتے ہیں
صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسر بمعنے پدر زن
کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی والعربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی
فارسی میں پدر زن یا بلفظ اضافت کہتے ہیں۔ عربی میں جسطرح بمعنی نقصان متصرف ہے شاید سسر کا
اسم جامد بھی فی الحقیقت سسر کی تفریس و تعریب ہو۔ یہ پرسش برسبیل استہزا ہے بلکہ بطریق استفسار
و استعلام ہے جو تمھیں معلوم ہو بلکہ اگر میر نصیر الدین ہوں تو معلوم کرکے مجھکو لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز ناندہ
اس مقام کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہوا اور مینہ لگے اور نہ برسے مضطر و حیران ہے۔
علی حسین خاں آگئے ہیں۔ علی حسین خاں کہیں نہیں گئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب

ایضاً میرا نبی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی گہاجنی جب ڈبک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیوں لگوایا مگر کیونکر بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اسنے نشتر تجویز کیا خواہی نخواہی امتثال کرنا پڑا اور شاید کچھ بھی ہو کچھ مادہ باقی ہو بہرحال حقتعالی اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے **قطعہ**

بسکہ فعال ما یرید ہے آج ۔۔۔ ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے ۔۔۔ زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جسکو کہیں وہ مقتل ہے ۔۔۔ گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک ۔۔۔ تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک ۔۔۔ آدمی واں نہ جاسکے یاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا ۔۔۔ وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کئے شکوہ ۔۔۔ سوزش داغہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کئے باہم ۔۔۔ ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے غالب ۔۔۔ کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضاً یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علائی۔ خدا کی دہائی۔ نہ میں ویسا ہونگا جیسا تم سمجھے اور نہ تم ایسے ہو جیسا میں سمجھا تھا بلکہ تم سمجھے ہو یعنی حقتعالی اپنے خیال تراشیدہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خان بہادر سمجھے ہونگے وہ جو تم نے لکھا ہے ہر آئینہ ہستم و آنم کہ دو چار ہیں میرا اشعار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار رکھنا کیا شبہ ہے انہیں طعن کا جس سے تمھارے چچا کو گمان ہے مجھ پر چتون کا۔ جاگیردار میں نہ تھا کہ ایک جاگیردار مجھکو بلاتا۔ گویا میں نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لیکر چلا جاتا۔ دو چار جا کر شادی کماؤں اور پھر اس فصل میں کہ دنیا گرد نامہ ہو لوہارو بھائی سے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی گرمی پانا نہ ہو سکل ستا

میرن جان صاحب نے تمھارا خط مجکو دکھایا ہے میں نے اُن کو جانے نجانے میں متردد پایا ہے
جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہونگا۔ غلام حسن خاں
اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمھاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کردونگا۔ حق سبحانہ تعالے
ان دونوں صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تمکو انصاف
کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دلبستگی پر محمول نہ کرو مجکو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر
عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ اہا ہاہا

گر پڑے بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار	اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجکو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہوگیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمھارے غم نامدار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جن کا
میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیجدوں کیونکر آئیں
روپیہ کی تدبیر میں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدوں۔ تمھارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے
کی ہے تو صحیح ہے جہاں تردد ہو غلطنامہ ملحقہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو تو مجھ سے پوچھ لو
اگر قلمی ہے تو وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے اُسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مول لے لو اور اُسکو پھاڑ ڈالو
آج یوم الخمیس ۱۹ رجب المبارک بارہ پر تین بجے تمھارا خط آیا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھنے بیٹھا
یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے تمھارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم
لکھ رہے ہیں ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہے۔

ایضاً

میاں تم میری ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجا سے مرسوم و معمول ہیں خیر تمھارا حکم بجالایا
غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے خیال لفظ گوربندی و سہ دیار کیا۔ میری تعظیم و توقیر اور میرے
حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش و تصور سے سوا

بند دل کی - اِس ہجوم امراضِ جسمانی اور آلامِ رُوحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر دم دمِ نزع ہے دل غم
سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا - مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں اور نجات کا
طالب ہوں کبھی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمھاری نہیں آئی نہ مجھے تمنے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا
اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہے منقح اور
مفصل لکھو فقط نجات کا طالب - غالب ✤

ایضًا میری جان تخلص تمھارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے لیشمی کو بے تکلف اسکا مصحف کیوں تصوّر کرو
یہ میدان بہت فراخ ہے - خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو - بنی کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو - ویسا ہی
دل سے دُور کرو - رہرو ایک اچھا تخلص ہے رہزو اسکی تجنیس موجود ہے - شیون ایک اچھا تخلص ہے ستون اسکی
تصحیف ہے - تمھارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلص خوب تھا - مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت پرانا تھا
گزر چکا ہے - ہاں نامی ساعی یہ تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو - مولانا فائق کہلاؤ اگر کہو
کہ اِس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے مولانا شائق بنجاؤ - ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت یہ ہی
سُنو - نسیمی تخلص خاصی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی ساعی رہرو شیون
یہ چار تخلص باعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں انمیں سے ایک تخلص قرار دو میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے
واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن
کی فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی سوید تخلص نیا ہے اگر یہ پسند آئے تو
یہ رکھو - والدعا - صبح یکشنبہ ١٢ مئی سنہ ١٨٦١ع نجات کا طالب - غالب ✤

ایضًا صاحب بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا - آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے -
مقدمہ اُسنے جیت لیا چنانچہ اسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا - سُنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان
دنوں علّتِ مشائخ کا زعم ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ کسانیکہ

کہ پیروان بہشتی کنند • بر آواز دولاب مستی کنند • خدا مبارک کرے ۔ • غالب •

ایضاً ۔ صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء ۔ صاحب پرسوں تمہارا خط آیا ۔ کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا آج مجھے وہاں سے آیا ۔ چونکہ جوب میں کمر وقفائیں تھیں بہت بے چین رہا آٹھ دس دست آئے آخر روز مزاج بحال ہو گیا تنقیہ اچھا ہوا ۔ اب بفضل الٰہی اچھے ہیں اطمینان ہے کہ مرض عود نہ کرے گی دلی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو ۔ بقدر مناسبت وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہوں گا ضرور نہ بار بار میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور مہندا سپارش کا دشمن ہے ۔ مغلچوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑو میں دخل نہ کرونگا ۔ ہاں اگر خود مجھ سے پوچھینگے یا میرے سامنے ذکر آ جائیگا تو میں اچھی کہونگا سے بریدہ باد زبانیکہ نا سزا گوید • برادر ما اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک شفیق ہو گیا ۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جائے لیکن تم کے بس سے کہ مہینے کے ہفتے کا اگر میٹ لکھتے ہو ۔ غالب •

ایضاً مرزا علائی پہلے لشن جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہیں مجتمع ہو جائیں ۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا ۔ جھگڑا ان کی طرف سے ہے تم اسکو یوں چکا دو یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری منظور ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری دعا قبول فرمائیں ۔ صاحبین کی رائے کا اختلاف مشہور ہے مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا ۔ مگر میرا ایک قول جدا جدا لکھوں ۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھوں گا تم مجھکو بتا دو کہ جو کہ صاحب نے مرزا قربان علی بیگ مرزا اشفاق علی بیگ ہیں بھائی صاحب کی رضا جوئی مجھکو منظور اور یہ غزل معروض میری طرف سے سلام کہو سے ازمن بگو بیگم و بقربانی کہ مطلب • ورنہ دہد از روی نوازش دو سہ مرا •

غزل

جز دفع غم ز باده نبوده ست کام ما — گوئی چراغ روز سیاه است جام ما

در خلوتش که گر نبود باد را گذر — صرصر کجا بکوی رساند پیام ما

ای باد صبح عطر ستان از پیرہن بیار — تسکین ز بوی گل نه پذیرد مشام ما

سر بار دانه مهر هما افگنیم و مور — آید ببام و دانه رباید ز دام ما

گفتی چه حال دل شنوی مهربان شنو — مشکل که پیش دوست توان برد نام ما

از ما پیام و هم از ما سلام — هیچ دلی بسا و پیام و سلام ما

مقصود ما ز دهر آئینه هستی است — یا ربکه هیچ دوست مباد انکام ما

غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ایضاً میاں چلتے وقت تمھارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچکر وہ بے سعی تلاش ہاتھ آگئی ہوا کھی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے۔ سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ ذوالحجہ الحرام کے واسطے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تمھی غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہونچی۔ دس پانچ بھی مول کو نہ ملی۔ نواب صاحب سے مانگی۔ توشہ خانہ میں بھی نہ تھی۔ ایک امیر کے ہاں پتہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا بھیجی [illegible] لوٹا نیوں میں ہماری تمھاری ہڈی۔ بتوانے کی فرصت کہاں۔ آج ہی کل چلدیا۔ اس بات کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بتوا لیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اسکے اخوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلوا سوہاں کھلایا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۵ شعبان ۱۲۷۳ ہجری ✤

ایضاً جان غالب۔ دو خط متواتر تمھارے پہنچے [illegible] ہو شعر آپکے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن داماں گله دارد و گریباں گله دارد۔ اس زمین میں جو آپنے اس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ؎

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمہارا باپ بدگماں ہے یعنے مجھکو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ ؎

گماں زیست بود بر منت ز بیدردی	بدست مرگ ولے بدتر از گماں تو نیست

مجھے کفن و دفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھوا دو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھکر بھیجدو۔ میں اصلاح دیکر بھیجدونگا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں

غزل

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست	در امر خاص حجت دستور عام چیست
مستم ز خون دل کہ دو چشمم ازاں پرست	گوئی نخورده شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست
ما خستہ و غمیم و بوسہ دوائے ما	با خستگاں حدیث حلال و حرام چیست
از کاسہ کرام نصیب ست خاک را	تا از فلک نصیبہ کاس کرام چیست
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت	پرسد چرا کہ نرخ مے لعل فام چیست

ایضاً لو صاحب وہ مرزا حبیب بیگ مرحوم کی تعزیت آپنے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہوگئے کل انکی چھٹی ہوگئی آپ شریک نہ ہوئے ؎ ای وائے ز محرومی دیدار بیگم ہیچ ۔ میاں خدا جانے کسطرح یہ چار سطریں تجکو لکھی ہیں۔ شہاب الدین خاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ انکی عوض میں مرجاؤں اللہ اسکو جیتا رکھے اسکا داغ مجکو نہ دکھاوے یا رب اسکو اسکی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر میر خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو انکو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم سخنور ہو گئے حسن طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو۔ اسم تاریخی کیوں نہ نکالو کہ مجھ پیر غمزدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاء الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجھکو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر ہے میرا ممدوح جیتا نہیں نصیر الدین حیدر اور امجد علیشاہ ایک ایک قصیدہ میں چل بسے۔ واجد علیشاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جسکی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب دہائی خدا کی میں نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا حق تعالی تمکو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمہاری قوم کا ہے قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی عزت و نام آوری کے تم نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم جب جانتے ہو گے جب تک اس [illegible] سے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو چین نہ آئیگا بھئی میں بھی دلی میں رہتا ہوں [illegible] بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ محلہ [illegible] بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھاتے ہیں حکام کے خطوط فارسی و انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام [illegible] میرا نام [illegible] ہوا ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا اگر میں تمہارے [illegible] سے بھی تو نہیں ہوں کہ جناب محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے [illegible] لکھا میرا نام لکھدیا کیجیے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ۔ [illegible] اپریل

ایضاً۔ شنبہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۲ء۔ علائی مولائی غالب اپنا دعاگو اور خیر خواہ تصور کریں مادہ ہائے تاریخ کو یا آپ قالب نظم میں لائیں اور یا اور کو اس امر منکر کی تکلیف دیں۔ بھائی ہجو یزید لعین منجملہ عبادات ہی لیکن تقریباً کہدیتے ہیں کہ بر یزید لعنت۔ کسی مومن نے اوسکی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا ابداع مادہ ہای تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر پاؤ گے ان شاء اللہ اب ہجو کو بدنام اوسکے لوگوں اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہے تو محکم کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھسی چار برس چھوٹا تھا میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں اب کے رجب کے مہینے سے انترواں برس شروع ہوا ہے اُنسے ۶۶ برس کی عمر پائی نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبرآباد میں میو صاحب سے ملے اثنای مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں انمیں شامل رہا ہوں یہ آدمی ہوتی ہی ورنہ اگر قبا و پیرہن اوتار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی انکو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہوگے یہ سنکر آپنے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہے خدا یش بیامرزاد بدیں دارو غہا ئے بے نمک نگیرد۔ غالب +

ایضاً یکشنبہ ۹ فروری ۱۸۶۲ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تمکو خط لکھا اسی وقت بھیجدیا پہر دن چڑھے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اونسے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا کل مرزا شمشاد علی بیگ یا قل تھے کہ مجھسے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہیں۔ تنہا ئی ہوا سے شمشاد در ہراست +

ہنوز مملکت خویش خسرواں دانند | گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں گرفتارِ رنج و درماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی میرا علم لغاتِ عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہوں کہ لغتِ فارسی نہیں سسرے کی تعریف سے خسر پیدا ہو تو کیا عجب ہے تم سے اسکی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہے اور یہی تھا میرا عقیدہ - علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں نہ میں جاسکتا ہوں نصیبِ دشمناں وہ لنگڑے میں لولا - اُنکے پاؤں کا حال مفصّل تمکو معلوم ہوگا جونکیں لگیں کیا ہوا کہاں تک نوبت پہنچی - میری حقیقت سنو - مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائیں پاؤں میں ورم کفِ پا سے پشتِ پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آپاس - کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اُٹھا روٹی کھانے محلسرا نہ گیا - کھانا یہیں منگا لیا - پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھوں حاجتی رکھ لی - بغیر اوکڑو بیٹھے بات نہیں بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو سہی یہ سب موقع خیال میں لاکر سوچو کہ کیا گزرتی ہوگی آغازِ فتق هر علیه یا ستیزاد ع پیری و صد عیب چنیں گفته اند ۔ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ع اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ۔ آپ مرگِ ناگہاں کہاں ہے - اسباب و آثار سب فراہم ہیں ہائے الٰہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے ع آہ جی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں ۔ زائدہ بیفائدہ مرگ کا طالب - غالب - جمعہ ۳ جولائی ۱۸۶۳ع ۔

ایضاً ولیعہدی میں شاہی ہو مبارک ۔ عنایاتِ الٰہی ہو مبارک ۔ اس امر فرخ و ہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اسکے اخفا میں مبالغہ حقانیت - تم اپنی زبان پر نہ لاؤ - اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دفعہ ہوا مگر مدتِ معینہ کے بعد اور پھر جھاک کا آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہوجانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں جسقدر خفت غنیمت ہے - میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تمکو لکھا

تمہارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا۔ میں سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے۔ اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں۔ سنو بھائی اگر ان خطوط کا تمکو اخفا منظور ہے شہرت تمہارے منافیٔ طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر انکے تلف ہونیکا اندیشہ ہے تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی متصدی سے نقل اتروا کر چاہو کسیکے ہاتھ۔ چاہو بسبیلِ پارسل ارسال کرو۔ لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آکر عطائے تو بلقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا کہ یہ امر میرے مخالفِ مقصود ہے۔ بھلا صاحب ڈرتا ہوں کہ تمہیں ادھر خط پڑھا ادھر جواب لکھکر ڈاک میں بھیجا تمہارا خط رہنے دیا ہے۔ جب آغا شمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ ✣ ۔

ایضاً میرجان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا فصل اچھی ہو گئی اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقیع جانشینی مجھ سے تمکو پہنچا۔ خرقہ پاپا جبہ و سجادہ کا یہاں پتہ نہیں ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھکر یہ بھائی نے شفا پائی۔ استاد میرجان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں نیرِ رخشاں کو بھی لیں گے۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر آبانِ ماہ و آذرِ ماہ سے کیا غرض ؎

سے تیر و دہ ماہ و اردی بہشت ✣ برآید کہ ما خاک باشیم و خشت

استاد میرجان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی ان کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں دعا اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سبب سے کہ تم استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ سید ہیں درود اور موافق مضمون اس مصرعہ کے ؎ سوائے اللہ واللہ باقی الوجود ۔ سجود ۔

حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی احمق نے شرفنامہ میں سے کچھ لغات اکثر غلط کثیر جمع جمع کیے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اس ہیچ جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ [illegible] عشر کا حال کھلے۔

باایں ہمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُنسے کہدونگا اگر وہ لادینگے تو اُن کو قیمت دیکر علائی مولائی کو بھیجدونگا۔ خصی بکروں کے گوشت کے قلیے۔ دوپیازے۔ پلاؤ کباب جو کچھ تم کھاتے ہو۔ مجکو خدا کی قسم اگر اُسکا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تمکو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہونگے تو یہاں ہمیں رشک سے اپنا کلیجہ چبانے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۴ء

ایضاً ۔ خاک ما نا کم و تو یاد بہار + نہ توانی مرا زجا بردن + ہاں نصیبی زمن چہ میخواہی زحمتِ خویشتن چہ میخواہی + خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے۔ تمنے مجھکو تہنیت دی تو مبارک۔ اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب۔ للہ الحمد۔ للہ الشکر۔ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہار ماندہ اٹھ نہیں سکتا۔ ڈاک گھر تک جا ہی کون اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدہ ماجدہ اور تمھارے عم عالیمقدار سے کہہ چکا ہوں خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں مجھ سے لیلو کہ میں اب ان کا بوجھ متحمل ہو نہیں سکتا۔ اُنھوں نے بھی بشرط ان لوگوں کی لوہارو جانیکی ہے خواہش کہ قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت ہے پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اُکھڑا چل دیا

ہے تا درمیانہ خواستہ کردگار چیست + غالب۔ دوشنبہ ۱۴ محرم ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۸۵۸ء

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادہ حمق مجھے انتظار رہا بلکہ امیدوار رہا اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجہ بیان کرو گے میں اس تصور کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا پھوپھی صاحبہ سے لکھوانا۔ غالب سے لکھوانا بعد حصول اجازت نہ آنا۔ اسکے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میاں کچھ ان باب میں لکھو۔ چھٹی اور دو دو۔

ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک - بچوں کو میری دعا کہنا - اور انکی خیر و عافیت لکھنا
استاد میر جان صاحب کو سلام - مرزا تو جب ملیگا کہ تم دلّی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامۂ انجمن کا
حال بیان کرو - نجات کا طالب غالب - چہارشنبہ ۳ نومبر ۱۸۶۲ء

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ ستمبر ۱۸۶۳ء - جانا عالیشانا پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین خاں
مجلّد کلیات فارسی پہنچی - حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۲ محصول ڈاک قالب انطباع میں آکر
پانچ روپیہ قیمت اور ۲ محصول قرار پائے - خیر جہاں سو وہاں سوائے - میرا حال تمھیں اور تمھارا حال
مجھے معلوم ہے - شعر اینہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر - ایک چٹھی میں شاید لکھوں - نومبر سنہ حال تک
میں قند تمھارے پاس پہنچ جائیں گے - ان شاء اللہ العلی العظیم میں بیجیا تھا نہ مرا - اچھا ہونے لگا
عوارض میں تخفیف ہے - طاقت آتی چلی ہے - مختصر مفید ہے - ع - درنامہ جز این مصرع شاعر
چہ نویسم ہائے وائے زمحرومی دیدار دگر ہیچ - نجات کا طالب - غالب

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ - اے میری جان شنوی ابر گہربار کونسی فکر تازہ تھی کہ
میں تجھکو بھیجتا - کلیات میں موجود ہے - معہذا شہاب الدین خاں نے بھیجی ہیں مکرر کیا بھیجتا
تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو - اگر منافی طبع تحریر کو بسبب انزجار نہ دیکھا کرتے تو
فریقین کی کتب مبسوط کہاں سے موجود ہوتیں افسوس کہ میں نے [illegible] یہ کتاب - مانا کہ ایک سہو طبیعت
تھا - میرا اعتراض تو غلط محض پر ہے افسوس صد افسوس ایک کیوں ہو جائے یہاں تک اطوار مجھ سے
باوجود قرب بعیدی اور تم پر باوصف بعد آشکار - دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور - روپیہ
آگیا دل سے نکلا مخزن سے نکلا - ہاتھ سے نہیں نکلا - جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول
لیجائیگی اور یہ گنڈ کٹ جائیگا - تب ترساں ترساں پیشگاہ نادری میں تمھارے یہاں کے
آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا - لیکن اندیشوں مردود بھی ہوں - والسلام

صبحدم با ابوالبشر گفتم	پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے	خاطرِ رنگیں عزیز تر داری
گفت حیف ست از تو خواہشِ زر	کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنجدانِ سخن حوالۂ تست	خود بہ بیں تا چہ ای پسر داری
پیشِ من زر کجاست جانِ پدر	نیز جا ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند پیمانی	زر ز من میطلبی اگر داری
سرِ زنبیل آن عمرِ عیار	گر ز عیاریش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگوی	کہ ہمیں مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بودہ است	چہ فرو ریزم و چہ بر داری

ایضاً - یکم جنوری ۱۸۶۳ء - علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا - بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خاں کی معرفت طے ہوگیا - یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کرنیکا خیال - متوسط دوسرا جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیان آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں نہ پندرہ مانگتے ہیں نہ دس - اللہ بس ماسوا ہوس - جناب امین الدین صاحب بھائی کے دوستِ دلی دلی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنتا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں - بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے رات کو ۱۲ بجے پرسوں مر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - تمہارے چچا آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں میں نہ جا سکا - تجہیز و تکفین ان کی طرف سے عمل میں آئی - بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے کل شنبہ ۳ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیجدونگا - مشفقی شفیقی میرجان صاحب کو سلام مع الاکرام - نجات کا طالب غالب

ایضاً صبح شنبہ ۱۶ مئی ۱۸۶۳ء لاموجود الا اللہ - اس خدا کی قسم جسکو میں نے یکتا مانا ہے اور اسکے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کی تکرار یہ لکھنا از راہ ملال نہ تھا - طالب ذوق شست پا کر

میں متوقع ہو گیا متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہے اپنا نفع نقصان سوچیگا لاگت بچت کو
جانچیگا۔ میں متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا ۳ تم ایک جگہ سے لیکر اُنکو
بھیجے اُسکی رسید میں تقریباً اُنھوں نے طلب قیمت بتکلف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا
ظاہر اتنا ہیں لیکر کہیں گیا ہوگا یہ ۳ ۲ لفافے اور ۴ ۳ خط بدستور میرے بکس میں موجود و محفوظ رہیں گے
اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا اِن خطوط کی نقلیں اس کو اور اصل تمکو بھیجدونگا ورنہ تمھارے بھیجے ہوئے
کاغذ تمکو پہنچ جائینگے۔ میاں ان خطوط کے ارسال میں تمنے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تمسے دوجانہ میں
کیا تھا۔ بھلا میں تو پیر خرف ہوں اور یہ خرافت کو نسیان لازم ہے تمنے کیا سمجھکر کپڑا لپیٹ کر
اور مختوم کرکے بھیجا۔ خطوط پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بہاری لعل مہر اور
شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجھکو جیسا لگتا ؎ رسید بود بلائی ولے بخیر گذشت غالب

ایضاً ؎ بدست مرگ دگر بدتر از گمان تو نیست ٭ مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے
نہیں رکھا۔ مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھکو یاد نہیں کونسی رباعیاں مانگتے ہیں۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج
قصیدہ بھیج۔ معنے اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے اب کے تو مقرر بھیجیگا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔
توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کی چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند کی قسم۔ پاژند کی قسم
اُستاد کی قسم۔ گرو کی قسم۔ گرنتھ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات
کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں ؎ برہانیم کہ ہستیم و ہمان خواہد بود ٭ جب میں دس پندرہ
جلدیں منگالوں گا ایک بھائی کو اور ایک تمکو ارمغان بھیجونگا اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ
میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اسکا منشی نولکشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگالیں خیر
بہرحال دو جلدیں جسوقت ہوگا بھیجدونگا۔ ۱۱ جون ۱۸۶۲ء۔ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں

پہنچا ہوگا۔ آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدین خاں اور بھائی شہاب الدین خاں بھی بیٹھے تھے۔
مولوی صدر الدین بھی سامنے آئے۔ حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی انہوں نے نسخہ لکھدیا ہے سو اُسکے
موافق جونک لگی ہیں نقوع کی دوائیں آج آکر بھیگینگی کل جونکیں لگینگی اور پرسوں نقوع پیا جائیگا مگر انداز و ادا سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہواخواہوں کی رائے میں فصد اور استعلاج کا تذبذب ہے۔
نسخہ کی حقیقت کو میزانِ نظر میں تول رہے ہیں۔ استاد میر جان بیٹھے تھے۔ تمہارا معقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح
خیریت ہے۔ کل تمہارے خط میں دو بار یہ لکھا دیکھا کہ دلی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہونگے۔ ای میری جان
یہ وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم پیدا ہوئے ہو۔ وہ دلی نہیں ہے جسمیں تمنے علم تحصیل کیا ہے۔ وہ دلی نہیں ہے جسمیں
تم شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے۔ وہ دلی نہیں ہے جسمیں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں
وہ دلی نہیں ہے جسمیں اکیاون برس سے مقیم ہوں۔ ایک کیمپ ہے۔ مسلمان اہلِ حرفہ یا حکّام کے شاگرد پیشہ
باقی سراسر ہنود۔ معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔
اناث میں سے جو پیرزن ہیں وہ کٹنیاں اور جوانیں کسبیاں۔ اُمرائے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علیخاں
بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ دار بنکر نامرادانہ مرگیا۔
میر ناصر الدین باپ کیطرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کیطرف سے امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔
آغا سلطان بخشی محمد علیخان کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہوچکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجامکار
مرگیا۔ تمہارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ احیا کو پوچھو۔ ناظر حسین مرزا جسکا بڑا بھائی
مقتولوں میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو ملگیا ہے
مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہوجائے۔ بڑے صاحب ساری املاک بیچکر نوشِ جاں کرکے بیکینی
و دوگوش بھرتپور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کی پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگذاشت ہوکر پھر قرق ہوگئی
تباہ خراب لاہور گیا۔ وہاں پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈھ

اور بلب گڈھ اور فرخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں ہنرمند آدمی کیوں پایا جائے جو حکما کا حال لکھا ہے وہ بیان واقعی ہے صلحا اور زہاد کی باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اسکو بھی سچ جانو بیبی والدہ ماجدہ کی طرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر۔ آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایارجات کے بعد بالکل اچھی ہو جائینگی اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھی ہیں۔ عافیت کا طالب۔ غالب

ایضاً اجی مولانا علائی تم اب دو مہینے تک کی اجازت دیچکے اور میں خبر تراشی نہیں کرتا مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤ الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک تمکو رخصت ہے پھر تم کیوں نہ آؤ خدا نے دعا۔ خداوند تعالیٰ استدعا قبول کی۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حالی کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز تمہارے بلائے ہوئے اور مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب۔ مرزا عبد القادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں۔ شنبہ۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۴ء۔ نجات کا طالب۔ غالب

ایضاً میاں مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کہیں چلے گئے ہو تو میرے سوال کے پہنچ جانیکا حال لکھو ضمناً ذکر ایک بے ہنر کا لکھا جاتا ہے جو تم نے اس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہیں۔ احمق۔ خبیث النفس۔ حاسد۔ طبیعت بُری۔ سمجھ بُری۔ قسمت بُری۔ ایک بار میں نے کسی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایکبار بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا۔ میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم نے اپنے ساتھیوں سے کہدیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اسکو بازار میں بے حرمت کریں۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ فیصلہ کرنا بیہودہ پن اسکا ہے جو میں نے تمسے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور کرو کہ ہزار آدمی مر گئے ہیں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں غالب

ایضاً مولانا علائی۔ واللہ علی حسین خاں کا بیان بمقتضای محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب آپکی ہیں کوئی ہمسخن نہ کہ ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بیشغلی اور بس۔ جی کیونکر نہ گھبرائے خفقان کیونکر نہ ہو [illegible]

منشی نولکشور سوار ہی ڈاک ہمراہی لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں - آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی
ہے ایکدن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں
دنیادار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں
ساڑھے سات سو روپے یعنی ۷۵۰ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال
ان مہاراج سے - توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اگر تا تیس
مکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں عـــہ جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں مقصود اس سے یہ تھا کہ
کرایہ سال السبیل ہنڈوی شوار ہے - خیر اب جسطرح ہو گا حصار پر ہنڈوی ہوکر تمکو بھیجدونگا - تم حصار پہنچکر روپیہ منگوا لیجیو
خدا چاہے تو دسمبر میں روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائے - استاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہکر مجکو فرعون بننا پڑا دوہائی
خدا کی اب ایسا نہ کرونگا میرا سلام یا دعا انکو کہدینا - پرسوں مولوی صدر الدین خاں صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ
رہگیا ہے زبان بند سی ہوگئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں اپاہج ہوں جا نہیں سکتا جو انکو دیکھ آتا
اس سے انکا حال پوچھا جاتا ہے - دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں - کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو -

ایضاً آج بدھ کا دن ۲۷ رمضان کو پہر دن چڑھے جس وقت کہ میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط
اور شہاب الدین خاں کا خط معاً لایا مضمون دونوں کا ایک - واہ کیا مضمون ان دونوں میں کہ سب طرح رنج و عذاب
فراہم ہیں ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا - سبحان اللہ میں نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ نہ سنی یا
اسکی رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے میاں سب کو جانتے ہیں کہ میں
مادہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں لوگوں کے مادے دیئے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں
وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ دریغ دیوانہ نکالا پھر اسمیں سے آہ کے عدد گھٹائے
تمام دوپہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تمہارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سال پیدا
ٹھہراؤں بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمہاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہے پانچ شعر میں تین شعر زائد دو ضروری

لیکن میں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا برا ہے ہاں اخلاق تو البتہ بے تامل سمجھ میں آتا ہے اور شاید مخرج تیرے پر کچھ بشرطیکہ قابل نہو

قطعہ

در گریہ اگر دعوی ہمچشمی ما کرد	بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما
ناچار بگریم شب و روز کزین سیل	باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد بر آورد غم جان گسل از ما
یکجی شد و از شعلۂ سوز غم ہجرش	چون شمع دود دود بسر متصل از ما
غم دیدہ نسیمی پئے تاریخ وفاتش	بنوشت کہ در داغ بسوخت دل از ما

ماکے عدد ۴۱ - دل کے ۳۴ - ما میں سے دل گیا گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے باقی رہے سات وہ داغ پسر پر آئے ۱۲۷۴ ہوئے

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس کے بعد نامہ بھیجا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا تجھ سے کتاب دساتیر مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں از انجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان و حرز جان ہے اشعار تازہ مانگتے ہو کہاں سے لاؤں عاشقانہ اشعار سے مجھکو وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹئی کرتا تھا خلعت پاتا تھا خلعت موقوف بھٹئی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھا پہلوان کچے سے پیچ بتانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں۔ یاد کرنا اور موافق واقع سمجھنا۔ تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجھکو دیکھ جاتے۔ اردو کا دیوان میں مسودے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو۔ مرقومہ روز دوشنبہ ۲ جولائی ۱۸۶۱ء غالب

ایضاً صاحب میرا برادر عالیقدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے از روی عقل اعادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے رہا وہم اسکی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے جب اور آیندہ جو کچھ لکھو گے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی میں تمہارا شامل حال ہونگا اگر تمہارا

مجھ سے کچھ ذکر کرینگے تو بھلی کہونگا۔ آپکی عم عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کے بیٹھے بیٹھے ہزار ہا سویدائے و خیالات پکھلائی ہے
ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جسطرح میں مبتلا ہوں سوداوی ہا
ہوں اور لوگ بھی اسیطرح بخاراتِ مراقی میں گرفتار ہونگے قیاس مع الفارق ہے نہ بخیل صادق۔ یہاں لا موجود الا اللہ
کی بادۂ ناب کا رطلِ گران چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام لوز و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں کہاں غیر کہاں غیر کو نقش غیر
سوائے اللہ و اللہ باقی لوجود۔ ضیمران بروزنِ زعفران لغتِ عربی ہے نہ معرب ہیں نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہے یا
میں ہوتا ہے یا نہیں اسکی تحقیقات از روئے الفاظ الادویہ ممکن ہے آج کسنے چلا یا ہے۔ وہ سہت آئی۔ مواد خوب اخراج
ہوا فارسی غیر فصیح امروز فلانے مسہل گرفت وہ سہت آمدند مواد خوب آمد۔ فارسی فصیح امروز فلانے نگاہ داشت
مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار مستراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادۂ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت
معلوم رہے کہ طبیبوں کے منطق میں حصہ اگر اور اہلِ پارس کے روزمرہ میں عمو نشستن استعارہ ہے ریدن کا چنانچہ ایک
تذکرہ میں مرقوم ہے کہ صفہان میں ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ میں کی مرزا صائب اور اس عصر کے کئی شعرا
جمع ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اسکو اسہال تھا مگر معدہ اسکا ضعیف تھا
حرص و شرہ کی سبب سے بہت کھا جاتا تھا ہضم نکر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازۂ باغ کو مقفل کر کے سب
اس مردِ اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ نگہ بھرا نہ ایک جگہ بلکہ کبھی ہر کیاری میں اور کبھی اس روش پر کبھی
اس خیابان کے تلے کبھی اس دیوار کی جڑ میں قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار کود کر چلا گیا
صبح کو جب جاگے اسکو ادھر ادھر ڈھونڈھا کہیں نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ ہر جگہ نظر آیا مرزا صائب نے بشگفتگی
فرمایا یاران شمارا چہ افتادہ است کہ مسگوئید فلانے در باغ نیست می بینم کہ مخدوم ہمہ جای باغ چند جا نشستہ است
جمعہ ۵ رمضان ۷ پارچ سال رستاخیز رباعی خط میں لکھنی بھول گیا ہوں تیج بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی

ای کردہ بمہر زرفشانی تعلیم	پیدا ز کلاہ گوشۂ دیہیم
بادا بتو فرخندہ ز یزدان کریم	پروانگی جدید اقطاع قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوف نہ دعویٰ صبر ہے میرا مذہب بخلاف عقیدۂ قدریہ جبر ہے تمنے میاں جی گری کی
بھائی نے برادری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہیں اس ابہام کی توضیح
اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اُسکی دادی بھی گھبرائی مجکو خلوتخانہ کا دروازہ
غرب رویہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یاد تھا جب تمھاری پاؤں میں چوٹ لگی ہے تو میں نے اسی درہ میں تمکو دیکھا
تھا یہ سمجھکر خلوتخانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈولی تو نڈھی اصیل کا چمن تیلن تنبولن کہاری
یہ تمہاری اس عرض کا مردوں کا دروازہ رہیگا میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوانخانہ میں سے ہیگی عیاذاً
وہ لوگ دیوانخانہ میں سے آئیں جائیں یہ بیگمائیں کو ہر وقت چھپاپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار تمکو تم
اور بھائی خوب جانتے ہیں آپ تمھاری پھوپی نے انھیں وفادار بیگ بنادیا ہے باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائینگی مگر
خلیق اور ملنسار ہیں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب محل سے نکلینگی ممکن نہیں کہ اطراف شہر کی
نکرینگی یہ ممکن نہیں کہ دروازہ کی سپاہیوں سے باتیں نہ کرینگی ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی کو لیجاکر
نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ پھول تمھاری چچا کے بیٹے کی کافی کے ہیں۔ شرح تمھاری چچا کے بیٹے کی کیاریں بیچی گئی
ہے کہ ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس دری کو
اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لئے ہرگز کافی نہ جانا مولوی کبوتر اور دُنبہ اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس
رہ سکتے تھے عرفت ربی بفسخ العزائم پر عمل ہوا۔ اگر تمھاری خاطر عاطر جمع ہے کہ اسباب جہت خوف
و خطرات رہے بنفسہ تھک گیا ... شور و غل ہو گیا ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی
ہے نہ میں بے آرام ہوں کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر مریخ پیش نظر وہ گھڑی کے
تڑکے زہرہ جلوہ گر ادھر چاند مغرب میں ڈوبا ادھر مشرق سے نیر نکلی صبوحی کا لطف رو شنی کا وقعہ غالب۔ بیاض ہفت ۲۶ اگست ۱۸۶۲ء
ایضاً صبح شنبہ نہم محرم ۱۲۷۹ھ اے جان غالب مگر تم سے خفا ہوئی جان قیامت کو دوبارہ دلی کی توقع بجز
خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب ہیں۔ نہیں تو وہ تو خود سالک ہیں گلاب صاحبزادہ عماد

رضوان سے اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپکا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا
اثنا عشری ایک تم ہو ہو نہیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرۂ مبشرہ کی دلویت پیدا ہے۔ باپ تمہارا خلاف خلفائے اہل سنت
جماعت عشرہ میں سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ بہتر خانصاحب کے باب
میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب بہار و سے انکا ارادہ کدھر کا ہے۔ رضوان کو دعا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت
اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو۔ میر جی سے جب پوچھتا ہوں تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے
اور میں پوچھتا ہوں کسکا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو یوسف علیخاں
بیٹھے ہیں میر سنگھ موجود ہے واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں میرا شیوہ حفظ الغیب ہے
غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔ ہاں صاحب آپ ایسے ہی صفدر ہیں اسمیں کیا ریب ہے۔

ایضاً جانا عالیشانا خط پہنچا۔ خط اٹھا۔ تمہاری شگفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں قبائل کہیں
والیٔ شہر ناسازگار انجام کار ناپائیدار۔ ایک حال و سو آزار۔ اللہ تمہارا یاور۔ علی تمہارا مددگار میں پا در رکاب بلکہ
نعل در آتش کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا
روہیلا پھوڑے پھنسی میں مبتلا ہے خدا اسکو صحت دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا اور سطرح گیا کہ
شہاب الدینخاں سے ملکر بھی نہ گیا خیر ع رموز مصلحت خویش خسرواں دانند۔ یہاں جشن کے وہ سامان
ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے ۸ کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے
وہاں خیام برپا تھے رسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اترے
کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑی تجمل سے آغا پور
تشریف لے گئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہنکر آئے۔ وزیر علی خاں خانساماں خواصی میں
سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں ۵ ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا آج صاحبان عالیشان
کی دعوت ہے ٹین شام کا کھانا یہیں کھائینگے روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سماں کریگی

طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر
مع صاحبانِ عالیشان کے کل جائینگے کوئی کہتا ہے پرسوں رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں۔ قد۔ رنگ
شکل۔ شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدینخاں عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت۔ حلیم و خلیق
باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متورع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں شعر یاد۔ نظم کیطرف توجہ نہیں نثر
لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالی۔ طبا طبائی کی طرز برتتے ہیں۔ شگفتہ جبین ایسے کہ انکو دیکھنے سے غم
کوسوں بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے کہ انکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب میں آئے اللہم دام اقبالہ
وزاد جلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا بھائی صاحب کیخدمت میں لطف
رسائی و تاب گوئی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تمکو معلوم ہوئی ہو وہ مجھکو لکھنا۔ ۶ دسمبر ۱۸۶۵ء
کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء میری جان حسن پنجشنبہ پنجشنبہ جمعہ ہفتہ دن۔ اتوار گیا ہو
ایک قطرہ پرسوں دن مینہ نہیں برسا۔ اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ انگیٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس رکھ لئے
ہیں دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تمہارے خط کا جواب ضرور تو سنتے جاؤ۔
مرزا شمشاد علی بیگ نے تمہارا خط پڑھوا دیا انہوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی صحبت پر کیا موقوف ہے مجھے آج
سواری ملجائے کل چل نکلوں اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر ہو جائے بس بچاس
برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ
پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے ÷ پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے ÷ مقطع یہ اسد خوشی سے
مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ÷ کہا جو اسنے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ÷ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر
کسی نے لکھکر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کرکے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتے
پھرتے ہیں مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی الو کے جب شاعر کی زندگی میں گانیوالے شاعر کے کلام کو مسخ کر دیں

تو کیا بعید ہی کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا مغربی کا ہی اور وہ شعر جو میں نے
تمکو لکھا ہی اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں ؎ دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار ٭ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد
یہ دونوں شعر قدسی کے ہیں - مغربی قدما میں سے اور عرفا میں ہے جیسا عراقی - انکا کلام دقایق و حقایق تصوف سے
لبریز قدسی شاہجہانی شعرا میں صاحب و کلیم کا ہمعصر اور ہمچشم - انکا کلام شور انگیز - ان بزرگوں کی طرز
روش میں زمین و آسمان کا فرق - بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر متھرا داس سے
قرض لیا - اُدھر درباری مل کو مارا - ادھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تمسک مُہری موجود
شہد لگا چاٹو - نہ مول نہ سود - اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل میاں گھمی کے سر - یا ہیمہ کبھی خان نے
کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا - کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیجدیا - اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری
کے سو روپیے رامپور کے - قرض دینے والا ایک میرا مختار کار وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے مول میں قسط اسکو دینی پڑے
انکم ٹکس جدا - چوکیدار جدا - سود جدا - مول جدا - بی بی جدا - بچے جدا - شاگرد پیشہ جدا - آمد وہی ایک سو باسٹھ
تنگ آ گیا - گذارا مشکل ہو گیا - روزمرہ کا کام بند رہنے لگا - سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجایش نکالوں
قہر درویش بر جانِ درویش - صبحکی تبرید متروک - چاشت کا گوشت آدھا - رات کی شراب گلاب موقوف
بیس بائیس روپیہ مہینا بچا - روزمرہ کا خرچ چلایا - یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کبتک نہ پیوگے کہا گیا کہ
جبتک وہ نہ پلاینگے پوچھا کہ نہ پیوگے تو کسطرح جیوگے جواب دیا کہ جسطرح وہ جلائینگے - بارے مہینا پورا نہیں
گذرا تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آ گیا قرض قسط ادا ہو گیا متفرق رہا خیر - صبحکی تبرید
رات کی شراب جاری ہو گئی - گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی پوچھی تھی انکو
یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ؎ اے بیخبر از لذتِ شُربِ مُدامِ ما ٭ دیکھا ہمکو یوں پایا
ہے دیکھیہ بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور مسائل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و
نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دلنشین کرنا اور ہے

مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کذاب کو نبوت میں خاتم النبیین کا
شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نو مسلمونکو ابو الائمہ کا ہمسر جانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے میں موحد
خالص اور مومن کامل ہوں۔ زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ۔ لا موثر فی الوجود
الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفترض الطاعۃ تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم
ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں منقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے
اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام ع بریں زیستیم ہم
بریں بگذریم ہم [illegible] ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں
اگر مجھکو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہو گا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز
کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اُس میں جلیں سنو مولویصاحب اگر ہٹ دھرمی نہ
کروگے اور کتمان حق کو گناہ جانوگے تو البتہ تمکو یاد ہو گا اور کہو گے کہ ہاں یاد ہے جن روزوں میں تم علاء الدین
کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تمنے ایکدن غریب کے دو تین طمانچے مارے ہیں نواب امین الدینخاں ان
دنوں لوہارو ہیں۔ علاء الدینخاں کی والدہ نے تمکو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم باچشم پر آب میرے پاس آئے
میں نے تم سے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تمنے بیجا کیا
آیندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب جو مکتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے واعظ بنے تمنے کے
کانوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے ع چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ آگی
کا قدر حافظ کے دیوان سے دو چند سہ چند ہے مجموعہ شرح چند گانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا
یہ ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں ع

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را	نظم	تا بنگری صفائے مے لعل فام را
شراب ناب خور و روئے مہ جبینان بین		خلاف مذہب آنان جمال اینان بین

ترسم کہ صرفہ نبرد روزِ بازخواست	نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما
ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد	کاشفتہ گشت طرۂ دستارِ مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں محلسرا کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھ گیا چھتیں ٹپک رہی ہیں تمھاری پھوپھی کہتی ہیں ہائے دبی ہائے مری - دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے میں مرنے سے نہیں ڈرتا فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے - مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثنائے مرمت میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھکو وہ حویلی جسمیں میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالانِ زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوا دو برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں آ رہینگے تمھارے والد کے ایثار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ایک یہ مروت کا احسان میرے پایانِ عمر میں اور بھی سہی - غالب -

ایضاً چہارشنبہ ۱۰ مئی ۱۸۶۲ء بقولِ عوام اسی عید کا دن صبح کا وقت - میری جان غالبِ کثیر المطالب کی کہانی سن میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں کسی امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ یہ امر مطابق اس ابتدا کے نہایت پذیر ہوگا یہاں اختلافِ طبایع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش مبتدا خبر سے بیگانہ - شرط جزا سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا آپ علاؤ الدین مع قبائل آئینگے دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اسکے نتائج کے دیکھونگا پرسوں آخر جمادی الاول گیا اثنائے اختلاط و انبساط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤ الدین خاں کب آئینگے جواب آیا چچا جان یہ قصہ تو طے ہو گیا ہاں وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا میں نے کہا نواب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید نہ آئیں آج سے معلوم ہوا کہ خیر ٹھنڈا لگا باجا - ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا وہ لکھکر بھیجوں پرسوں شام ہوتے ہی کل تکلیف مہمانوں نے دم لینے نہ دیا آج سویرے ثاقب نے کہا کہ بھائی مستی شاکی ہیں ایک ضرور آ پڑا کہ گزارش علائی چاہیے تحریر شرح ملال میں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو - اگر میرا صلبی بیٹا اس شیوہ سے

تقریر کا ہوتا تو میں اُسکو اپنا یارِ وفادار اور ذریعہ فخر جانتا۔ میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط تمہارا کونسا خط آیا کہ اُسکا جواب نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جمع مقاصد ضروری فراہم تھی وہ میں نے اس نظر سے لکھے کہ اب تم آتے ہو باقی گفت و شنید ہو جائیگی ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھکو توطیہ تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا اور نہ آغاز نگارش بیان سے ہوتا۔ یا اللہ الغالب

با من از جہل معارض شد نا منفعلے	کہ گرش ہجو کنم این بودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ محرقِ قاطعِ برہان جو ثاقب نے تمکو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس رسالہ سے میرا مدعا یہ ہے کہ اسکے معاینہ کے وقت اُس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کرو بیگانہ وار دیکھو اور از روے انصاف حکم دو نے حیف دو میں اُسنے جو مجھے گالیاں دی ہیں اُس پر غصہ نہ کرو غلطیاں عبارت کی شدت اطناب محل کی صورت سوال بگیر جواب دیگران باتوں کو مطلق نظر نہ کرو بلکہ اگر فرصت ہو تو ان مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیجدو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ بھائی جان العبد ان ہفوات کا خاکہ اڑا رہا ہے میر رخشان نے اُسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو اور یہ امر مبہم کہ جو تمہارے والد کی تقریر سے دلنشین نہیں ہوا یعنی یہ قصہ چکاجانا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھ دو۔ تاریخ۔ اپنا نام آغاز نامہ میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط

ایضاً میاں میں تمہارا باپ کا تابع تمہارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار مگر ابھی اٹھا ہوں اپنی کو نہیں جانتا میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا پہنچ وہ تمہارے دیئے ہوئے میر مہدی حسین جیسا دیئے اور باقی ان چھپی ہوئی سیجات مطبع جمع ہولیں تو وہ اوراق بھی منگا دونگا۔ غالب

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان ۱۰ فروری وقت نماز ظہر میر احمد سعید سخن سرائی مولانا علائی کی خاطر نشان و دلنشین کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے میں گیا اور ملا علی حسین خان کو بھی دیکھا دیکھنے کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے میں گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمہارا خط پایا۔ دو گھڑی

لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس لئے سے کہ ضدِ صحت ہے مکروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجبِ
خوف و خطر نہیں۔ میں تو بھول گیا تھا آپ بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایکدن ناگاہ یہ حالت طاری
ہو گئی تھی وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی یہ فنون نہ تھے تنقیہ لئے فوراً اور بامسہل بعد چندروز عمل میں آیا۔
اب سنِ کہولت استعمال افیون مزید علیہ وہ جلد متواتر ہوا اضطراب از راہِ محبت ہے از روئے حکمت اضطراب کی
کوئی وجہ نہیں۔ نظری میں بکتا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صاحب ذوق الولا
حکیم بقا کی خاندان میں کئی صاحب موجود۔ تیسرے حکیم مجھلے وہ بھی شریک ہو جائینگے اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے
ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار ہمقومی حکام نامور یا کوئی ایک آدھ بید نرودی اور گمنام۔ بہرحال خاطر جمع رکھو۔
خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھسے سپارش کرو۔ امین الدینخاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا سینے میں ایمان
جب تک محبت بھی کہتے ہیں بقدر پرنشہ و سر مو بھی نہیں معالجہ حکماء کی راہ پر رہیگا۔ ندیمی اور غمخواری میں اگر قصور
کروں تو گنہگار۔ میاں ایسے موقع میں رائے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے۔ مرض مشخص۔ دوا معین
سوءِ مزاج سادج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کوئی تدبیر سوچیگا۔ تنقیہ میں سوائے
منضجاتِ بلغم اور کچھ نہ تجویز نکلیگا۔ تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے اسماء
و آیات شفابخش مقرر ہیں رد سحر و دفع بلا انکے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور عزائم خوانوں نے
یہ توڑ دی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بنجاتے ہیں تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کریگا بیچارہ الگ ایک گوشہ
میں رہتا ہے کہ جب تک خاص و عام کا قصد نکرے کبھی کوئی وہاں نجائے یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے
طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز بالخیر شما
سلامت۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ✣

ایضاً اقبال نشان والا شان صدر و عزیز تر از جان مرزا علاء الدینخاں کو دعائے درویشانہ غالبِ دل افگار
پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے دبستانِ فارسی کا تم کو جانشین و خلیفہ قرار دیکر ایک سجل لکھ دیا ہے

ابتک جیتا رہا کم ہتّر برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کی نہیں بلکہ مہینوں کی نہیں شاید بارہ مہینے جنکو ایک برس کہتے ہیں اور جیوں۔ ورنہ دو چار مہینے یا پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہگئی ہے یعنی ثبات حواس میں اپنے دستخط سے توقیع تمکو لکھدیتا ہوں کہ فنِ اردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجکو جانتے تھے ویسا تمکو جانیں اور جسطرح مجکو مانتے تھے تمکو مانیں کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ وَّیَبْقیٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ ہجری ۔ ۲۱ جون ۱۸۶۸ء مقام دہلی ۔

بنام مرزا امیر الدین احمد خان المدعو بہ فرخ مرزا

اے مردمِ چشمِ جہاں بین غالب ۔ پہلے القاب کے معنے سمجھ لو یعنی چشمِ جہاں بین غالب کی پتلی جہاں بین تمہارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر اور پتلی تم ۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا ۔ مجکو بہت پسند آیا ۔ استادِ کامل نہونیکے باوصف تمنے کیا کمال حاصل کیا ۔ آفریں صد آفریں ۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تمکو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے ۔ میاں تمہارے دادا نواب امین الدین خاں بہادر ہیں میں تو تمہارا دلدادہ ہوں ۔ خیر دادا جیسے کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو ۔ والدعا ۔ دیدار کا طالب ۔ غالب ۔

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفریں ۔ ہزار آفریں ۔ تاریخ نے فرہاد یا ۔ خدا جانے وہ خرمے کس [illegible] سے ہونگے جنکی تاریخ ابھی [illegible] قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ۔ تاریخ دیکھی اسکی تعریف کے خرمے کھاؤنگے ۔ اسکی تعریف کرینگے کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسنِ طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو ۔ ابھی تھیلا لیکر آیا تھا ابھی خرمے لیکر آوے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ الغرض میاں تم یوں ہی عمل میں لاؤگے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤگے تو ہم بھی کہینگے ۱۲۷۲ ۔ تازہ سے بہتر ۔ بادہ سے بہتر ۔

ایضاً میاں عجیب اتفاق ہے نہیں معلوم ہوتا ہے دیکھنے کو آ سکتا ہے [illegible] قدم رنجہ فرما سکتے ہو تو قدم رنجہ کیا ہے کہو دوسرا بخیہ ہے

لاحول ولا قوۃ۔ یہ تعطیل کے دن کیا ناخوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا احوال سن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے۔ خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا۔ اسد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خانصاحب

خانصاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خانصاحب کو غالب دردمند کا سلام۔ خوب یاد کیجیے کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں۔ حامل ہذا المکتوب پنڈت جگ نراین میرا خط لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصب عالیہ و عہدہ ہائے جلیلہ کرتے تھے۔ اب یہ موقع آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پٹیالے آتے ہیں۔ آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے کوئی منصب کوئی عہدہ دلواؤ۔ تو میں یہ جانونگا کہ تم نے مجھی کو نوکر رکھوا دیا اور تمہارا احسانمند ہونگا۔ نجات کا طالب غالب ۲۳ شوال ۱۲۸۱ ہجری

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور چشم سرور دل راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب نیم جان کی دعا۔ تم سے رخصت ہو کر اور خدا کو سونپ کر راہی رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال پر تھا۔ آسمان بے ابر تھا۔ سایہ [illegible] آرام سے رامپور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضائے اولو الامر [illegible] حسن اخلاق میں نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں ان سے بہتر ہیں۔ بہ سبب سرپرستی کی غلہ کا محصول معاف کیا۔ بلکہ علم [illegible] علی بخش خاں خانساماں کو تقسیم پر روپیہ بابت عطائیہ سرکاری بخشدیا۔ مفصل حالات بعد ملاقات زبانی کہونگا۔ [illegible] فقیر آیا [illegible] دنیا [illegible] نہیں ہے۔ تمہارا خوش [illegible] تم میں جمیع صفات بھول بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہیں۔ تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر مثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اسکو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ تورع و زہد و تقویٰ کے حاوی۔ علم اخلاق میں حکما و روحانی سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ تمکو عمر طبیعی عطا کرے اور دولت و اقبال تمہارا روز بروز زیادہ ہو۔ انشاء اللہ [illegible] غالب

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام کل وہ مسودہ بابو چندو لال صاحب کی معرفت پہنچ گیا یقین ہے کہ آپکی نظر سے گزرا ہوگا اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہونگے جلدی نہیں ہے آپ بغور جس طرح تامل سے لکھیئے جب صاف ہو جائیگا مجھے دیجیئے گا میں اپنی مُہر کر کے ڈاک میں بھجوا دونگا ابھی چٹھی کمشنر صاحب دہلی کے پاس سے آیا ہوں وہ کہتے تھے کہ کل لاٹ صاحب آئینگے اور پرسوں شملے کو تشریف لیجائینگے بطریق اطلاع لکھا ہے فقط یہ نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل یا پرسوں ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے راقم اسد اللہ خان غالب ۱۰ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً بھئی صاحب مجھ سے ایسی خطا ہو گئی کہ لکھنا بھی چھوڑ دیا خیر میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائیگا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تاکہ میں بھی قصور پر اطلاع پاؤں برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچا ہے اور یہ نہایت سرگشتہ ہے ریاست میں تم نے اسکو نوکر رکھوا دیا تھا پھر وہاں کی صورت بگڑ گئی اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ ہے تم ہیں دستگیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اسکا نقش ہستی صفحۂ دہر سے مٹ جائیگا والسلام عنایت کا طالب۔ غالب

ایضاً فرزند ارجمند اقبال مند بابو پیارے لال صاحب کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے لاہور پہنچکر تم نے مجھکو خط نہ بھیجا اسکی میں بھی شکایت کروں تو بجا ہے تم نہیں جانتے کہ مجھکو تم سے کتنی محبت ہے میں تمہارا عاشق ہوں کیونکہ نہ عاشق ہوں صورت کے تم اچھے سیرت کے تم اچھے شیوہ و روش کے تم اچھے خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں اگر میرا صُلبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور ایسے حسن قوم اور حسن خاندان نہیں ہو تم قوم اور اس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو خدا تمکو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے میاں تمکو یاد ہے کہ میں نے تمکو سابق میں اس نور چشم مرزا ابو علیخان کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے اختلال حواس کا حال تم جانتے ہو خدا جانے اسوقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہو انگاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ سب گفتار ہے مختصر یعنی مرزا ابو علیخان عزیز میرے عالیجناب اور بڑے بزرگ قوم ہیں شاعری بھی بہت اچھی ہے جو ہر ہیں صاحب استعداد ہیں علم انکو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقۂ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں نور چشم منشی نصیر الدین کو بھی دعا کہنا

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ صاحب کو بعد دعائے دوام عمر و دولت معلوم ہو خط تمہارا پہنچا خیریت تمہاری معلوم ہوئی قطعے جو تمکو مطلوب تھے اسکے حصول میں جو کوشش دل سے کی ہے میں تمہیں کہہ نہیں سکتا زیادہ کوشش نہیں ہو سکتی بہ صرف زر کیا ہے وہ بھیجے تھے وہ اور پچیس روپئے اور صرف کیئے پانچ پانچ چار چار روپیہ

روپیہ کے قطعے مول لیے اور دو نئے خرید لیے۔ پیسہ جدا نئے بنوانے میں روپیہ جدا لگ گئے۔ وہ ڈورا پھرا حکیم صاحب کے پاس
کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب وہ ڈر رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے
یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آ جاوے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو
یکجا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا۔ مدد میں بھی اُسکی کر رہا ہوں لیکن اُسنے بڑی مشقت کی
آفرین صد آفرین۔ ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز
کر کے اُس سے بہت روپیہ لیے۔ جب سب قطعے تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُسکا حُسن
خدمت تم پر ظاہر ہوگا۔ کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن
ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اِسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ والدعا۔ اسد اللہ۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری
مبارک ہو۔ پیپلی سے نوح آئے۔ نوح سے بلب گڈھ گئے۔ اب بلب گڈھ سے دلّی آؤ گے
ان شاء اللہ۔ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے
علاقۂ تحصیلداری میں بصیغۂ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں اِن کے والد ماجد میرے
پچاس برس کے دوست ہیں۔ میں اُنکو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں اِس صورت میں
حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُنسے یکدل و یکرنگ رہو۔
اور اُنکے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغۂ دوام ہے۔ تمکو کوئی نئی بات پیش
کرنی نہ ہوگی۔ صرف اِسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان
رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے۔ ۲ ر فروری سنہ ۶۴ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نورِ چشم غالب عفی عنہ بدیدہ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے۔ تمھارا خط مرقومہ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہیں۔ سال بھر پڑھا ئے جاؤ۔ جب لڑکا شدوبد سے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجایش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمھاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار میں اس باب میں بابو صاحب سے نہ کہوں گا اور نہ یہ خط تمھارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق الجھو کیوں۔ اس الجھنے سے فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو ؎ کہ رحم گر نہ کند مدعی خدا بکند۔ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم چھوڑ گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۴ا جنوری ۱۸۶۵ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہیمن تاثیر دعای غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فزوں ہو۔ منشی من بھاون لال تمھارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اس مرحوم مغفور سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمھارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً برخوردار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہے اسکے دو سبب ہیں ایک تو یہ تمھارے خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں۔ خوش خو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے تمھاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اردو نظم و نثر میں تمھاری طبیعت کی روانی اور تمھاری قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تمکو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے تقلید ورق انشا پردازوں کے تمھاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو املا کی غلطی

ملکہ با اکمل زائل ہوجائے۔ مگر بہاری لال اور نونہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہہ دانشمند ستودہ خوئے امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلیٰ کو پہنچنے والا ہے۔ اسکی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی ترقی ہونیوالی ہے ~~~

بیا دامان صاحب دولتے گیر	کہ مرداز صاحب دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبان روزگار ہیں نکوخوے اور نیکوکردار ہیں۔ میر فخرالدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں تم چاروں شخص بپایۂ صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دلشاد اور اکمل المطابع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب

۷ رجون ۱۸۶۸ء

خاتمہ کتاب اردوئے معلیٰ ریختہ کلک بلاغت تماسخندان بیمثال معنی سنج نازکخیال شاعر نغز گوئے دلاویز بیان نادر جادو طراز شیریں بیان مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہد دلفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگان حسن معانی ہر دم اسکے خواستگار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوع طبائع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظران دیدہ ور جنکی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں۔ مشاہدۂ ماہ پیکران بہارستان سے تسلی نہیں پاتے۔ اور نگین شامان نکتہ پرور جنکے دماغ میں گلستان سخن کی بو بھر جاتی ہے۔ ریاحین باغ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر سخنوری وماہ منیر آسمان معنی گستری شہسوار عرصۂ نکتہ دانی یکہ تاز میدان جادو بیانی فرمانروائے کشور نازک خیالی

زینت افزائے اور رنگِ بے مثال ناثر نثری رفعت۔ شاعر شعری رتبت۔ چمن آرائے گلستانِ
فصاحت۔ حدیقہ پیرائے خیابانِ بلاغت۔ فروغِ بزمِ آفرینش۔ نورِ دیدۂ بینش۔ استادِ
یگانہ مسلم الثبوت زمانہ۔ رشکِ عرفی و غیرتِ طالب جناب استادی نجم الدولہ
دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب کی زبان
معجز بیان پر آیا ہو اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینۂ بے نظیر و
مجموعۂ دلپذیر جسکا ہر حرف باعثِ نظارتِ چشمِ نظارگیاں اور ہر لفظ سببِ تازگیِ دیدۂ
مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریائے موج خیزِ معانی اور ہر فقرہ کو گلزارِ ہمیشہ بہارِ رنگین بیانی
کہنا چاہیئے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت
ہویدا۔ کمند اندازِ رسا ہیں گردنِ معانی شکار۔ شیرینیٔ ادا پر ادائے شیریں لباں نثار۔
غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخۂ بے بدل کا۔ اور طبع ہونا اس کتابِ بے مثل کا کیونکر غنیمت
نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطفِ ارزانی و شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔
کیونکر شکرِ فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں اے سالکِ اندوہگیں کیسا شکریہ کیا کلام ہے
اے بے خبر گریہ و ہنگام ماتمِ عام ہے

باید چو شمع در دلِ شبہا گریستن
سرگرم بودن از تہ دل با گریستن

تا سازگار جسمِ مرا تا گداختن
نا خوشگوار چشمِ مرا نا گریستن

نیست اگر تراوشِ سرچشمۂ حیات
باید بعمرِ خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامۂ والا زیرِ تمام و کمال تشریفِ طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرِ ستمگر نے بتاریخ ۲ ذیقعدہ
۱۲۸۵ ہجری جامۂ حیاتِ جنابِ مغفور و مرحوم کو چاک کیا ہے۔ آفتابِ علم و کمال کو
سپہرِ خسوف دکھایا۔ ماہتابِ فضل و ہنر کو صدمۂ کسوف میں پھنسایا۔

اس ستمگار سے کوئی پوچھے ۔۔۔ ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

نہ سوجھا کہ عالم میں تاریکی چھا جائیگی۔ زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار ہوں گے مگر؎

نیش عقرب نہ از پے کین است ۔۔۔ مقتضائے طبیعتش این است

اپنی عادت سے لاچار ہے۔ دشمنیٔ اہل کمال اسکا شعار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتارِ مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا۔ کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کو نقشِ ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا سخن آرائی نوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو سخن سنج کے عوض کبھی نالۂ پردرد اور کبھی آہِ سرد لب پہ ہے۔ کہیئے جب یہ بارگرانِ اندوہ دل پہ ہو دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے۔ کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب۔ کیسا سالِ وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں

قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	لب پہ نالوں کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب	سببِ رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع سالِ وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصۂ اول اُردوی معلی
طبعزادِ منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اُردوی معلی گشت تالیف	ہمانا یک جہاں گردید طالب
پئے سالِ مسیحائی طبعش	بگو جوہر خجستہ اُردوی غالب

اعلان

(کاپی رائٹ محفوظ ہے)

العبد سید عبد السلام ابن مولوی سید محمد معظم مرحوم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی

اُردوئے معلّٰی حصّۂ دوم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر الانام سیّد محمد عبد السّلام عفا اللہ عنہ شائقین باتمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب اُردوے معلّٰی مرزا غالب کا حصّۂ اوّل ارسطوئے زماں مسیح دوراں جناب مولوی حاجی حکیم **غلام رضا خاں** صاحب رئیس دھلی کی اجازت سے مطبع فاروقی دہلی میں سنہ بارہ چھپی تو خیال ہوا کہ اسکا دوسرا حصّہ جو شمس العلماء مولانا حالی نے مرتب کیا اسکے بارہ میں جناب شمس العلماء سے اجازت حاصل کیجائے احقر نے مولانا سے حصول اجازت کی استدعا کی مولانا نے جواب میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کتاب صحیح چھاپنے میں بہت کوشش کیجائے اسلیئے یہ حصّہ آخر میں شامل کیا گیا اور نہایت صحت کے ساتھ چھاپنے کا خیال رہا۔ اِس حصہ میں فن شاعری کے متعلق مرزا غالب صاحب مرحوم نے نکات لکھے ہیں۔ اور بعض کتابوں کے ریویو و دیباچے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ سابق اُردوئے معلّٰی میں یہ لطف حاصل نہ تھا۔ اَب یہہ کتاب دوبالا ہو گئی۔ اَب اِسکے پڑھنے سے کچھ اَور ہی کیفیت حاصل ہوگی۔ ع

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف ٭

دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سیّد رحمت علی خان بہادر عرف مفتی میر لال صاحب نگاشتہ اند

سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ! حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ دو قوتیں ہیں فکر و نطق اور یہہ دونوں قوتیں موہبی ہیں۔ بخشی ہوئی دستگاہ پر خود نمائی۔ اور پھر اُسے بخشنے والے کے آگے! ایسی نمکحرامی اور کیسی ہرزہ درائی۔ اس صورت میں آدمی حق حمد کے تو کیا معنی اگر یاں حمد کرنیوالا بقدر توفیق حمد شائستۂ آفرین ہے

یہ کون کہہ سکتا ہی؟ کہ توفیق نتیجۂ کشت و کار ہی البتہ عطیۂ پروردگار ہی۔ قدرتِ حمد اُسنے پیدا کی۔ توفیقِ حمد اُسنے عطا کی۔ جبکہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاسِ عطیۂ توفیق کیونکہ لازم ہو۔ ہاں ای حق شناس تجکو شعور ہے عطیۂ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری ہے ؎

گر کسے شکرِ حق فزون گوید ۔ شکرِ توفیقِ شکر چون گوید

حق یون ہی کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامۂ در ہم پیچیدۂ سربستہ ہی کہ جسکے عنوان پر لکھا ہے لَا مُؤثِّرَ فِي الْوُجُودِ اِلَّا اللہ اور خط مین مندرج ہی لَا مَوْجُودَ اِلَّا اللہ۔ اور اس خط کا لانیوالا اور اس راز کا بتانیوالا وہ نامہ آور نامور ہی کہ جسپر رسالت ختم ہوئی۔ ختم نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنیٔ غامض کی صورت یہ ہی کہ مراتب توحید چار ہین آثاری و افعالی و صفاتی و ذاتی۔ انبیائے پیشین صلوات اللہ علی نبینا علیہم۔ اعلانِ مدارجِ توحید سہ گانہ پر مامور تھے خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجابِ تعینات اعتباری اُٹھا دین اور حقیقت نیرنگیٔ ذات کو صورت الآن کما کان مین دکھا دین۔ ایک گنجینۂ معرفت خود حضرتِ ختمی مرتبت کا سینہ ہی اور کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مفتاح باب گنجینہ ہی۔ زہے عامۂ مومنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفیٔ شرک فی العبادت مراد لیتی ہین اور نفیٔ شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہی اُنکی نظر مین نہین جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہینگے اُس وقت اسی توحیدِ ذاتی کے اعتقاد کی قدمگاہ پر آ رہینگے یعنی ہمارے اس کلمہ سے وہ مراد ہی جو خاتم الرسل کا مقصود تھا یہی حقیقت ہے شفاعتِ محمدی کی اور یہی معنی ہین رحمۃ للعالمین ہونیکے اور اسی مقام سے ناشی ہے ندائے روح فزائے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ دَخَلَ الْجَنَّةَ قلم اگرچہ دیکھنے مین دو زبان ہی لیکن وحدتِ حقیقی کا رازدان ہی گفتگوئی توحید مین وہ لذت ہی کہ جی چاہتا ہی کوئی سَو بار کہے اور سَو بار سُنے۔ نبی کی حقیقت دو جہتین ہی ایک جہتِ خالق کہ جس سے اخذِ فیض کرتا ہی اور ایک جہتِ خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہے ؎

نبی را دو وجہ است در سوئے خلق ۔ یکے سوئے خالق یکے سوئے خلق
بدان وجہ از حق بود مستفیض ۔ بدین وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو صوفیہ کا قول ہے اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ معنی اسکے صاف اور ازروی انصاف یہ ہیں کہ ولایت نبی کی کہ وہ وجہ الی
الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ وجہ الی الخلق ہے - نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوت خاص سے جسطرح نبی مستفیض ہے
حضرت الوہیت سے اسیطرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر
ہرگز معقول اور عقلا کے نزدیک مقبول نہیں ایسے وہ ولایت کہ خاصۂ نبی کا تھا - نبوت کے ساتھ منقطع ہوگئی
مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکوۃ نبوت سے ہنوز باقی ہے نقل و تحویل ہوتی چلی آتی ہے اور چراغ سے چراغ جلتا
چلا جاتا ہے اور یہ سراج ایزدی تا ظہور صبح قیامت روشن رہیگا اور اسی کا نام ولایت اور یہی مشعل طریق ہدایت ہے
ولایت و ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جو ازروی کلمہ لا الہ الا اللہ مشہود چشم اعیان امت اور منظور نظر اکابر
ملت ہوئی ہے مگر وہ بات اب کہاں؟ کہ ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دل نور معرفت سے منور ہو جاوے اور وہ ضامن بہشت
کہاں کہ قائل لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اسکے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو قدم گاہ توحید پر قائم کر دے یعنی رسول مقبول
واجب التعظیم قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم - اب سعادت بقدر استعداد ہے اور جنت بعد جراحت ہے بھی تو جب
آدمی کیونکر سمجھ سکے اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اسکو کیونکر تسلی ہو - یعنی ان مجموع موجودات کو کہ افلاک و نجوم
و بحار و جبال سے ہیں ہیں نیست و نابود محض جانے اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے

رباعی

ای کردہ بآرایش گفتار پیچ	در زلف سخن کشودہ راہ خم و پیچ
عالم کہ تو چیز دیگرش میدانی	ذاتیست بسیط و منبسط دیگر ہیچ

جب اولیاء اللہ نے کہ وہ اطبای روحانی ہیں - دیکھا کہ نفوس بشری پر وہم غالب ہے اور بسبب استیلائے وہم
مشاہدہ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہیں ہر چند انکو سمجھائینگے - راہ پر نہ آئینگے ناچار اشغال و اذکار
وضع کیئے تا قوت متخیلہ اوسمیں الجھی رہے اور رفتہ رفتہ بیخودی طاری ہو جاوے - وحدت وجود جسطرح کہ بات
تو نہیں کہ نہ ہوا اور وہم اسکو بجبر یا بتکلف ثابت کیا چاہتے ہیں کہ دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست
وہم صورتگری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے پس جب وہ وہم شغل و ذکر کیطرف مشغول ہوگیا

بے شبہہ اپنے کام سے یعنی صورتگری و پیکر تراشی سے معزول ہو گیا۔ بیخبری و بیخودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو
موحدین کو بمجرد فہم حاصل ہوتی ہے اس شاغل کے نفس کو بیخودی میں آ گئی ایک دریا میں جان کر کودا۔ ایک کو
کسی نے غافل کر کے دھکیل دیا انجام دونوں کا ایک ہے وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لیں یقین نہیں کہتا
کہ نہیں ہیں مگر ہاں کم ہیں اور مخفی ہیں اور کہیں کہیں ہیں۔ اور ایسی نفوس کو جو کسب حالت بیخودی کیواسطے
محتاجِ اشغال و اذکار ہیں بہت ہیں بلکہ بے شمار ہیں حق سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھے حضرتِ شاہنشاہی حق
شناس حق آگاہ سراج الملۃ والدین ابوظفر بہادر شاہ کو جو لباس پادشاہی میں یادِ الٰہی کر رہے ہیں

شاہی و درویشی اینجا باہم است	پادشاہِ عہد قطبِ عالم است

حکم دیا۔ حضرت پیر و مرشدِ برحق نے جنابِ افادت مآب۔ معرفتِ نصاب مجمع البحرینِ شرع و عرفان۔
قرانِ السعدین عقل و ایمان۔ ابوحنیفۂ ثانی سراج العلماء ضیاء الفقہاء مولانا مفتی سید رحمت علیخان
بہادر کو اور فرمایا اُنسے کہ وہ اشغال و اذکار جو انتہائے قوسِ نزولی نبوت و ابتدائے قوسِ عروجی ولایت
یعنی عہدِ جنابِ رسالت علیہ السلام سے ہم سینہ بسینہ و ہم سفینہ بسفینہ چلے آئے ہیں انکو ایک رسالے میں درج
کریں اور اُس رسالے کی تحریر میں وہ عبارتِ اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خرچ کریں۔ کیونکہ اربابِ فہم اس
رازداری پر قربان جائیں کہ مجموعۂ اشغال و اذکار زبانِ حقیقت ترجمان سے فرمائے ہیں اور حکم دیا ہے کہ انکو قالبِ
استدلالِ عقلی و منقول من رسائل العرفا تحریر کریں قضارا یہ ترکِ کج مج زبان اسد اللہ خاں سمجھا اس کہ جسکا فنِ سخن میں
غالب نام اور وہ خود مغلوب ہے تو سہائے خام ہے اس رسالے کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا۔ جی میں آیا کہ اس کتابِ مستطاب
پر ایک دیباچہ لکھیے اور چاہیں برگِ سفر ساز گار کروں اور عزمِ سفرِ حجاز کروں۔ زمزم کے پانی سے وضو کروں اور
کاشانۂ ملائک آشیانہ کے گرد پھروں اور حجرِ اسود کو چوموں اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو جاؤں اور خاکِ تربتِ اطہر
کا سرمہ آنکھوں میں لگاؤں۔ بادشاہ سے کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دیکر مجھکو خانہ خدا کی طواف کی رخصت دیں
کہ یہ گنہگار وہاں جاوے اور اگر زیست باقی ہے تو وہاں جا کر اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جنمیں ستاسٹھ کا نمبر

سب کچھ ہی بخشوا کر پھر آوے ۔ غالب ہوائے کعبہ بسر جا گرفتہ است ٭ رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمی ٭

دیباچہ کہ بر کتاب خواجہ بدرالدین خان عرف خواجہ امان موسوم بہ حدائق الانظار نگاشتہ اند

سبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال مشاہدہ اسکا نور افزائے نگاہ ۔ تصور اسکا انجمن افروز خیال ازروے لفظ
اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ
کو حق نے صورت انسان پیدا کیا ہوتا تو ہم صورت میں کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا ۔ اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے
بے شبہ مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوش ربا دیکھ کر اہل معنی بالکل صورت پرست ہو جاتے ۔ نظم میں اور ہی روپ
نثر میں اور ہی ڈھنگ ۔ فارسی میں اور ہی زمزمہ اردو میں اور ہی آہنگ ۔ سیر و تواریخ میں وہ دیکھو جو تم سے سیکڑوں
برس پہلے واقع ہوا ۔ فسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ۔ ہر چند خردمند بیدار مغز تواریخ
کیطرف بالطبع مائل ہونگے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہونگے کیا تواریخ
میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں الحاق کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں ۔ سام نے اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوا دیا ۔ سیمرغ
اسکو اپنے گھونسلے میں اٹھا لائی پرورش کر کے پہلوان بنایا ۔ آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار
کی لڑائی سے گھبرائے ۔ زال اس ہم ہستی کو بلائے ۔ سیمرغ گردوان کو تر کیطرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے
اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کر کے ایک تیر دو شاخہ دیکر تشریف لیجائے
رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بد دور جوان ہو دیو سپید کو تہ خاک کرے
فرعون کا دعوی خدائی مشہور ہے ۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی ذکر ہے ۔ اگر اہل طبیعت ایک
پہلوان زبردست حمزہ دیو کش رستم جیسا قرار دیں اور ایک نمرود شاہ گمراہ دعوی خدائی کرنیوالا اسکا مثل
گھڑ لیں گو ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے ۔ انہیں روایات کا چربا اٹھایا ہے مگر اچھا اٹھایا ہے عظمت
و پند نہیں ترہات ندیمانہ ہے ۔ سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے ۔ داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ
یہ ہے کہ دل بہلانے کیلئے اچھا فن ہے ۔ عمر کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان

حکایات کا کوئی سخنور ایران ہے۔ مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحٰق خاں کا ہے گویا باغ ارم کو سندوستان میں اٹھالایا اُسنے بوستانِ خیال میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا۔ ان قصص میں سے ایک جلد ہے معز نامہ۔ واہ رے بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معز الدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی صورت ہو کے اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں ابو الحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو خواجہ عمر کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہجائیں۔ در نیولا میلرا ور زادہ سعادت خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سختی کش و سخت کوش ہے۔ ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا۔ مصوری کیطرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اسکو دیکھکر مانی و بہزاد کو حیرت آئی۔ اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا۔ معز نامہ کی فارسی نثر کو اُردو کرنے پر آمادہ ہوا۔ معز الدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں۔ ابو الحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت فزائیاں۔ ملکہ نوبہار کی رنگیں نمائیاں۔ جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں۔ نضار منکوس منحوس کی بیحیائیاں مسلمین و کفار کی لڑائیاں۔ مسلمانوں کی بھلائیاں کافرونکی برائیاں فارسی سے اُردو میں لے آیا۔ یوں تصور کرو کہ قلمرو اُردو میں ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا تعمیر سنایا عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی۔ سید اور گرنے ایک بات نہ سُنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ نہ بن آئی اس دیباچہ کے انجام کا بجز اسکے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سید ھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اسی شعر شعری شعار کو خامہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ گیا ہوں اب دم لیتا ہوں

شکر کہ این نامہ بعنواں رسید	بیشتر از عمر بپایاں رسید

ومن اللہ التوفیق وھو خیر رفیق ؎

تقریظے کہ بر کتاب ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ ہو رہی ہیں سبھی کسی امر کا شعور اور مصالح دنیوی میں
کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اسکی بھی نمود جب تک اس لطیفۂ غیبی کا شمول نہو عالم امکان
میں ممکن نہیں ہے ؎ سخن را از آن دوست دارم کہ دوست ٭ بتصدیق او ما طلبگار اوست ٭
مسائل حکیمانہ کی ہستی۔ ترہات ندیمانہ کی مستی۔ ورد و وظائف کے علاج کا اظہار۔ افسانہ و افسون کے مقاصد کا مدار
شکوہ و شکایت کا عنوان۔ نفرین و آفرین کا بیان۔ رد و قبول کے حکایت۔ فتح و شکست کی روایت
صرف و نحو کی رازدانی۔ لفظ و معنی کی گلفشانی۔ جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کہہ رہے ہیں جو کچھ آگے
کہینگے اور قیامت تک کہتے رہینگے۔ جو کچھ نیک و بد نو و کہن سے ہے سب وابستہ نطق و سخن ہے۔ اب سمجھیے
کہ سخن از روے مثال کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے۔ دریا ہے کیسی روانی۔ اور کس زور کا پانی۔ اسکا
چڑھاو اسکی رفتار۔ اسپر کسکا زور اور کسکا اختیار۔ جدھر منہ کیا۔ ادھر اپنا لا بہا دیا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے
کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ بارہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جسکو ہندی میں اٹھان اور فارسی میں
انگیزہ اور عربی میں باعث کہئے کچھہ اور ہی پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھہ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر
فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ کیا طور ہے۔ یہ کتاب مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ اسکو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن
از روے حقیقت ایک نہر ہے کہ سخن سے ادھر کو بہی ہے جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجکو پیشگاہ سلطنت
ابد مدت سے حکم آیا کہ بندۂ درگاہ اسد اللہ اسکی تقریظ لکھنے میں اظہار حسن اطاعت کرے اور سخن طرازی میں آرایش زبان
اردو پر قناعت کرے چنانچہ حکم بجا لانا ضرور ویسا ہی یہ بھی کہنا ضرور کہ منشاء اس رسالہ کی نگارش کا
کیا ہے ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سن اٹھارہ جلوس میمنت مانوس میں شہر سے بلکہ خارج سے آوازہ
بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ۔ بادشاہ ابن بادشاہ خلیفۂ روی زمین ابو ظفر
سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہب آبا کا ارادہ کیا اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا۔ بارہا فقیر کا

بزم قربِ رازدانانِ خلوتِ اُنس حیران اور حیرت انکی بجا۔ اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلی انکو کہی ہوتی
اسرارِ سلطنت کی خبر اور پھر انہیں عام کو تقدم خاص ہی! نہ پوچھنے کا یارا۔ نہ چپ رہنا گوارا۔ علمائے نامدار
ومشائخ کبار وفقہائے دیار نے جرأت کر کے عرضداشت لکھی مضمون کہ ایسا سنا جاتا ہی اور باور نہیں آتا یہی
امیدوار ہیں کہ خداوند تاج وسریر کے مافی الضمیر پر آگہی پاویں حضور نے تحاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے
اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا۔ چند روز کے بعد ایک دن حسب الحکم قضا توام ؎

بزم سلطانی ہوئی آراستہ — کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہلِ ایمان ہمنشین امرای دستہ دستہ دست بستہ صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوار
باغ و پروانہ پای چراغ۔ اُس چمن میں نشاط اندوز۔ اور اُس انجمن میں ادب آموز۔ زبان مبارک گہر فشاں ہوئی
حقیقت مذہب اہلِ سنت وجماعت بیاں ہوئی سوءِ ظن علماء۔ اُس مجمع عظیم میں بہ پیرایہ حسن ظن جلوہ گر ہوا
خاص و عام کو اعلیٰحضرت کا ثباتِ قدم مسلکِ تسنن پر باور ہوا۔ مضامین ارشاد کیئے ہوئے اعلیٰحضرت کی بموجب ارشاد
قالبِ نظم میں ڈھلے۔ ناگاہ جانب اجانب سے اُس نظم کے جواب میں کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار بیگناہ بھی بجرم
ممدوح ہوا اور خنجر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الغرض جب وہ تحریر یہاں بھی دکھائی گئی تو اُسمیں خلفاء کی توہین
پائی گئی۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مؤلف نے دیباچہ میں لکھا ہی لکھا گیا اور مجھکو تقریظ نگاری کیواسطے
جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہی کہا گیا۔ مَیں اس گذارش میں یہ بات کہہ جاتا تو البتہ وضع تحریر کا موضوع لہ مجہول رہجاتا بحث ونزاع
کا رسم وآئین اور ہی شیوہ سخندانان معنی آفرین اور ہے نہ سفیہ ہوں کہ ہجو میں سخن سرائی کروں۔ نہ فقیہ ہوں
کہ بحث میں زور آزمائی کروں۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں۔ خاک زدہ خاندان برباد داده ہوں
تابِ آفتاب حوادث سے ظل اللہ کے سایہ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام
کی جگہ دیکھکر دم لینے کو راہ میں بیٹھا ہوں۔ احسان ہے مجھپر خدا کا کہ میں سوای اپنے خدا کے کہ وہ بخشنے والا اور
اپنے بندوں پر مہربان ہے یہ نہیں کہ اور کسی کا گنہگار ہوں۔ جو مجھکو اپنا بدکیش سمجھیں اُنسے دعای مغفرت کا متوقع

اور جو مجکو اپنا مخالف مذہب گمان کریں اُن سے دعائے تخفیف عذاب کا امیدوار ہوں۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْر ؎

تقریظ کہ بر کتاب گلزار سرور من تصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ اند

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صفتیں ہیں۔ تعالیٰ اللہ کیا حیرت آور قدرتیں ہیں یہ جو حدائق العشاق کا فارسی زبان سے عبارت اُردو میں نگارش پانا ہے۔ ارم کا زمین سے بنا کر اُٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بنجاتا ہے۔ وہاں حضرت رضوان ارم کے نخلبند و آبیار ہوئے یہاں میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے اس مقام پر یہ ہیچمیرز جو موسوم بہ اسد اللہ خاں اور مخاطب بنجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ خدای جہاں آفریں سے توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہاں اے صاحبان فہم و ادراک۔ سرور سحر بیاں کا اُردو کی نثر میں کیا پایہ ہے اور اس بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے ؎

رزم کے داستاں گر سنیے — ہے زباں ایک تیغ جوہر دار
بزم کے التزام گر کیجے — ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجکو دعوی تھا کہ انداز بیان و شوخی تقریر میں فسانہ عجائب بے نظیر ہے جسنے میری دعوی کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لا ثانی ہے۔ مانی نقاش ہمیشہ صورتیں بنا کر پیمبری کا دعوی کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوی خدائی نکرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والامناقب عالیشان ایسری پرشاد نارائن سنگہ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہوں اور پھر اُسپر طرہ یہ کہ میرزا سرور چمن آرا ہوں وہ باغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول و گستاخ کیوں ہے بے دیکھے بھالے حضور کا ثناگستر کیوں ہے۔ صاحبو! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ

اُنکی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں رستم سے کہاں شکست کھائی ہے کہ اُنکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو برسد پرشاد نارائن کا مورد عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلی میں تشریف لائے ہیں اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہوں جب آشنا سائی اور یگانگی درمیان ہو تو اُنکا نیازمند کیوں اُنکا ثنا خوان نہو۔ نہیں نہیں میرا کیا منہ ہے ثنا خوانی کا میں تو عاشق ہوں اُنکی شاعر پروری سخندانی کا۔ حضور قدردانی کی سرور نے گہر فشانی کی حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحۂ روزگار پر یاد رہیگا مصنف کا شہرۂ رنگیں بیانی میں مہاراج عالیجاہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہیگا

دیباچہ کہ بر دیوان منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا نگاشتہ اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں کسی میر کا نہیں کسی شیخ شیاد کا نہیں۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں بنظر دشمن دیکھتا ہے پس جب تعلق نہیں مدارا نہیں تو جو مجکو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہونگا۔ نثر میں نعمتخان عالی کی طرز کا اچھا کیا ہے مگر پیرایہ کچھ اُس سے بہتر دیا ہے قصائد میں انوری کا چربا اُٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے۔ غزل میں متاخرین کا انداز۔ عاشقانہ سوز و گداز منشی حبیب اللہ ذکا سخنور ہمہ دان یکتا۔ لفظ طراز معنی آفرین۔ آفرین صد آفرین صد ہزار آفرین فقط

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالیجناب میرزا کلب حسین خاں بکلک گہر سلک آوردہ اند

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ یہ یوسف کنعان معانی ہے کنعان ہو کنواں ہو کارواں ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ویسی ہی معنبر۔ عارض بدستور تابدار۔ لب کی جان بخشی کا وہی عالم۔ چشم اُسیطرح بیمار۔ معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا جمال تصور میں لائیگا وہ آفتاب تاباں کو حضرت یوسف کا ادنی ذرہ پائیگا۔ لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں حسن پرستان سخن کیواسطے نوید مسرت لیکر لائے ہیں سُنی سنائی نہیں کہتے۔ نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپکے بیٹھے رہتے۔ اُمید کہ دانشمند آدمی باور کریں تو یہ دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و کارواں و بازار و زنداں سے نکلکر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے

زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسف حسن کی سرکار میں نوروز ہوا ہے۔ غالبؔ شفتہ نوا سُن اس ورق کے ناظرین
جبتک مر نہ جائینگے تیری بات کبھی نمانینگے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالیجناب والا دودمان
میرزا کلب حسین خاں کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو انہوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو
نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے دیباچہ نگار نے اس مجموعہ نظم کو مصر فرض کیا ہے اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے
جس کتاب میں آئمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہوں اُن اوراق کا
سواد کیوں نہ سرمۂ چشم اہل دین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوئے مومنین آفاق ہوں میں اپنے علو رتبہ
پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالب نما
یعنی اپنے سے بہتر ہوں اس دعوے کا گواہ اسد اللہ ۔ فقط

دیباچہ در تذکیر و تانیث حسب فرمایش مولوی سید احمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی سندی نور البصر لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی
دعا مانگتا ہوں جنکو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تذکیر و تانیث
کی تقریر کہ وہ اکثر مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہرچند اس راہ سے کہ دانا اور دقیقہ رس
اور منصف ہیں گویا قواعد تذکیر و تانیث کی منضبط ہونے کی خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط
ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کو دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجھکو تو دل سے پسند آئی ہیں دعا یہ ہے اور یقین بھی
یہی ہے کہ یہ رسالہ صفحۂ روزگار پر یادگار رہیگا اور ہمیشہ منظور انظار الابصار رہیگا جو صاحب کہ مطالعہ فرمائینگے نفع بھی پائینگے اور لطف بھی
اٹھائینگے ۔ مؤلف صاحب کا سیادۃ اپنی وہ ہنر ساسی ہیں ۔ رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا ۔ اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب مد ظلہ العالی
صاحب ماہرہ کے نواسے ہیں سید اصلی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات
مدح گویا اپنا ثنا خواں ہے جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے مصرع مادح خورشید مداح خود است
کہ مرا دو چشم روشن نا مرمد است ٭ داد کا طالب ۔ غالب ٭

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار زبان اُردو بنام منشی ہرگوپال تفتہ

واہ کیا خوبی قسمت ہے میری۔ بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہوگا۔ اور اُن کی خیر و عافیت معلوم ہوتی ہے۔ خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہوئی یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہیں ہے اور پاؤں میں چوٹ لگی ہے صاحب سُنو جب یہ بھی غنیمت ہے کہ ہڈی کو صدمہ نہیں پہنچا۔ اِتنا پھیلاؤ بھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنے والا نہ مِلا اور چوٹ کہنہ ہوگئی البتہ کچھ دیر میں افاقت ہوگی بعد افاقت ہونیکے تم مجھکو اطلاع کرنیمیں دیر نکرنا میرا دھیان لگا ہوا ہے بابو صاحب کا خط آیا تھا پھر انہوں نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا۔ تمہاری مفارقت سے بہت ملول ہیں طرز تحریر سے فراوانی محبت معلوم ہوتی تھی میں نے انکو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے ہیں ضرورت کو کیا کریں جلد پھر آئینگے آپ انکو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہرگوبند سنگھ تعطیل میں کہ ل گئے ہونگے جو آپکے خط میں انکی بندگی لکھی آئی کیوں انہوں نے تکلیف کی بہ جہت دو قدم پر میرے گھر سے انکا مکان اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت ہو گئے اب بندگی سلام کیا ضرور۔ ہاں صاحب یہ تم نے اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ میرے خط کی سرنامے پر بلی کے محلہ کا پتہ لکھتے ہو۔ میں بلیماروں میں رہتا ہوں۔ بلی کا محلہ یہاں سے بے مبالغہ آدھ کوس ہے وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجھکو جانتے ہیں ورنہ خط ہرزہ پھرا کرے۔ آگے کالے صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ اب بلیماروں میں کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں۔ بلی کا محلہ کہاں اور میں کہاں۔ منشی جی کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہیں اور پھر لکھتے ہو کہ دورہ میں نہ میں بلکہ اپنے کام کو۔ بہر صورت اب آ گئے ہونگے میرا سلام کہیئے گا اور اپنی خیر و عافیت کیساتھ انکی معاودت کی خبر لکھیئے گا ورنہ مجھکو خط لکھنے میں تامل رہیگا ٭ نظر شگفتن و گوش شگفتن ہم نہیں جانتے اگرچہ منشی ہرگوپال تفتہ اور مولانا نورالدین ظہوری نے لکھا ہو ؎ نظارہ زخونِ جگرم گل در آستیں ٭ خونش گو - بگو کہ زچشم چمن چکید ٭ یہ نہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے یہ خونفشانی چشم کا استعارہ ہے اور خونفشانی صفت چشم ہو سکتی ہے اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا چاہتے ہو تو ہم استعارہ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم و گوش ہو تو ہم کیا کریں۔ یاد رہے یہ نکات سوا تمہارے

اور کو میں نہیں بتاتا ہوں۔ میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔ یقین جانو میں تکرار سے ناخوش نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتا ہوں مگر ہاں ایسی تکرار جیسی بیش اور بیشتر کے باب میں کی تھی ناگوار گزرتی ہے کہ وہ صریح تہمت تھی مجھ پر جو میں آپ لکھونگا تمکو اُسکے لکھنے کو کیوں منع کرونگا۔

اے صد ہزار راز نہاں اندریں سخن ٭ گر کم تو بی نگہت کلمِ سخن مباد ٭

ہر چہ با نفس خود کنم زیدی ٭ نیکیش نام میتوانم کرد ٭ یہ دو نو شعر سقیم ہیں رہنے دو ٭

سرِ ناکامیم سلامت باد ٭ کام را کام میتوانم کرد ٭

میں نہیں سمجھا کہ اسکے معنی کیا ہیں کام کو کام سب کر سکتے ہیں اس میں لطف کیا ہے

ز ترکتازی آن تازیں سوار ہنوز ٭ زسبزہ میدمد انگشت زینہار ہنوز ٭ حزین کے اس مطلع میں واقعی ایک ہنوز زائد اور بیہودہ ہے ستتبع کیواسطے سند نہیں ہو سکتا یہ غلط محض ہے یہ سقیم ہے۔ یہ عیب ہے اسکی کون پیروی کریگا حزین تو آدمی تھا یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اسکو سند نہ جانو اور اسکی پیروی نکرو بھائی تمھارا مصرع اس قبیل سے نہیں ہے تو مستقیم معنی ہے بکنید زائد نہیں ہے مگر خرابی یہ ہے اگر فارسی ہے تو دو تو۔ اور اگر ہندی کرو تو مصرع مہمل و بے معنی ہے

چہ گل چہ لالہ چہ نسریں چہ نسترن بکنید ٭ کیا لالہ کیا موتیا کیا چنبیلی۔ نکرو زنہار نکرو۔ یعنی کیا نکرو۔ اب جب نہیں کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو تو کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہیں جاتا کہ ذکر نہ کرو۔ ای تمنے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت ذکر مضاف کیونکر ہو سکتا ہے گل و لالہ و نسریں و نسترن کیطرف۔ کہوگے کہ ذکر کا لفظ نہیں بیان کا لفظ اوپر کے مصرع میں ہے۔ وہ بیان کا لفظ ربط نہیں رکھتا ہے اور زنجیروں سے ان چاروں لفظوں سے ربط نہیں پاتا مطلع قطع لکھو۔ ترجیح بند لکھو مصرع معنے ہی کا نہیں مہملِ محض ہے۔ والسّلام۔ اسد اللہ ٭

ایضاً بندہ پرور بیش از بیش و کم از کم یہ ترکیب بہت فصیح ہے اسکو کون منع کرتا ہے اور جلال اسیر کی بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے اسکے معنی یہی ہیں کہ در زمان من جہد بیش از بیش شد۔ و در زمان تو وفا کم از کم شد استاد کیا کہیگا اسمیں تو تین ٹکڑے ہیں کا لف و نشر ہے من اور تو جہد اور وفا بیش از بیش اور کم از کم۔ یاد رہے بیشتر از بیش و کمتر از کم اگرچہ یہ بھی جائز ہے لیکن فصاحت اسمیں کم ہے بیش از بیش و کم از کم افصح ہے

وہ شعر تمہارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے ؎ فیض از تو نہ ایم کم و لے صبر * بیش است ترا کہ ہست مارا *
لیکن ہاں پہلے مصرع میں اگر کمتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہر حال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ فصیح ہے
چنانچہ میرا شعر ہے ؎ جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم * حسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست *
؎ ورنہ چشم تو چہ از روزنِ دیوار کم است * یہاں بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ
رہ جاتا ہے فارسیت نہیں رہتی ؎ سہل مشمار زندگانی را * مجھکو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس مطلع کو یوں
درست کر دیا ہے ؎ رایگان است زندگانی را * ہے تو ان کرد جانفشانی را * اور مسودہ میں بھی
مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میرے دل میں آئی تھی کہ تمکو ندوں اور خود اس زمین میں غزل لکھوں مگر پھر میں نے خست کی
اور تمکو دیدیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمایا یہ خط جو آپ نے مجھے لکھا ہے شراب کے نشہ میں لکھا ہے اور وہ اصلاحی
اوراق بھی اسی عالم میں ملاحظہ فرمائے ہیں اب ؎ گاہ تا کے زر زندگانی را * اسکو موقوف کیجئے اور وہ مطلع رہنے
دیجئے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے بھائی ہمارے اوراق اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو
ہماری محنت تو ضائع نہ جاوے ایامی چند میں جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہیں ہے بلکہ فقیر کے نزدیک جمع الجمع
ہی نہیں ہے مثلاً معانی چند اور احکامی چند اور اسرار چندے آدمی لکھ سکتا ہے مگر ہاں آمال یہ کھلی سو ظہر ہے
؎ خطائے بزرگاں گرفتن خطاست * ہمکو اپنی تہذیب سے کام ہے اغلاط میں سند کیوں ڈھونڈتے
پھریں مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے ؎ صلاح کار کجا و من خراب کجا * ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا *
میری جان ایسے موقع میں یہ چاہئے کہ بزرگوں کے کلام کو ہم مورد اعتراض نہ کریں اور شہرت خلاف شخص کے اتقان
کی یہ غلط البتہ میرا بھی موجب ملال ہے مگر یہ کون سا واقعہ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبان اخبار اسکو چھاپیں
آپ اسطرف التفات نہ فرمائیے ؎ گر ماہ آفتاب بہر جا بگیر * در تیرہ روز بہرہ گشتہ شو نوحہ خوان منجم *
میں کالے صاحب کے مکان سے اٹھ آیا ہوں بلیماروں کے محلہ میں ایک حویلی کرایہ لیکر اسمیں رہتا ہوں۔ وہاں کا
میرا رہنا تخفیف کرایہ کیواسطے نہ تھا صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا۔ واسطے اطلاع کے تمکو لکھا ہے۔

اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان کے نشان کی نہیں ہے دردہلی بہ اسد برسد کافی ہے مگر البتہ کنواں لکھا کرو۔ محلہ بلیماران لکھا کرو۔ اور ہاں صاحب ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو مسہل سے فراغت ہوئی اور مزاج کیسا ہے اور کب اجمیر اور وہاں سے آبو پہاڑ کو کب جائینگے۔ میرا سلام بھی کہدیجیگا۔ والسلام اسد اللہ محررہ دوشنبہ بست و دوم مارچ ۱۸۵۹ء

ایضاً مرزا تفتہ پیر و مرشد سیاں مو۔ تم خوشگو اور زودگو متفرد ہو لیکن جسکو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض توہمات و تخیلات ہیں قیاس دوڑاتے ہو وہ قیاس کہیں مطابق واقع ہوتا ہے کہیں خلاف۔ عرفی کہتا ہے ؎ روح را ناشتا فرستادی یعنی روح کو تو نے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اسکو کہتے ہیں جسنے کچھ کھایا نہ ہو ہندی اسکی نہار منہ۔ تم لکھتے ہو ؎ کہ بجای ناشتا فرستادی یعنی غذای صبح جیسا کہ ہندی میں مشہور ہے اسنے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں واقف کہتا ہے ؎

نے محرم قفس نہ بدام آشنا شدیم | تفریق کنیم ساعت پرواز خویش را

یہ بھی ہندی کی فارسی ہے بُری گھڑی اور شُب گھڑی۔ اہل زبان ایسے موقعہ پر طالع کہتے ہیں ؎ تفریق کنیم پرواز خویش را۔ قتیل کہتا ہے ؎ یک بہ جبہائی بگو تو زخون پاک نبود۔ کشتہ بر کشتہ تپاں بود و دگر خاک نبود۔ یہاں ہیچ نبود کا محل ہے۔ ہندی میں کچھ نہیں کی جگہ خاک نہیں بولتے ہیں اور جیسا برہان قاطع کا کیا ذکر کرتے ہیں وہ تو ہر لغت کو تینوں حرکتوں سے لکھتا ہے۔ زیر۔ زبر۔ پیش کا تفرقہ منظور نہیں رکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہے اور یوں بھی لکھا ہے جس لغت کو کاف عربی سے لکھیگا کاف فارسی سے بھی بیان کریگا جس لفظ کو طای حطی سے لائیگا۔ تای قرشت سے بھی ضرور لکھیگا۔ فضلای کلکتہ کے حاشیے دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحقیق کرتے ہیں۔ بنیا نبوت کے مشتقات میں سے ہرگز نہیں۔ امن امان کے مشتقات میں سے زنہار نہیں۔ نبی بخش کا مخفف نبیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکر ہے تو امامی اور اگر مونث ہے تو امامن۔ طغرا نے ہندی لغت کے لانیکا التزام کیا ہے ؎ وقت آن شد کہ مینار گرہ ہندی سر کنند۔ اور اساتذہ کو اسکا التزام منظور نہیں مگر کیا کریں گڑگانواں نام ہے ایک شہر کا اسکو کیونکر بدلیں۔ ہاں گر بہ ای قرشت کہیں گے۔ لکھنؤ نام ہے ایک شہر کا وہ لکھنو بغیر ہای مخلوطہ کے کہیں گے

فی زمانہ چھاپے کو چاپ بولتے ہیں عرفی جھگڑے کو چکر بولتا ہے ع آن باد کہ در ہند گر آید چکر آید ❊ را القبیلہ
ہای مخلوط تشدید - یہ تینوں ثقالتیں مٹادیں - صاحب برہان قاطع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے اور زبان علمی اہل ہند
میں بھی اسکو مشترک جانتا ہے اپنے کو رسوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے ع ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناسان بردار
اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت ❊ اہل ہند میں سوا خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں میاں فیضی
کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے - فرہنگ لکھنے والوں کا مدار قیاس پر ہے جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھدیا
نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اسکو مانیں - ہندیوں کو کیونکر مسلم الثبوت جانیں گائے کا بچہ
بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا بنی اسرائیل اسکو خدا سمجھے یہ جھگڑے قصے جانے دو - دو باتیں سنو
ایک تو یہ کہ ارغوں کو بغین مضموم میں نے سہواً لکھا - در اصل ارغنوں بغین مفتوح اور مخفف اسکا ارغن اور مبدل اسکا
ارگن ہے - دوسرے یہ کہ جب میسوی خاں نے ایوانکی یا الکھا تو اس لفظ کی صحت میں تامل نہ رہا - رامپور سے
اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آگیا آیندہ جو خدا چاہے نجات کا طالب غالب یکشنبہ

ایضاً بھائی یہ مصرع جو تمکو بہم پہنچا ہے فن تاریخگوئی میں اسکو کرامت اور اعجاز کہتے ہیں یہ مصرع سلمان
ساوجی و ظہیر کا سا ہے چار لفظ اور چاروں واقعہ کے مناسب یہ مصرع کہکر اور مصرع کی فکر کرنی کس سے بنے واہ واہ
سبحان اللہ - اور یہ جو تمکو فر کے لفظ میں تردد ہوا اور ایک جو لکھا ہے تمہارا شعر ظہوری کا لکھا ہے تعجب ہے یہ لفظ کہیں
ان ہیچ آہنگ میں تن ہزار جگہ آیا ہوگا - فر اور فرہ لفظ فارسی ہے مرادف جاہ کے پس جاہ کو اور اسکو یکسان
سمجھا ہے کہ بغیر ترکیب کے یہ نہ لکھیئے عالیجاہ اور سکندر جاہ اور مظفر فر اور فریدون فر یوں بھی درست اور
صرف جاہ اور فر یوں بھی درست - اور ایک بات تمکو معلوم رہے کہ اس پوری خطاب کو خطاب
بہادری کہنا بہت بیجا ہے - سنو! خطاب کے مراتب میں پہلے تو خانی کا خطاب ہے اور یہ بہت
ضعیف ہے اور بہت کم ہے - مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور
اسکو خاندانی بھی خطاب خانی نہیں حاصل پس جب اسکو بادشاہ وقت محمد علیخاں کہدے

تو گویا اسکو خانی کا خطاب ملا - اور جو شخص کہ اُسکا نام اصلی محمد علیخاں ہے یا تو وہ قوم افغان ہے یا خانی اُسکی خاندانی ہے - بادشاہ نے اُسکو محمد علیخان بہادر کہا پس خطاب بہادری کا ہے اسکو بہادری کا خطاب ہے ہیں اس سے بڑھکر خطاب دو لگی کا ہے یعنی مثلاً محمد علیخاں بہادر اُسکو منیر الدولہ محمد علیخاں بہادر کہا اب خطاب دو لگی کا ہوا اسکو بہادری کا خطاب نہیں کہتے - اس خطاب پر افزایش جنگ کی ہوتی ہے - منیر الدولہ محمد علیخاں بہادر شوکت جنگ بھی خطاب پورا نہیں - پورا جب ہوگا کہ جب ملک بھی ہو پس پورے خطاب کو خطاب بہادری لکھنا غلط ہے یہ واسطے تمہارے معلوم رہنے کے لکھا گیا ہے اب اپ اس سات بیت کے قطعہ کو اپنے دیوان میں داخل و شامل کر دیجیے یعنی قطعوں میں لکھ دیجیے جب تمہارا دیوان چھاپا جاویگا یہ قطعہ بھی چھپ جاویگا مگر ہاں منشی صاحب کے سامنے اسکو پڑھیے اور اُن سے استدعا کیجے کہ اسکو آگرہ بھیجے تاکہ چھاپا جاوے سعد الاخبار میں اور زبدۃ الاخبار میں - یقین ہے کہ وہ تمہارے کہنے سے عمل میں لاویں گے مجکو کیا ضرور ہے کہ میں لکھوں میں نے یہاں صادق الاخبار میں چھپوایا ہے - + -

ایضاً صاحب! دو زبانوں سے مرکب ہے یہ فارسی متعارف - ایک فارسی - ایک عربی - ہر چند اس میں لغات ترکی بھی آجاتے ہیں مگر کمتر - میں عربی کا عالم نہیں مگر نرا جاہل بھی نہیں - پس اتنی بات ہے کہ اُس زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں علما سے پوچھنے کا محتاج - اور سند کا طلبگار رہتا ہوں فارسی میں مبدا فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر میں اسطرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں جوہر - اہل پارس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں - ایک تو یہ کہ اُنکا مولد ایران اور میرا مولد ہندوستان - دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے پیچھے سو دو سو چار سو - آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہیں جود لغت عربی ہے بمعنی بخشش - جواد صیغہ ہے صفت مشبہ کا نے تشدید - اس وزن پر صیغہ فاعل میری سماعت میں جو نہیں آیا - تو میں اسکو خود نہ لکھونگا - مگر جبکہ نظیری شعر میں لایا اور وہ فارسی کا مالک اور عربی کا عالم تھا تو میں نے مانا - کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعروں کے مجکو بھی یہ سمجھے ہو کہ اُستاد کی غزل

یا قصیدہ سامنے رکھ لیا یا اُسکے قوافی لکھ لیے اور اُن قافیوں پر لفظ جوڑنے لگے لاحول ولا قوۃ۔ بچپن میں جب میں
ریختہ لکھنے لگا ہوں لعنت ہے مجھپر اگر میں نے کوئی ریختہ یا اُسکے قوافی پیش نظر رکھ لیے ہوں صرف بحر اور ردیف
قافیہ دیکھ لیا۔ اور اُس زمین میں غزل قصیدہ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو۔ نظیری کا دیوان وقت تحریر قصیدہ
پیش نظر ہوگا اور اُسکے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا اُسپر لکھا ہوگا۔ واللہ اگر تمھارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے میں
یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہے چہ جائے آنکہ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی
آفرینی ہے قافیہ پیمائی نہیں ہے۔ زمان لفظ عربی ازمنہ جمع۔ دونوں طرح فارسی میں مستعمل۔ زمانی
یکزمان۔ ہرزمان۔ زماں زماں۔ دریں زماں۔ دراں زماں۔ سب صحیح اور فصیح جو اسکو غلط
کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موجہ یہاں بھی ہے بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یکزماں
کو میں نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت سُنو میاں میرے ہموطن یعنی ہندی لوگ
جو وادی فارسی دانی میں دم مارتے ہیں وہ اپنے قیاس کو دخل دیکر ضوابط ایجاد کرتے ہیں جیسا وہ گھامس الو
عبدالواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے اور یہ الو کا پٹھا قتیل صفوتکدہ و شفقتکدہ و نشترکدہ کو
اور ہمہ عالم و ہمہ جا کو غلط کہتا ہے۔ کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو یکزبان کو غلط کہونگا۔ فارسی کی میزان
یعنی ترازو میرے ہاتھ میں ہے۔ الحمد للہ و للہ الشکر۔ مرقومہ چہارشنبہ ۲۷ ماہ اگست ۱۸۶۲ء

ایضاً میاں تمھاری تقالات ذہن نے مارا۔ میں نے کب کہا تھا کہ تمھارا کلام اچھا نہیں۔ میں نے کب کہا
تھا کہ دنیا میں کوئی سخن فہم و قدرداں نہ ہوگا مگر بات یہ ہے کہ تم مشق سخن کر رہے ہو اور میں مشق فنا میں
مستغرق ہوں۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بیفائدہ اور موہوم جانتا ہوں۔
زیست بسر کرنیکو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری۔
سب خرافات ہے ہندؤوں میں اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا اور مسلمانوں میں نبی بنا تو کیا۔ دنیا میں
نام آور ہوئے تو کیا اور گمنام جیے تو کیا۔ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحت جسمانی باقی سب وہم ہے اے یار جانی

ہرچند وہ بھی ہم ہی ہیں مگر میں ابھی اسی پایہ پر ہوں شاید آگے بڑھکر یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور وجہ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گزر جاؤں عالم بیرنگی میں گزر پاؤں جس سناٹے میں ہوں وہاں تمام عالم بلکہ دونوں عالم کا پتہ نہیں ہر کسیکا جواب مطابق اسکے دئیے جاتا ہوں اور جس سے جو معاملہ ہے اسکو ویسا ہی برتتا ہوں لیکن سبکو وہم جانتا ہوں یہ دریا نہیں ہے سراب ہے۔ ہستی نہیں ہے پندار ہے ہم تم دونوں اچھے خاصے شاعر ہیں۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور ہونگے انکو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہمکو تمکو ہوگا۔ "قطعات تاریخ آگرہ کیونکر بھیجوں پھر تمہاری بات پوچھتا ہوں خالق معنی معنی آفرین صحیح اور مسلم اور جائز لیکن جسطرح اللہ میں مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے الٰہ اور الٰہی میں الف معدودہ کو سیدھا الف کیونکر سمجھیں قیاس کام نہیں آتا۔ اتفاق سلف شرط ہے جب اور کسی نے الٰہی میں وہ الف نہیں مانا ہے تو ہم کیونکر مانیں۔ دویم بروزن جحیم غلط۔ دوم ہے بغیر تحتانی بالفرض تحتانی بھی لکھیں تو دویم پڑھینگے اگرچہ لکھینگے دویم واو کا اعلان ٹکسال باہر ہے ہاں وہ بھی درست ہے۔ مگر نہ یہ حذف تحتانی مثل زمین بحذف نون۔ بلکہ بطریق قلب بعض۔ دویم کا دومی ہوگیا۔ کنوئی کی تاریخ کو بے تامل بھیجدو۔ اور تاریخ وفات کا اور مادہ سوچو۔ کس واسطے کہ جب الٰہی میں سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائیگا۔ والدعا۔ از غالب روز ورود نامہ بلکہ وقت ورود نامہ بعد خواندن نوشتہ شد۔ یکشنبہ۔

ایضاً بھائی تمہارے ذہن نے خوب انتقال کیا۔ میں نے جس وقت یہ شعر پڑھا ؎ بہند آمدی از ایران و یا ... آمد کی جگہ آمدی بصیغہ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا ؎ رسیدند در ہند از ایران و یا ... اسکی جگہ لکھا یا وقعی پوستین کا بیچارہ میں واقع ہوا۔ پھر رسیدند در ہند بیجا۔ تمہارا تصرف مستحسن جسطرح تم نے لکھا ہے اسیطرح رہنے دو۔ صاحب سنبلستان سے کیوں گھبرائے ہو میں تمہارے گھبرانے سے گھبراتا ہوں رخ کو گل زلف کو سنبل فرض کرتے ہیں سنبلستان میں کیا عیب ہے۔ اور اگر تمہیں پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو اسوقت تک کہ اکتوبر کے آٹھویں ہفتے کا دن تیسرے پہر کا وقت ہے میر قاسم علیصاحب تشریف نہیں لائے۔ ناترس کے منصف اور دلی کے نامنصف ہیں" از غالب روز شنبہ ہشتم اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ آخر روز۔

ایضاً میاں سنو ہر قصیدہ کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم تم اپنے مسائل فقہی سے بلکہ ہم تم باوجود عدم وقفیت اس روش سے نفور نہیں اور وہ شخص اس فن سے بیزار ہے علاوہ اس کے وہ اتالیق کہاں۔ وہاں سے نکالے گئے دلی میں اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں جب سے آئے ہیں ایکبار میرے پاس نہیں آئے نہ میں انکے پاس گیا یہ لوگ اس لایق بھی نہیں کہ انکا نام لیجیے چہ جائیکہ انکی مدح کیجیے۔ ہاں انوری

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح ✤ اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل ✤ غالب

ایضاً انگشتری اور خاتم دونوں ایک ہیں تمنے خاتم بمعنی نگیں باندھا یہ غلط۔ جنس وفا کس نحو کیا ترکیب ہے۔ جنس کی جگہ وفا البتہ درست ہے۔ نظر اول میں بسبب تکدر حواس اور کثرت درد و ورم کے میں نے خیال نکیا ہوگا ۱۲ یہ خط لکھکر بند رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کرونگا۔ چشم بد دور آج اسوقت دو گھڑی دن رہے آپکا نوازشنامہ پہنچا وہ مسودہ جو میں نے خالی چھوڑ دیا ہے اسکو کتر کر یہ سطریں لکھکر بند کرتا ہوں سبحان اللہ ع دیگر نتواں گفت خس را کہ ہمہ ست این ۱۲ اسکا وزن کب درست ہے کیا فرماتے ہو غور کرو۔ بعد غور کے اسکی ناموزونی کا خود اقرار کروگے۔ شرف قزوینی کے مطلع میں ساغر غم درکشیدہ ایم۔ و دم درکشیدہ ایم۔ دوسرے شعر میں پیمانہای زہر ستم درکشیدہ ایم۔ درکشیدن کو ربط پیمانہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ۔ اگر زہر درکشیدن جائز ہوتا تو وہ ستم کے قافیہ کو کیوں چھوڑتا۔ تیسرے شعر میں قلم درکشیدن ہے۔ چوتھے شعر میں آب درکشیدن ہے۔ پانچویں میں سر درکشیدن ہے۔ کیا زہر پانی ہے۔ اگر بمثل زہر آب ہوتا تو روا تھا۔ سبحان اللہ یہ عبارت جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ و زہر درکشید۔ آپ کی راہ شرف زہر کجا درکشید بلکہ پیمانۂ زہر درکشید۔ شما ہم ساغر ستم درکشید۔ ستم درکشیدن کجا و پیمانۂ غم درکشیدن کجا ہمنے تو تمکو اجازت دی ہے۔ خیر رہنے دو۔ ہند میں اسکو کون سمجھیگا چاہو یوں کردو ع

دامن و دل آنچہ بہم درکشیدہ ایم ✤ دریک نفس دو ساغر ستم درکشیدہ ایم

غالب ۱۲ سبحان اللہ تم جانتے ہو کہ میں اب وہ مصرع موزوں کرنے پر قادر ہوں جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی ✤ بدست مرگ و لے بدتر از گمان تو نیست

خبر شوقت قزوینی کی سند پر وہ مطلع پہنے دو غالب ۱۲ میں ایسا جانتا ہوں کہ وراعہ بہ تشدید ہی اور وہ درع بوزن زرع اور لغت ہے ۱۲ صاحب یہ قصیدہ تمنے ایسا لکھا ہی کہ میرا دل جانتا ہی کیا کہنا ہی - ایک خیال رکھا کرو شعر اخیر میں کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کریں - ایک قصیدہ صلاح دیکر بھیج چکا ہوں اور اسی ورق پر فلانے صاحب کے باب میں تمکو ایک نصیحت کر چکا ہوں - اودھر کے جواب کا ہرگز خیال نہ کرو اور ادھر سے اگر قصیدے کے ارسال میں دیر ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو - اب میری پاس دو قصیدے ہیں ایک لشکر برادرم اور ایک کل آیا ہی پر جا ماندہ دریا ماندہ خوب کہے کہ مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈھنا پڑتا ہی اگر میں تمکو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اسکے نام کا تمسے منگوا چکا ہوتا اور اس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا - بھائی ایک قیقہ ہی کہ لکھنے کے قابل نہیں ہاں ملاقات ہوئے پر کہہ سکتا ہوں - اللہ اللہ ✤

ایضاً صاحب گوہر خاور یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا میں نے صلاح دیکر تمہاری پاس بھیجدیا ہی جب تم صاف کر کے بھیجو گے ہم تمہارے ممدوح کو دینگے کل تمہارا قصیدہ پہنچا میں نے دو پہر کو دیکھکر درست کیا آج پنجشنبہ ۱۲ ستمبر کو ڈاک میں بھجوا دیا - صاحب آج میر بادشاہ آئے تمہاری خیر و عافیت انکی زبانی معلوم ہوئی اللہ تمہیں خوش رکھے اور مجکو تمہارے خوش رکھنے کی توفیق دے - ممدوح کا نام کیا لکھوں بات اسی قدر ہے کہ رامپور میں کوئی صورت کسیطرح بنتی نظر نہیں آتی ورنہ کیا تمہارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ۱۲ وراعہ کو نہ کہو کہ تشدید نہیں ہی - اصل لغت مشدد ہی شعرا اسکو مخفف بھی باندھتے ہیں سعدی کے مصرعہ سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ وراعہ بے تشدید بھی جائز ہی - یاد رہے جادہ اور دراعہ دونوں عربی لغت میں دال کے تشدید سے اور رے کی تشدید ہی مگر خیر جادہ و دراعہ بھی کہتے ہیں یہ کہو کہ دراعہ ہرگز نہیں ہی یہ کہو کہ دراعہ تشدید بھی جائز ہی ۱۲ غالب

ایضاً صاحب دیباچہ و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہیں ہے جیسا تمکو دیوان کا لکھ لینا کیوں روپیہ خراب کرتے ہو اور کیوں چھپواتے ہو اور اگر یوں ہی جی چاہتا ہی تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا -

اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر میں پڑ گئے۔ تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے
میں کہاں تک دیباچہ لکھا کروں گا۔ مدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اس دیوان کے برابر ہو لینے دو۔ کچھ
قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو۔ دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جاوے دوسرے دیوان
میں اس کو بھی درج کرو۔ صاحب جہاں تقطیع میں الف نہ سمائے وہاں کیوں لکھو۔ اسد ؛

ایضاً دیدست یہ لفظ نیا بنایا ہے۔ مقصود تمہارا میں نے تو سمجھ لیا مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھے گا۔ المعنی
فی بطن القائل کے یہی معنی ہیں۔ چشمانِ پرخمار و چشمانِ حیا۔ ان دونوں ترکیبوں میں سے ایک لکھ لو
ان سب اشعار میں نہ عیب نہ لطف۔ دیکھو صاحب خط میں پھر وہی بیش و بیشتر کا قصہ آئی ہو چہ جرم
وچہ سبب وچہ گناہ پر جو سند لاتے ہو ؎ عشق ہست و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم ؛ اسکی جا کیا جتی ہے
جاناں مدد دے۔ یاراں مدد دے یہ تمام غزل اسی طرح کی ہے۔ اگر یہ ترکیب درست ہوتی تو میں ساری غزل
کیوں نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے ؎ نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصاں مجھ سے ؛
باعثِ دشمنی ہے گبر و مسلماں مجھ سے ؛ غالب کہتا ہے ؎ مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں ؛ یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ڈرتا ہوں۔ یہ جملہ سارا مقدر رہتا ہے
میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں مگر ؎ ہر سخن وقتی و ہر نکتہ
مکانے دارد ؛ یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہیں ؎ اگر دریافتی بر دانشت بوس ؛ وگر
غافل شدی افسوس افسوس ؛ از اسد اللہ۔ روز جمعہ۔ ۱۳ جنوری ۱۸۵۴ء ؛

ایضاً صاحب یہ قصیدہ تم نے بہت خوب لکھا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کا تمہیں صلہ دے۔ نواب مصطفیٰ
خان صاحب کے ہاں سے قصیدے کی رسید آ گئی یقین ہے کہ تم کو بھی وہ خط لکھیں۔ دریولا یہاں آیا چاہتے
ہیں اور مجھ کو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہے ایسا ہے اور ایسا ہے۔ میں چند روز میں وہاں آتا ہوں
عند الملاقات اس قصیدے کے باب میں باتیں ہوں گی۔ ھنیئاً الذین جا صاحب کا بھی مقدمہ آجکل فیصل ہوا چاہتا ہے

وہ قصیدہ میری پاس امانت ہے انکو دیا جائیگا انشاء اللہ العلی العظیم ؎ ازمن فراغ بُرد و بُریدم
من از فراغ + بُریدم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نومید شدم از فراغ + ۱۲

ایضاً بھائی رمیا و سیمیا خرافات ہے اگر انکی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بوعلی یہ بھی کچھ اس باب میں لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا وہ علم شریف ہیں جو اشیا کی تاثیر سے تعلق رکھے وہ کیمیا اور جو اسماسے متعلق ہو وہ سیمیا ؎ جان غم سیمیا نخورد گہے + دل سوئے کیمیا نیاوردم + شعر بامعنی ہو گیا یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہیں وہ حق ہے۔ کیا آگے آدمی احمق پیدا نہیں ہوتے تھے زبان و زمانہ کو میں پاگل ہوں جو غلط کہوں گا۔ ہزار جگہ میں نے نظم و نثر میں زبان و زمانہ لکھا ہوگا وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا۔ سمجھو پہلا مصرع لغو۔ دوسرے مصرعہ میں نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ زا کی زے پر نقطہ نہ تھا میں نے غصہ میں لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست۔ مگر یہ فارسی پیدا نہ ہی جسے کہتے ہو۔ مرتا ہوں مجھے سمجھاتے ہو کہ صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت مگر میں باقی کلام اہل زبان نہیں ؎ گردش چرخ استخوان سائید + اس سے بہتر یہ ہے ؎ سودہ شد استخوان زگردش چرخ + باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہیں۔ غالب ۔ + ۔

ایضاً حضرت پرسوں صبح کو تمہارے سب کاغذ ایک لفافہ میں بند کرکے ڈاک گھر بھجوا دیئے سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی اُسی دن شام کو ایک خط آپکا اور پہنچا اُسکو بھی روانہ کرتا ہوں اپنا حال تم کے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں ادنیٰ بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھتا ہوں وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہوا میرا حال باور نہیں اور کسی نے جو کہدیا کہ غالب کے پانوں کا ورم اچھا ہو گیا اور اب وہ شراب ہی ان کو بھی پیتا ہے تو حضور نے ان باتوں کو یقین جانا۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ ہم بروز باراں میں یا پیش از طعام چاشت یا قریب شام تین گلاس پی لیتا تھا اور شراب شبانہ معمولی میں مجرا نہ لیتا تھا اب تین برس میں سائٹھ ہوئیں بڑی بڑی سینہ بر سے بنا یکطرف لمیں بھی خیال نگزرا بلکہ آنکی شراب

کی مقدار کم ہوگئی ہے۔ پانوں کا ورم حد سے زیادہ گزر گیا۔ مادّہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھولن شروع ہوگئی حکماء جو دو تین یہاں ہیں انکی رائے کیمطابق کل سے بینک باندھا جائیگا وہ پکا لائیگا تب اُس کے پھوڑنیکی تدبیر کیجائیگی۔ تلوا زخمی۔ پنڈلی زخمی اگر وہ نامرد بیدرد جھوٹا ہے تو اسپر ہزار لعنت۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر صد ہزار لعنت ۱۲

ایضاً مرزا تفتہ یہ غلطی تمہارے کلام میں کبھی نہیں دیکھی تھی کہ شعر ناموزوں ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ اعظم بہ تشدید لفظ عربی ہے ؎ دیگر تواں گفت خصم را کہ اعظم تست ٭ مگر بحر آور ہو جاتی ہے مانا کہ فارسی نویسان عجم نے یوں بھی لکھا ہو کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کروگے اور پھر تمہیں مصادر بھی بحر بدل جاتی ہے۔ ناچار اس شعر کو نکال ڈالو۔ ہمیں نے تمہیں قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہیں کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مدح بشرط ضرورت لکھو مگر بفکر وغور ۱۲ غالب۔ ۱۶ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب کشیدن کیجگہ درکشیدن و برکشیدن بلکہ برکشیدن کی جگہ درکشیدن نہ چاہیئے برآمدن و درآمدن کا استعمال بعض متاخرین نے عام کردیا ہے یعنی درآید سے برآید کے معنی لیے ہیں لیکن درکشیدن اور ہے اور کشیدن اور۔ میں قریب مرگ ہوں۔ پاؤں کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے اور کہنا باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہیں وہ بھی گواہ ہیں کہ میں صبح سے شام شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے اشعار اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے سب کو منع کردیا۔ ایک رئیس رامپور اور ایک تم ان کی اصلاح رہ گئی۔ ٭ ۔

ایضاً حضرت آپکے سب خط پہنچے سب قصیدے پہنچے۔ بعد اصلاح بھیجدیئے گئے بشر میں کی عمر آلام روحانی۔ میں کہوں نہ کوئی باور کرے۔ امراض جسمانی میں کیا کلام ہے بائیں پانو میں جیسا بھر سے ورم ہے۔ کھڑے ہونیمیں رگیں پھٹنے لگتی ہیں اعضاء و دماغ ناقص ہوگئے ہیں حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں قصہ مختصر ایک قصیدہ کا سابق اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونو

ایک لفافہ میں آج روانہ کرتا ہوں - جمعہ ۳ر جولائی - + -

ایضاً حضرت اس قصیدہ کی جتنی تعریف کروں کم ہی - کیا کیا شعر نکالے ہیں لیکن افسوس کہ بے محل اور بیجا ہے - اس طرح اور اس ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر سیب کا یا بہی کا درخت اُگ جائے - خدا تم کو سلامت رکھے دُکانِ بے رونق کے خریدار ہو - ۱۲

ایضاً لو صاحب ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالہ کا جانا موقوف کیا اور بڑے گورنر کا دربار خلعت اور وقت پر موقوف رکھا - بیمار ہوں ہات پر ایک زخم - زخم کیا ایک غار ہو گیا ہے - دیکھیئے انجامِ کار کیا ہوتا ہے - غالب ۱۲

ایضاً تمکو معلوم ہے کہ ایک ممدوح تمہارے ہاں آئے ہیں - اُنکو میں نے تمہاری فکر اور تلاش کا مداح پایا - جنوری ۱۸۶۲ء میں مجھ تمہاری خدمت میں بھیجیں گے - تمکو قبول کرنا ہوگا سمجھے! یہ کون ؟ یعنی نواب مصطفےٰ خانصاحب - اور دوسرے ممدوح یعنی نواب ضیاء الدینخان وہ آخر دسمبر ۱۸۶۱ء میں یا اوائل جنوری ۱۸۶۲ء میں حاضر ہوں گے - + -

ایضاً لاحول ولاقوۃ - کس ملعون نے بسبب ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی - اگر میں شعر سے بیزار نہوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار - میں نے تو بطریق قہر درویش بجانِ درویش لکھا تھا - جیسے اچھی جورو بُرے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہے ۱۲

ایضاً میرزا تفتہ کیا کہتا ہے تہ ظہیر کا تیاہ غالب کا مداح شائستہ صد ہزار آفرین و مدیح سزاوار صد نفرین ۱۲

ایضاً صاحب تمنے تن تن کا ذکر کیوں کیا - میں نے اس باب میں کچھہ لکھا تھا - تن تن اور تنتنا ہوتا ہے ہیں تار کے ہندی و فارسی میں مشترک - نبیا اور امامن کی لکھنے کو میں نے منع ہرگز نہیں کیا شوق سے لکھو یہ تم کو سمجھایا تھا کہ نبیا مخفف نبی بخش اور امامن متعلق یہ امام ہر مشتقات میں سے کسیکو تصور نہ کرو قاعدہ زبان اشتقاق

تم پر ہنسیں گے "ایوا" کے جتنے شعر تمنے لکھّے ہیں سب ان میں ایواکے اور سند ایوا کی موسوی خان نے بحسب ضرورت شعر ایوا لکھا ہے تہمتن بر وزن قلمزن ہے فردوسی نے سو جگہ شاہنامہ میں تہمتن بسکون ہاے ہوّز لکھا ہے تہس کیا اس لغت کی دو صورتیں قرار پا گئیں لاحول و لاقوۃ لغت وہی بحرکت ہاے ہوّز ہے میں نے کسقدر کلام کو طول دیا صاحب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سے لکھی تمنے ہرگز اعتبار نکیا۔ ایوا کو الگ سمجھے مصیبتاہ کو جدا سمجھے۔ بھلا میری قول کو گزشتہ سمجھتے ہو۔ نرا مصیبتاہ یا حسرتاہ برہان قاطع میں یا بہار عجم میں ہمکو دکھادو۔ وہی داے کہ جب اسکے بعد مصیبتا یا حسرتا یا ویلا آتا ہے تو تحتانی کو حذف کرکے واویلا وغیرہ لکھتے ہیں چاہو اے واویلا لکھو۔ چاہو واویلا لکھو چاہو آخر میں ہاے ہوّز لکھو جیسا کہ وامصیبتاہ۔ چاہو بے ہاے ہوّز وامصیبتا۔ اور یہی حال ہے حسرت و درد و تاسف و دریغ کا جہاں اے کے ساتھ وامصیبتا پاؤ وہاں اے کو حرف ندا اور منادی یعنی ہمنشین اور ہمدم کو مقدر سمجھو۔ فرہنگ لکھنے والوں نے اشعار قدما میں ترکیبیں دیکھیں اپنا قیاس دوڑا کر اُسکی حقیقت ٹھہرالی۔ کہیں انکا قیاس غلط کہیں صحیح۔ سو تمہیں وکنی الیسلج فہم ہے کہ اسکا قیاس سو لغت میں شاید دس جگہ صحیح ہو۔ میں نے تو صاف لکھدیا تھا کہ موسوی خان کے شعر کی سند پر ایوا کو رہنے دو مگر صاحب کے شعر میں ایوا کو الگ اور مصیبتاہ کو جدا نہ سمجھو۔ تمہارے قیاس نے پھر تمہیں کہیں کا کہیں پھینکا اور تم نے بھی کہا کہ صائب نے ایوا لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً سچ ہے اگر آپ استاد کا مصرعہ لکھتے تو میں بروے استادی رنگ کو کہاں سے سمجھتا ۔ ؎ بہ از من نصیحتگرے بایدت ٭ ندانم پس از من چہ پیش آیدت ٭ میں نے جو لکھا کہ میں اچھا ہوں اُسکو آپ سچ سمجھکر خدا کا شکر بجالائے۔ وہ جو میں نے لکھا تھا کہ شدت مرض کا بیان مبالغۂ شاعرانہ ہے اسکو بھی آپ نے سچ جانا ہوگا حالانکہ یہ دونوں کلمے ازراہ طنز تھے۔ میں جھوٹ سے بیزار ہوں اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہوں کبھی جھوٹ نہیں بولتا جب تم نے کسیطرح بیان واقعی کو باور نہ کیا تو میں نے تمہیں لکھ بھیجا کہ اچھا ہوں اور یہ کلمہ تمہیں میں نے جب لکھا ہے کہ عہد کرلیا ہے کہ جب تک دم میں دم اور ہاتھ میں جنبش قلم ہے جب تک موقع

اصلاح خیال میں آسکتا ہی آج جو تمھارا دفتر پہنچیگا اُسکو کل روانہ کر دیا کرونگا مجملاً حال میرا یہ ہی کہ قریب بمرگ
ہوں - دونوں ہاتوں میں پھوڑے پانوں میں ورم نہ وہ اچھے ہوتے ہیں نہ یہ رفع ہوتا ہی بیٹھہ نہیں سکتا -
لیٹے لیٹے لکھتا ہوں - کل تمھارا دو ورقہ آیا آج صبحکو لیٹے لیٹے اُسکو دیکھ کر تمھیں بھجوایا - زنہار تم
مجھے تندرست نہ سمجھ جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو - ایکدن سے زیادہ توقف نہ کرونگا - قریب بمرگ
ہوں تو بلا سے - غالب صبح پنجشنبہ - ۲۳ جولائی ۱۸۶۳ع - ٭ -

ایضاً صاحب قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہی پھر استاد کے شعر تضمین کیوں کیے ہو
نہ اسکی کچھہ حاجت نہ اسمیں کوئی افزایش حسن تمہاری - ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھدیا ہی تاکہ مقطع
کلام ہو جائے - پہلا قصیدہ تمہارا بر آورم درم کی ارزش کا سست ہی اُسکو ہمنے نا منظور کیا اگر نظر ثانی میں
جو شعر قابل رکھنے کے ہونگے وہ لکھکر تمکو بھیجدینگے بالفعل ایک شعر کی قباحت تمپر ظاہر کرتے ہیں تاکہ آئندہ
اس بالغزش سے احتراز کرو ٭ نور سعادت از جبہہ قاصدم چکد ٭ یہ کیا ترکیب ہے جبہہ بر وزن چشمہ ہے
یعنی دو ہای ہوز ہیں جبہ قاصد ایک ہای ہوز کہاں گئی ٭ ہر کجا چشمہ بود شیرین ٭ چشمہ کی جگہ
چشمہ لکھتے ہو یہ بات ہمیشہ کو یاد رہے اتنے بڑے مشاق سے ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہی ٭ میاں
برگ دنیا نہ ساز و نیش بود ٭ یہ کوئی لغت نہیں ایک لفظ نہیں کہ کسی فرہنگ میں سے نکل آئے یہ طرز
تحریر کسکو یاد ہے کہ اسکا نظیر کہاں ڈھونڈھے ہم سے قطع نظر وہ شخص ایسا کہاں کا فارسی دان اور عالم
کہ میں اُسکو کسطرح سے بیت بحثی کروں - دو جوتیاں آپ لگا دیں ایک جوتی تم سے لگوا دی اب قطع نظر کرو اور
سکوت اختیار فرماؤ - میں برہان کا خاکا اُڑا رہا ہوں چار شرح اور غیاث اللغات کو حیض کا لتہ سمجھتا ہوں
ایسے گمنام چھوکروں سے کیا مقابلہ کرونگا - برہان قاطع کے اغلاط بہت نکالی ہیں تین جزو کا ایک رسالہ
لکھا ہی اُسکا نام قاطع برہان رکھا ہی اب اُسکے چھاپے کی فکر ہے اگر یہ مدعا حاصل ہو گیا تو ایک جلد چھاپے
کی تمکو بھیجدونگا ورنہ کاتب سے نقل کروا کر قلمی ایک جلد بھیجدونگا - بہت سود مند نسخہ ہے ٭

اِس قصیدہ متبرکہ کو موافق صلاح کے اُس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کر لیا اور جو مطالب اُس کاغذ پر مرقوم ہیں
اُنکو حافظہ کے سپرد کر کے اُس ورق کو پھاڑ ڈالا اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہمکو بہت پسند آیا ہے

ایضاً صاحب تمہارے یہ اوراق سکندر آباد سے دلّی اور دلّی سے یہاں پہنچے۔ یقین ہے کہ رامپور سے میرے بھیجے ہوئے
سکندر آباد پہنچے ہونگے سوائے ایک مصرعہ کے جہاں اور جگہ کی اصلاح یاد نہیں تم جو اپنے فرزند کو ناشناسائے
مزاج روزگار لکھتے ہو تو خود تمہیں اُس سے کیا کم ہو پہلے تو یہ بتاؤ کہ رامپور میں مجھے کون نہیں جانتا کہاں مولوی
وجیہ الزماں صاحب کہاں میں اُنکا مسکن میرے مسکن سے دُور۔ پھر درِ دولت رئیس کہاں اور میں کہاں
چار دن والئی شہر نے اپنی کوٹھی میں اُتارا۔ میں نے مکان جداگانہ مانگا دو تین حویلیاں برابر برابر مجھکو عطا
ہوئیں اب اُنمیں رہتا ہوں بحسب الاتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دلّی
سے خط چلے آتے ہیں صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلّہ اور عُرف کی حاجت نہیں بلکہ درِ دولت اور مولوی
صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے۔ دوسری بات جو تم نے لکھی ہے وہ بھی مطابق واقع و
مناسب حال نہیں اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلاؤں گا۔ غالب ۔

ایضاً صاحب واقعی سُداب کا ذکر کتبِ طبی میں بھی ہے اور عرفی کے ہاں بھی ہے تمہارے ہاں اچھا نہیں
بندھا تھا سو اُسکو کاٹ دیا۔ قراب کون سا لفظ غریب ہے جسکو اسطرح پوچھتے ہو۔ خاقانی کے کلام میں
اور اساتذہ کے کلام میں ہزار جگہ آیا ہے۔ قراب اور سُداب دونوں لغت عربی الاصل صحیح ہیں۔ غالب

ایضاً ۔ دِل بستۂ عذار تو بود و نماند ۔ در نظر با بہار بود و نماند ۔ اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور
محذوف کرو گے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر بلیغ ہو جائیگا۔ میری جان جو خجالت کہ مجھکو تم سے ہے شاید
بسبب عبادت کرنیکے قیامت میں خدا سے بھی نہ ہوگی اور بسبب خلافِ شرع کرنیکے پیغمبر سے بھی
نہ ہوگی مگر خدا ہی جانتا ہے جو میرا حال ہے۔ مرگِ ناگاہ کا طالب ۔ غالب ۔

ایضاً حضرت مرزا تفتہ صاحب اس قصیدہ کے باب میں بہت باتیں آپکی خدمت میں عرض کرنی ہیں

پہلے تو یہ خنجر را و گوہر را کو تمیز از قسم تنافر سمجھا اور پھر اشعار اساتذہ سند لائے یہ خدشہ نہیں پیدا ہوتا مگر لڑکوں کے اور مبتدیوں کے دل میں تسلیم ؎ شراب بقفل نخواہد بگیر ساغر را ٭ کہ احتیاج شکستن نیست شیشۂ در را یہ غزل شاہجہاں کے عہد کی طرحی ہے۔ صائب قدسی شعرائے ہند نے اسپر غزلیں لکھی ہیں دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیوں اُڑا دو۔ ضیاء الدین احمد خاں نام ہے۔ ہندی میں رخشاں تخلص فارسی میں نیر تخلص ؎ ہما نیر رخشاں ضیاء الدین احمد خاں ٭ دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرع ہے یہ نہ کہنا کہ شعرا ممدوح کا نام ننگا لکھ جاتے ہیں وہ بسبب ضرورت شعر ہے جس بحر میں پورا نام نہ آئے اسمیں شوق سے لکھو جائز روا مستحسن جس بحر میں نام ممدوح کا درست آئے اسمیں فروگذاشت کیوں کرو۔ دوشنبہ

ایضاً میں تمکو خط بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ کل ایک رقعہ میری پاس آیا کوئی صاحب عطاء اللہ خاں اور نامی تخلص کرتے ہیں خدا جانے کہاں ہیں اور کون ہیں ایک دوست نے وہ رقعہ میرے پاس بھیجا میں نے اسکا جواب لکھکر اُسی دوست کے پاس بھیجدیا۔ تمکو رقعہ بھیجتا ہوں پڑھ کر حال معلوم کرو گے تمہارے شعر میں جو تردد تھا اُسکا جواب میں نے یہ لکھا ہے تمکو بھی معلوم رہے ؎ رفت آنچہ بمنصور شنیدی تو ومن ہم ٭ اے دل سخنے ہست نگہدار زبان را ٭ تردد یہ کہ آنچہ بمنصور رفت نہیں دیکھا۔ آنچہ برمنصور رفت درست ہے۔ جواب باء موحدہ علی کے معنی بھی دیتی ہے پس جو کچھ بر سے مراد تھی وہ باء موحدہ سے حاصل ہو گئی اور اگر باء موحدہ کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہے نظیری کہتا ہے ؎ شادی کہ غلبن بکشی و دم بیزنی ٭ در شہر این معاملہ با ہر گدا رود ٭ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں معاملہ ہے اور اس شعر میں معاملہ کا لفظ نہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہے نظیری کے ہاں معاملہ مذکور ہے اور تفتہ کے ہاں مقدر ہے رفت کا صلہ اور تقدیر با موحدہ کیساں دونوں جگہ ہے والسلام۔ اسد اللہ ٭

ایضاً صاحب۔ دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو وہی بیش و بیشتر کا قصہ نکلا۔ غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے یاد رکھو یائے تحتانی تین طرح پر ہے جزو کلمہ ؎ ہمای بر سر مرغاں ازاں شرف دارد ٭ اسکے نامہ تمام تو عقل گرہ کشائی را یہ ساری غزل اور مثل اسکے جہاں یائے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے اسپر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے

صرف اضافت کا کسرہ ہے ہمزہ وہاں بھی مخل ہے جیسے آسیائے چرخ یا آشنائے قدیم۔ توصیفی اضافی بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو ہمزہ نہیں چاہتا۔ فدائی تو شوم رہنمائے تو شوم یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسری دو طرح کی ہے یا مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دوسری طرح توحید و تنکیر وہ مجہول ہوگی مثلاً مصدری آشنائی یہاں ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور۔ توحیدی آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھوگے دانا نہ کہاؤگے ۱۲ نیم گناہ و نیم نگاہ و نیم ناز۔ یہ روزمرہ اہل زبان ہے نیم بمعنی اندک ورنہ گناہ کا آدھا اور نگاہ کی ادھواڑ۔ اور ناز کا آدھا یہ مہملات میں ہے۔ ان چیزوں کا منا صفہ کیا اگر تمکو نیم گناہ پسند نہیں تازہ گناہ رہنے دو ۱۲ آ خستہ بستہ تازہ غازہ خانہ دانہ آوارہ بیچارہ روزہ پوزہ ہزار لفظ ہیں کہ انکے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اسکی علامت کیواسطے ہمزہ لکھدیتے ہیں۔ زرہ۔ گرہ۔ کلاہ۔ شاہ۔ آگاہ۔ آگہ۔ صبحگاہ۔ صبحگہ ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی۔ گرہی۔ کلاہی۔ شاہی۔ آگاہی۔ آگہی۔ گاہے۔ گہے۔ لکھدیتے ہیں ۱۲ غالب

ایضاً صاحب وسرا پارسل جسکو تمنے بہ تکلف خط بناکر بھیجا ہے پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہ نہ تحریر سطور کا پیچ و تاب سمجھ میں آتا ہے تمنے الگ الگ دو دو ورقی پر کیوں نہ لکھا اور چھدرا چھدرا کیوں نہ لکھا۔ ایک آدھ دو ورقہ زیادہ ہوجاتا تو ہوجاتا۔ بہرحال اب مجھے چنتے پڑے ہیں سوالات۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ چڑھے اور رہ جائے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا۔ بلا ربا ہی اسمیں تامل کیا ہے لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے۔ ربا اسکا مخفف ہے ۱۲ خارہا در رہش افشانم کہ چوں خواہد شدن ۱۲ بہت خوب اور معقول۔ میں اسوقت خدا جانے کس خیال میں تھا۔ چوں خواہد شدن و کنوں خواہد شدن ردیف و قافیہ سمجھا تھا لفظ بے پیر تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے جب میں اشعار اردو میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا تو تمکو شعر فارسی میں کیونکر اجازت دونگا میرزا جلال اسیر علیہ الرحمۃ مختار ہیں اور انکا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط

کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے ۱۲ شست لستن جب ظہوری کے
ہاں ہے تو بامعنی ہے روزمرہ ہے اور ہم روزمرہ میں انکے پیرو ہیں بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحب
زبان ہونے میں اسیر بھی ظہوری سے کم نہیں ۱۲ ؎ زاہدا این سخت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی +
حق عفوست گناہے شدہ ام تاچہ شود + پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی - تراچہ شد سوال
ہوسکتا ہے - پھر گناہے شدہ ام یہ جواب مہمل - گناہ کردہ ام جواب ہوسکتا ہے یہاں تم کہو گے کہ ہمہ تن گناہ
یا سراپا گناہ یا سراسر گناہ شدہ ام - یہ جواب اُس حج اب سے سراسر بے ربط ہے جبتک ہمہ تن گناہ نہ ہو معنی نہیں بنتے
ہرگز ہرگز - صلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمہارا ہی رہا اور ٹکسال کے موافق ہوگیا عجب ہے تمنے کہ صرف شدہ
ام اور تاچہ شود - کے پیوند میں الجھ کر حقیقت معنی سے غافل رہے ؎ باز از دل خود از چنیں کار + آزار
بیکسی وظلم را + اہلی نے زبردستی کی ہے مگر ہاں اُسنے ایک وجہ ٹھہرائی ہے یعنی آزردن مصدر اور آزارد مضارع
اور آزار امر - امر بمعنی اسم جامد آتا ہے اور اسم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہے خیر جانے دو ۱۲ ؎ کند
آن آہوی وحشی زبرم فردارم + یہ شعر مولوی میرے کلام کا ہے - بردارم وزردارم وسردارم وفردارم
یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہیں - الف ممدودہ کہیں نہیں - ہاں بودارد وروادارد وفرودارد تمہارے عقیدہ
کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر استاد کا نہیں مشائخ میں سے ایک بزرگ تھے مولانا علاء الدین ؎ ما سیقمان کوچ ہے
ولداریم + یہ ترجیع بند انہیں کا ہے - ان کو فقر وفنا وسیر وسلوک میں سمجھنا چاہیئے نہ انداز کلام میں
پرمو ست شمشیر سے کہ برموے میاں دارد + بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہیں ہوسکتا
یہ تو ایک مضمون ہے کمر مور - و تلوار - پر مور وجہ تشبیہ علاقہ پر مور با مور مانند علاقہ شمشیر با میان - نزاکت
وجہ تشبیہ کبھی نہیں انصاف شرط ہے تلوار کی خوبی تیزی ہے یا نازکی یہ دھوکا نہ کھاؤ اور تلوار کو نازک نہ
باندھو - خو میں اور تلوار میں مناسبت نہیں پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اُٹھاؤ ۱۲ میاں خمیدن
بھی صحیح اور چمیدن بھی صحیح - اسمیں کسکو تردد ہے مگر لغت اور محاورہ اور اصطلاح میں قیاس پیش نہیں جاتا

ہندوستان کے باتونی لوگوں کو خم و چم بولتے سُنا ہے آجتک کسی نظم و نثر فارسی میں یہ لفظ نہیں دیکھا لفظ پیارا مجکو
بھی پسند مگر کیا کروں جو اپنے پیشواؤں سے نہ سُنا ہو اُسکو کیونکر صحیح جانوں ۔ چمید صیغہ ماضی کا ہے
چمیدن ہے اور چمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور مُسلّم ۔ چمد مضارع ۔ چم امر ۔ اسمیں کیا گفتگو ہے کلام خم و چم میں ہے
سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُنکا جواب لکھ دیا اب اشعار کو دیکھتا ہوں خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی
نہ رہگیا ہو اور تم بھی جب ان اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہجائے ۔ غرض یہ ہے کہ اب
پھر اسطرح کبھی نہ لکھنا ۔ مَیں بہت گھبراتا ہوں خمید ست و رسید ست میں نرفی دست یہ قافیہ درست ہے
مگر ست کا الف سب جگہ اُڑا دو اور یاد رہے کہ صرف سین تے کافی ہے الف ضرور نہیں ۱۲ غالب ۔ ؎ ۔

ایضاً حضرت اس غزل میں پروانہ و پیمانہ و بُت خانہ ۔ تین قافیے اصلی ہیں ۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پاکر
ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے اُسکو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجئے ۔ باقی غلامانہ و مستانہ و مردانہ و ترکانہ
و دلیرانہ و شکرانہ سب ناجائز و نامستحسن ایطا ۔ اور ایطا بھی قبیح ۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہیں قافیوں
میں ایطا کا حال تمکو لکھ چکا ہوں ۔ اور پھر تمنے غزل بنی انہیں قوافی پر رکھی ۔ کاشانہ و شانہ و فسانہ
و جانانہ و فرزانہ یہ قافیے کیوں ترک کیئے یاد رہے ساری غزل میں مردانہ یا مستانہ یا انکے
نظائر میں سے ایک جگہ آوے دوسری بیت میں زنہار نہ آوے ۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل
لکھکر بھیجو تا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب ۔ ؎ ۔

بنام ماسٹر پیارے لال

ایک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز ؎ چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا ؎

پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ورنہ حلبی آئینوں میں جوہر
کہاں اور ان کو صیقل کون کرتا ہے ۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کروگے نئے سِرے پہلے ایک
لکیر پڑیگی ۔ اُسکو الف صیقل کہتے ہیں ۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہوا اب اس مفہوم کو سمجھیئے

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا ؛ یعنی ابتدائے سن تمیز سے مشقِ جنون ہے اب تک کمالِ فن نہیں حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہیں ہو گیا۔ پس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہے سو ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاکِ جیب آثارِ جنوں میں سے ہے ۱۲ غالب ۔ ؛ ۔

بنام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور آپکا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحبزادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا جو آپکی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اُسکا جواب لکھتا ہوں اور جو نہیں وہ مطابق حسب الالتماس کے مجھے سمجھا دیجیے۔ عماد عمایدِ شعرائے قدیم میں سے ہے اُسی کے پانسات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ پائے سر تا نشود راہِ تو رفتن نتوان ؛ جز بسجادۂ بے قطرہ کوئے تو رفتن نتوان ؛ پہلے مصرع میں رے مفتوح اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں گفتن و شُفتن وغیرہ قافیہ میں اُستاد و مصر و بحیں حرکتِ ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر میں نے بھی اس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا معترض صاحب استادِ بےمثل و نظیر کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے۔ یہ دستور میرا نکالا ہوا نہیں قدیم سے ہے۔ بندہ نواز میں نے لکھا کہ مؤید برہان میرے پاس آ گئی ہے اور میں اُسکے اعتراضات کے جواب نشان صفحہ و سطر ایک نسخۂ قاطع برہان پر لکھ رہا ہوں۔ بعد اتمام نگارش تمہارے پاس اس ارادے سے بھیجونگا کہ تم ازراہِ عنایت مؤید کا جواب لکھے میری نگارش جو پسند آئے اُسکو بھی جابجا درج کرو تم نے اس درخواست کا جواب ہاں نا کچھ نہ لکھا۔ آپ عنایت فرما کر ان تینوں کا جواب لکھیے اور ضرور لکھیے۔ میاں محمد میراں کو دعا۔ ۱۸ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً اے عتاب بہ عنایت مشتمل۔ آپ کا خط حاویِ حلِ شبہات جس دن پہنچا اُسکے دوسرے دن جواب لکھکر بھیج دیا۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے دو شعروں کے باب میں کچھ تقریر درج ہوئی۔ دو تین شعر وہیں تمہاری رائے مسلم رہی باوجود فقدانِ حافظہ و استیلائے نسیان ایک مصرع کا

بدلا ہوا لفظ یا ہی ہے؎ چہ غرّہ غرّہ پیشانیٔ سمند عمر ٭ بدل سے چہ غرّہ غرّہ پیشانی لگا و رعمر ٭ دوسرا بدل
اسیقدر یا درہ گیا ہی کہ شبگیر و گران رکاب ٭ کچھ اسیطرح کے دو لفظ تھی۔ بے وادعا طلفہ کچھہ تقدم و
تأخّر ہو گیا ہی۔ ۱۲ صبح شنبہ ۳ ذی الحجہ مطابق یکم مئی۔ سالِ حال ۱۲ غالب

ایضًا حضرت مولوی صاحب میں برس دن سی بیمار۔ اور تین مہینے سی صاحب فراش ہوں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت
مفقود۔ پھوڑوں سی بدن لالہ زار۔ پشت سے ہڈیاں نمودار۔ پھوڑے ایسے جیسے انگارے سلگتے ہیں عضا
ذیں جگہ بہانے لگتے ہیں۔ ضعف و ناتوانی علاوہ۔ سوز غمہای نہانی علاوہ۔ صنعت سہل ممتنع میں
نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا۔ کچھہ قدر دانی نفرمائی۔ ردّ فرقہ وہابیہ میں ایک مثنوی جو سابق میں لکھی
تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی اب سنتا ہوں کہ مولوی غلام امام شہید شاگرد قتیل وہاں کوس
انا ولا غیری بجا رہے ہیں اور سخن ناشناسوں کو اپنا زورِ طبع دکھا رہے ہیں ایک کم ستر۷۹ برس کی میری عمر ہوئی
سوائے شہرتِ بے ثمر کے فنِ شعر کا کچھہ پھل نہ پایا۔ فرماندہانِ عصر معتقد ہوئے مگر کچھہ ہاتھہ نہ آیا۔ تحسین و
مرحبا کا شور سامعہ فرسا ہوا۔ خیر ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا مختار الملک نے یہ بھی نکیا نہ مدح
کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا۔ حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے۔ محی الدولہ سی اور کچھہ نہیں کہتا
مگر یہ خدا سمجھے ۱۲ کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھہ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھتا ہوں
؎ دیدیم گل و لالہ چہار تگ آورد ٭ فقیر کے نزدیک دیدیم زائد اگر یوں ہو تو بہتر ہی ؎
ہر یک زگل و لالہ الخ ٭ باشد شفقے کان بلب لعل تو ماند ٭ گر چرخ بکام دل ما رنگ برآورد ٭ باشد بمحل
یعنی ہی اگر اسکی جگہ آرد ہو تو بہتر ٭ مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور آورد ماضی کا۔ آورد فاعل دونوں فعلوں کا چرخ
ہرچند اساتذہ نے یوں بھی لکھا ہی مگر فارسی گویانِ ہند نہ مانینگے۔ بس اس شعر کو یوں لکھنا چاہیئے ؎
حاشا کہ شفق مثل لب لعل تو باشد ٭ کے چرخ بکامِ دلِ ما رنگ برآورد ٭
؎ خوں شد دلِ غمدیدہ الخ یہ شعر ہموار ہے نہ صاد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج ۴ اور ۵۔ یہ دو شعر

واہ کیا کہنا ہے ؎ ای اہلِ ورع الخ یہ بھی ہموار ہے نہ صاد چاہتا ہے نہ اصلاح ؎

گوئی کہ زباں در دہنم برگِ حنا بود ✤ تا بوسہ زدم آں کفِ پا رنگ برآورد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہیں۔ زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ زبان برگِ حنا بن گئی تو بوسے سے کفِ پا کیوں حنائی ہو جائے ؎

گوئی دہنم لب زرگِ برگ حنا داشت ✤ تا بوسہ زدم آن کفِ پا رنگ برآورد

مقطع اور اسکے اوپر کا شعر دونوں اچھے۔ اب آپ اس خط کی رسید لکھیئے اور ہمیں غلام امام شہید کا حال مفصّل لکھیئے کہ انکی وہاں کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یوں کہتا تھا کہ مختار الملک نے منہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چار سو روپیہ مہینا سرکار جناب عالی سے مقرر کروا دیا ہے۔ روز چہارشنبہ۔ ۱۰ ربیع الاوّل سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۸۶۳ع ✤

ایضاً صبح شنبہ۔ ۱۳ صفر سال غفر۔ صاحب میں تمکو اخوان الصفا میں گنتا ہوں اپنا نورِ نظر و لختِ جگر جانتا ہوں۔ دیکھو تمپر مجکو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبطِ راز نہیں کر سکتا اور تمسے رازداری اور امانت میں استواری چاہتا ہوں ۱۲ قصیدہ و غزل میں حیلہ و تجسس با قتضائے بخت و قسمت ہے نہ باندازۂ ارزشِ کلام ۱۲ ممدوح سخن فہم ہوتا تو مجکو متوسط سے تساہل و وہم ہوتا اغنیا کو نہ مذاق شعر سے نسبت نہ مطالعۂ اشعار کی فرصت۔ متوسط نے بقدرِ وسع سلسلہ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدردانی کی ۱۲ مولوی غلام غوث خاں بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خاص الاخلاص ہیں۔ ہرگز انکو مدعی سے تلمذ نہیں البتہ اسکو خوشگو جانتے ہیں اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کریں اور قاطع برہان کا جواب لکھیں ؎ باطل ست آنچہ مدعی گوید ✤ مدعی اپنے زعم میں مجکو اپنا ہمفن جان کر حسد کرتا ہے۔ میں امیر علی شیر جیسا محتسب اور مولوی جامی جیسا منصف کہاں سے لاؤں جو نیاؤ کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور اور

سخندان ہو اور یقین ہے کہ قلمرو ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہونگے کہ میر اور مدعی کے مرتبہ کو ممیز ہو سکیں گے
؎ عید ست بادہ شد فلک ساغر آفتاب۔ خالصاً للہ فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے جو
شخص ظرف کو مظروف اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے اسکو کون مسلم رکھے گا اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ
ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ ہیں وجہ شبہ شرط ہے آفتاب ساغر میں تدویر وجہ شبہ ہے شراب اور فلک میں
وجہ تشبیہ کہاں ۱۲ میں اپنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دوں قدردانی کیونکر کہوں
قدرافزائی کرتے ہو۔ دوستانہ۔ نہ استادانہ۔ جو خیال میں آئیگا کہا جائیگا اگر آپنے اس روش کا یعنی
استصلاح کا التزام کیا ہے تو جبتک کہ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے ماکتب فیہ
شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیجدو گے بکمال طیب خاطر اسکو دیکھ کر بھیجدونگا
استجازت کیا ضرور ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً صاحب پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے وہ فرد میں خوب آ گیا ہے
مطلع ثانی بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ ورنہ کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندھ گیا تیسرا شعر
الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہو گیا۔ جو شعر بے تصرف بدستور رہا اسکا ذکر کچھ ضرور نہیں ساقی الخ
چھینی لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کے زبان زد نہ گوش زد۔ غربال کو چھلنی کہتے ہیں جسکی فارسی پرویزن
ہے اور جس کپڑے میں سالات کو چھانتے ہیں فارسی اسکی لاے پالا اور اردو صافی ہے بنا ہے معروف
برابیرہ ہوا اٹھایہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے جسطرح چاہو رہنے دو۔ مرنیکا میرے وقت مقرر
نہ ہوا تھا تقرر وقت مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے مگر ہاں تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جاے۔ مقطع میری پسند
نہیں ہے میرے سر کی قسم اسکو نہ رکھو۔ اور مقطع لکھ لو۔ ۱۲ غالب۔ شنبہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۳ء

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق المتخلص سیاح

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو دعا۔ صاحب

وہم اَور چیز ہے اور احتیاط اَور چیز ہے۔ کارپردازانِ ڈاک میری خطوط کے ٹکٹ کبھی نہ دبائیں گے اور میرے
خطوط کبھی تلف نہ ہونگے آدہ آنہ کی جگہ دوست کا ایک آنہ کیوں کھوؤں ۱۲ گُلشن بعض کے نزدیک مؤنث
اور بعض کے نزدیک مذکر ہے۔ قلم۔ وہی خلعت انکا بھی حال ہے کوئی مؤنث کوئی مذکر بولتا ہے میرے
نزدیک وہی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر کہو چاہو مؤنث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہے۔ کہتا ہے
بھائی جہاں الف دبتا ہے میرے کلیجے میں ایک تیر لگتا ہے۔ کھٹکتا ہے گلشن بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر
مَیں نے رکھتی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔ پھلکی یا پھلکا تنہا بمعنی محض ہے۔ ہلکی پھلکی
ہلکا پھلکا یوں آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور یہہ جو پھلکا پتلی چپاتی کو کہتے ہیں یہ دوسرا لغت ہے
پھلکے کبھی کوئی نہ بولیگا۔ پانی والی حُقہ وقہ یوں کہیں گے۔ بزوالی اور بزاوقہ نہ کہیں گے۔
ہلکا پھلکا۔ ہلکی پھلکی کہینگے سبک چیز کو بزا پھلکا یا بزی پھلکی نہ کہینگے۔ تذکیر و تانیث کے باب میں
میرزا رجب علی بیگ سے مشورہ کرلیا کرو۔ اور جتنے ہوئے حروف بھی اُنسے پوچھ لیا کرو ۱۲ غالب +

ایضاً بھائی ہمنے تمکو یہہ نہیں کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہوجاؤ اور اپنا کلام انکو دکھاؤ
ہمنے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو اُنسے پوچھ لیا کرو۔ دکھن بنگالی کے رہنے والوں کو اِس امر خاص میں دلی
لکھنؤ کے رہنے والوں کا تتبع ضرور ہے ۱۲ ایک قاعدہ تمکو معلوم ہے عین کا حرف فارسی میں نہیں آتا
جس لغت میں عین ہو اسکو سمجھنا کہ عربی ہے بعد معلوم ہونے اِس قاعدہ کے یہ سمجھو کہ غربال غین نقطہ دار مکسور
اور را قرشت اور بای موحدہ اور لام یہ لغت فارسی ہے ہندی اسکی چھلنی اور مرادف اسکے پرویزن
یعنی فارسی میں چھلنی کو غربال اور پرویزن کہتے ہیں۔ اور چھلنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکو کوئی نہ
جانے۔ رہا عربال یا عریال عین مہملہ اور یای تحتانی سے فصیح و غیر فصیح کیا بلکہ غلط محض و
محض غلط ہے ہاں اگر عربی میں چھلنی کو عربال کہتے ہوں تو فارسی غربال اور عربی عربال۔ مگر
ایسا گمان کرتا ہوں کہ عربال کا عربی میں کچھ اور ہی معنی ہوگا عربال نہ کہتے ہونگے۔ اب تم سنو

فنِ لغت میں ایک امر ہے کہ اسکو تصحیف کہتے ہیں یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطوں میں فرق جیساکہ سعدی بوستان میں کہتا ہے ؎

مرا بوسہ گفتا بہ تصحیف دہ * کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ

توشہ و بوسہ و نوشہ۔ یہ تین لفظ مصحف یکدگر ہیں۔ حالانکہ معانی میں وہ فرق کہ جیسا زمین اور آسمان میں۔ توشہ ترجمہ زاد کا۔ بوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ نوشہ اسم دولہ کا۔ صاحبانِ فرہنگ میں برہان قاطع والا تصحیف میں بہت مبتلا ہے۔ گرز اور گزر خرپزہ اور خربزہ کہتا ہے کہ سدا بسین سعفص لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدا بصاد تعریب ہے جو لغات لیے ہیں لکھتے ہیں آیا نہیں کہ لغات کو طوے میں لکھتا ہے حالانکہ جسطرح عین فارسی میں نہیں ہے۔ طوے بھی نہیں ہے۔ مثلاً تشت لغت فارسی الاصل ہے۔ اِملا اسکی طوے سے غلط ہے۔ برہان قاطع والا اسکو تے سے بھی لایا اور طوے سے بھی۔ محققین جانتے ہیں کہ صدا بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہے نہ معرّب۔ اور سدا سین سے ہرگز فارسی میں آواز کو نہیں کہتے۔ ہاں اردو کے محاورہ میں بمعنی ہمیشہ کے مستعمل ہے۔ قصہ کوتاہ غربال بمعنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے اور غربال اگر کسی اور فرہنگ عربی میں مثل قاموس اور صراح وغیرہ کے بمعنی چھلنی کے نکلے تو اسکو پاؤ ورنہ یہ برہان قاطع والے کی خرافات میں سے ہے۔ نجات کا طالب غالبؔ ۱۲ ۲۷ فروری

ایضاً منشی صاحب تمہارے خط پہنچنے کی تمکو اطلاع دیتا ہوں اور مطالب مستفسرہ کا جواب لکھتا ہوں اور اپنے دوست روحانی مرزا حبیب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہوں کہہ دیجیگا بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجیگا ۱۲ بعض لوگ آن بان بولتے ہیں مگر فقیر کے نزدیک آن تان صحیح ہے اور یہی فصیح ہے ۱۲ برہمنی لیکن لفظ مشہور ہے اور یہ اسکا مخفف ہے۔ اسمیں شاید کسی کو کلام نہ ہو۔ کوئی اور کہے یا نہ لکھے میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ

آیا ہوگا ۱۲ مجکو بنگالہ سے آئے ۳۲-۳۳ برس ہوئے بہت احباب مرگئے۔ بہت متفرق ہو گئے اب ایسا وہاں کوئی نہیں جس سے ارسال رسائل کی رسم و راہ ہو ۱۲ حضرت وہ شعر جسکو تمنے پوچھا ہے یہ ہے

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو ۔۔۔ کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آگئے ہیں وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہوں

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایسا جواب ۔۔۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں ۔۔۔ کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

دیکھو یہ بر کا مخفف ہے بمعنی لیکن ۱۲ بنارس کا کیا کہنا ہے ایسا شہر کہاں پیدا ہوتا ہے انتہائے جوانی میں میرا وہاں جانا ہوا۔ اگر اس موسم میں جوان ہوتا تو وہیں رہجاتا اور ادھر کو نہ آتا

عبادتخانۂ ناقوسیاں است ۔۔۔ ہمانا کعبۂ ہندوستان است

جس بحر میں کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آسکے اُسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہوگی۔ میں کیا کرونگا نام تمہارا آسکتا ہے لیکن الف و بتا رہتا ہے۔ خدا کیواسطے اسکی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ سہ شنبہ۔ ۱۲ فروری ۱۸۶۱ع *

ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ میری طرف سے جو اعتذار چھپا ہے وہ تمہاری نظر سے گزرا ہے یا نہیں۔ نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہ شوال کے چاروں ہفتہ کے دو ورقہ دیکھ لو۔ ایک ہفتے میں نکل آئیگا ۱۲ واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی صاحب نے لکھے ہیں اس ہفتے کے اکمل الاخبار میں دیکھ لو جو تم سے کلام کرے اوسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲ نجات کا طالب غالب۔ ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ع *

ایضاً بھائی تمہاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ میں فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانہ محض ہوں۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ میری نہ سنی ہوگی۔ فارسی دیوان میں دو چار تاریخیں ہیں

اُنکا حال یہ ہے کہ مادّہ اوروں کا ہے اور اشعار میرے ہیں۔ تم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں حساب سے میرا جی گھبراتا ہے۔ اور مجھکو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے۔ جب کوئی مادہ بناؤں گا حساب دُرست نہ پاؤں گا۔ دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادّۂ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈھ لا دیتے۔ موزوں میں کرتا۔ اور اگر آپ میں نے مادہ کی فکر ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے بھیگنے وتخرجے آ گئے ہیں کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہے کلکتہ میں قاضی القضات سراج الدین علیخاں مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خاں نے استدعائے تاریخ کی میں نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیوان میں موجود ہے

گفتی عقل از پئے تاریخ این بنا	ایما بسوئے من ز رہ احترام کرد
گفتم بوئے دیدہ خوشا خانۂ خُدا	شد خشمگیں کہ مے کہ نظر در کلام کرد
خاشاک رفت و پای ادب در شکنجہ ریخت	ابہام را بہ تخرجہ معنے تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانۂ خدا مادّہ پھر اُس میں سے خاشاک کے عدد دُور کرو نو سو اکتیس ۹۳۱ کا تخرجہ پھر بھی دو اور زیادہ رہے۔ پائے ادب توڑا۔ بھلا یہ کوئی تاریخ ہے مگر ہاں حساب کے قاعدے سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸ میں مرا اُس کی تاریخ میں نے لکھی

ز سال واقعہ میرزا سیتا بیگ	مات رحمت شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہائے سماوی بہین از عشرات	حدیقہ ہائے بہشتی مشخص از اٰحاد

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتب سماوی چار۔ دہا کے چار۔ یعنی چالیس۔ بہشت آٹھ چالیس اور آٹھ اڑتالیس بارہ سو اڑتالیس۔ دوسری تاریخ بارہ سو ستر کی

از بُروجِ سپہر جوئے مات	عشرات از کواکب سیّار

بروج بارہ سات دہائے ستر یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر میں نہیں آتا کیوں نہیں آتا ؎

جب کہ سیّد غلام بابا نے	مسندِ عیش پر جگہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات	کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو ؎

ہزار شکر کہ سیّد غلام بابا نے	فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات	کہ آسماں پہ کواکب بنے تماشائی

اس بحر میں سماتا ہوا کوئی مادّہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادّہ ڈھونڈھ دیتے تھے وہ جنّت کو سدھارے۔ میں جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں معذور اور مجبور ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۱ محرم۔ ۱۳ جولائی۔ سالِ حال ؛

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت۔ اعضا فرسودہ اور بودے ہو گئے۔ روح اُن میں پھڑتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہیں کر گئی۔ خدا جانے کس کمین میں ہے۔ اعضا نکمّے ہو گئے۔ اب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہو گئے۔ آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجالانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ غیبی یعنی رُوح کے کام ہیں جب تک وہ باقی ہے انجام پائے جائیں گے۔ خاکم بدہن واسطے اقوال کے ہے۔ جب کوئی کلمہ مکروہ طبع کہتے ہیں تو خاکم بدہن کہہ لیتے ہیں عمر خیام ؎

برخاک بدبختی سے تاب مرا ؛ خاکم بدہن اگر تو مستی ربے

اور خاکم بسر اور خاکم بفرق عام ہے جیسا کہ میں ایک شہزادے کے مرثیہ میں کہتا ہوں ؎

اے اہلِ شہر فن این دودماں کجاست ؛ خاکم بفرق خوابگہ خسرواں کجاست

اُستاد۔ خاکم بسر کہ عاشقِ کار آزمودہ ام ٭ دانم کہ بارقیب بخلوت چہار دو

آپکے ہاں اور مولوی رُوم کے ہاں خاکم بدہن کا متوقع نہیں جیساکہ مولوی معنوی نے لکھا

حضرت بھی اپنے ہاں نہ لکھیں ؎ فرق ست درمیانہ کہ بسیار نازکست ٭ بخاث کا طالب غالبؔ

ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سرپر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کیواسطے

اصل الاصول مناسبت طبیعت کے ہے۔ پھر تتبع کلام اہل زباں لیکن نہ اشعار قتیل و

واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوا اسکے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیئے

اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فارسی نہ معانی نازک۔ ہاں الفاظ فرسودہ

عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ

فارسی یہ لوگ نظم میں صرف کرتے ہیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید وطواط

اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی

بہم پہنچے۔ اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے۔ تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی

یہ ہے۔ منکہ باشم الخ اسکی جو شرح چھاپے میں لکھی ہے۔ اُسکو ملاحظہ کیجیئے اور معانی

میرے خاطرنشان کیجیئے تو میں سلام کروں۔ پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیئے کہ از اوج

بیاں انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور

منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤگے تو نے شیہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے۔ ایک ناوک

انداز ادب اور ایک مُرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق

ہے اب فقیر سے اسکے معنے سُنیئے مَن انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی

ناوک انداز ادب ادب آموز یعنی اُستاد مُرغ توصیف تو فاعل مجھکو کہ عقل کا اُستاد

ہوں تیرے مُرغ توصیف نے اوجِ بیاں سے گرادیا عقل کل تک وہ علو نہیں

اعلیٰ ہے اسکا ناوک پہنچ سکتا تھا۔ مگر مرغ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہاں اِس ناوک انداز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجایش نہیں۔ اَوج بیاں سے گرنا عاجز آجانا ہے قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اَوج بیان سے گر گیا کیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعوی قدرت ۱۲ ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آز اسکے معنی تو وہی ہیں جو چھاپے میں لکھے۔ مصرع[1] ثانی کی شرح میں گمراہ ہوگیا" اِحسان تو ہر قطرۂ دریا بشگافت تاہم بقیدِ حیات نیاید" یہ ہیچمدان اِس کے معنی نہیں سمجھا۔ سیدھی بات ہے مگر خیال میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلّمات معلوم ہوں۔ کمال ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کمبختی آتی ہے۔ لعل و دُر کا معدوم ہوجانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا۔ نئی نئی طرح سے باندھا ہے۔ چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اِسی زمین میں ایک قصیدہ لکھکر وزیر الدولہ والیٔ ٹونک کو بھیجا تھا۔ اُس میں سے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہوں ؎

ناموس نگہداشتی از جود بہ گیتی	جز پردگیان حرم معدن و یم را
وقت ست کہ این قوم بہر کوچہ و بازار	پرسند رہم منشأ رسوائی ہم را

پردگیان حرم معدن و یم۔ لعل و گہر جو کثرتِ ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہمدگر دردمندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اِس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں۔ ہمکو اِس قدر بے حرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے؟ ۱۲ قطرۂ دریا کا حساب کے واسطے چیرنا۔ بجا ہے۔ مقصود شعر فی کا قطرہ یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخشدیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا۔

[1] مصرع ثانی یہ ہے ؎ احسان تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را ۰

چونکہ قطرہ میں بالقوۃ استعداد موتی ہو جانے کا ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ میں آئیں تو وہ سائلوں کو دیئے جائیں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلّمات شعرا کے ممتنع اور اُسکا وقوع میں آنا اغراق دوسرے مصرعہ میں یہہ احتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے ۱۲ داد کا طالب غالب۔

بنام منشی کیول رام قوم کایستھ المتخلص بہ ہشیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعرائے ایران کلہم اجمعین مسلّم الثبوت ہیں اور اُن کا کلام سند ہے سخنوران ہند میں امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہیں جیسے اہل ایران ۔ اہل ہند میں امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران میں رودکی و فردوسی سے لیکر جامی تک اور جامی سے صائبؔ کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمیں دکھاؤ اسکو اگر میں نہ مانوں اور سند نہ جانوں تو میں گنہگار ۱۲ جتنی فرہنگیں اب موجود ہیں نام اُن کے کہاں تک لوں ۔ مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہوں گے اِن سب رسالوں کے جامع ہندی ہیں ۔ کوئی اہل زبان نہیں ہے ۔ ۱۲ اشعار اساتذۂ ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لغات اُنکی نظم میں پائے بمناسبت مقام اُن لغات کے معنی لکھ دیئے استنباط معنی کا مدار قیاس پر ۔ یہ میں نہیں کہتا کہ قیاس اُن کا سراسر غلط ۔ میرا قول یہ ہے کہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے ۱۲ اُن سب فرہنگ لکھنے والوں میں یہ دکن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع احمق اور غلط فہم اور معوج الذہن ہے مگر قسمت کا اچھا ہے مسلمان اسکے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہیں اور ہندو اِسکے بیان کو مطالب مندرجۂ بید کی برابر مانتے ہیں ۱۲ گیا اور گیاہ بکاف فارسی مکسور

سبز گھانس کو کہتے ہیں۔ گیا بہ کاف فارسی مفتوح کوئی لغتِ فارسی نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ مولوی رُدم اور حکیم سنائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور شتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ نویسوں کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہیں نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مُقدّم وہ ہے نہ گیا بمعنے پہلوان ہے نہ کار گیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے کئے بکافِ عربی مفتوح بروزن ہے ایک لغت فارسی ہے ذُو معنیں یعنی دو معنے دیتا ہے ایک تو کب یعنی کس وقت اور دوسرے معنے اسکے ہیں حاکم اور مالک کے۔ الف جو اسکے آگے آتا ہے وہ کثرت کے معنے دیتا ہے جیسے خوشہا بہت خوش۔ بدا بہت بد۔ کیا بڑا حاکم ہے

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا + یافتند از عشق او کارِ کیا

یعنی بہ سببِ عشق کارِ بزرگ یافتند ہے

سر وفرو بُردیم تا بر سروران سر و شدیم + چاکری کردیم تا کارِ کیائی یافتیم

یہاں بھی وہ کارِ بزرگ یعنی بڑا کار پس یائے تحتانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے۔ اگر معروف ہے تو مصدری ہے یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام۔ وہ کیا مضاف و مضاف الیہ مقلوب ہے یعنی کیای وہ اور حاکم وہ کار کیا مثلاً یعنے کیای کار و مالکِ کارِ جہان ما قبل ہی کے راے مکسور لائیں گے وہاں کار موصوف اور کیا صفت ہے نہایت تحقیق و اصلِ حقیقت یہ ہے۔ فقیر نے جہاں کیا کے لفظ پر خطِ مستطیل کھینچا ہے وہ علامت فتحہ ہے۔ دوسرا مرکز نہیں جو کافِ پارسی سمجھا جائے ؎ داد کا طالب ۔ غالب ۔ +۔

بنام مولوی کرامت علی صاحب

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہاں آئے ہیں اور میں نے آپکی ملاقات سے حظ اُٹھایا ہے۔ حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں۔ شعرائے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعار فارسی البتہ میرے ہیں ؎

خواست کز باز بجد و تقریب بجیدن نداشت	جرم غیر از دوست پُرسیدیم و پُرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کے ہیں۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہیں ظہوری ؎

گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را	گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرعہ کا داشت بمعنے رکھنے کے۔ اور دوسرے مصرع کا داشت بمعنے بایست ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قضارا کچھ دنوں کے بعد۔ رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی میں نے دوست سے پُوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا۔ معشوق اِسی گستاخی کو بہانۂ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہو گیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہائے پُرسیدن نداشت یعنی پوچھنا نہ چاہیئے تھا ؎

دیر خواندی سوئے خویش و زود فہمیدم دریغ ✤ پیش ازیں با ہم زگرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجکو بلاوے۔ مگر اُس عیار نے نہ بلایا رفتہ رفتہ میں غم سے ایسا زار و ناتوان ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے

میرے پاؤں اُلجھنے لگے جب اُس نے یہہ جانا کہ اب آ نہ سکے گا تب بُلایا۔
عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بُلانے میں دیر کی اور میں اِس کی وجہ جلد سمجھ گیا
کہ تو نے میرے بُلانے میں اِس واسطے دیر کی کہ اِس سے پہلے میں ایسا ضعیف
نہ تھا کہ تو بُلائے اور میں نہ آؤں۔ دریغ کو یہہ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہے
یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دریغ ہے دوست کی بیوفائی اور بے سبب
آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر ہے

من بیوفا مُردم و رقیب بدر زد		نیمہ لیش انگبین و نیمہ تبرزد	

انگبین شہد کو کہتے ہیں اور طبرزد مصری کو کہتے ہیں اِن معنوں میں کہ یہ مانند
قند اور بتاشوں کے جلد ٹوٹنے والی نہیں جب تک اِس کو تبر سے نہ توڑو مدعا
حاصل نہیں ہوتا۔ بدر زدن۔ اگرچہ لغوی معنی اِسکے ہیں باہر مارنا۔ یعنی بدر باہر
اور زدن مارنا لیکن روزمرّہ میں اسکا ترجمہ ہے نکل جانا۔ اب جب یہ معلوم ہو گیا تو یوں
سمجھیئے کہ معشوق کے ہوٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت
دیتے ہیں اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی۔ وہ
جب چاہے تب بے تکلف اُڑ جائے۔ اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اُڑنے کا
قصد کرے گی۔ پر و بال اُسکے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مر کر رہ جائے گی۔
پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہو گئے
اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چاٹ کر لُطف اُٹھا کر صحیح و سالم
چلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مر کر رہ گیا ہے

در کشش ببین و اعتماد تفو دش		گریہ سے افگندہ ہم بہ تخم جگر زدہ	

زدن لازمی بھی ہے اور متعدّی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں لگ جانا۔ اور متعدّی کے معنی مارنا۔ یہاں زد لازمی ہے۔ اب یہہ سمجھنا چاہیئے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو اُسمیں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سِرکہ ہو جاتا ہے اور زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ گھٹا کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے۔ مقصود شاعر کا یہہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اُس کو اُس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے کہ اگر اِس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخم جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے ؎

کیست دریں خانہ کہ خطوطِ شعاعی
مہر نفس ریزہ ہا بہ روزنِ در زد

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اِن کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اِس نے جان لیا ہے کہ کون ہے۔ مگر بطریق تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیئے ہیں۔ آفتاب کے خطوطِ شعاعی کا روزنوں میں پڑنا۔ اور اُن خطوطِ شعاعی کا یعنے سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے ؎

دعویٰ اور ابود دلیل بدیہی
خندہ دنداں نما بہ حسن گہر زد

خندۂ دنداں نما اُس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسم سے بڑھ کر ہو۔ اور اُس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی ایسی چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک نا اہل سمجھ لیتا ہے۔ حاصل معنی یہہ کہ میرا معشوق تو موتیوں

حُسن پر ہنسا گویا اسنے یہ دعویٰ کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں۔ اب دعوے کیواسطے دلیل ضرور ہے
سو شاعر یہہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے [illegible] اوسکے
دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حُسن جو [illegible]
جو معشوق کے دانتوں میں ہے۔ پس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور [illegible]

غیرتِ پروانہ ہم بروز مبارک ❊ نالہ چہ آتش بہ بالِ مرغِ سحر زد

پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیئے۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانہ
میں ہو یا پروانہ کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو۔ پروانہ پر یعنی رشک۔ حاصل معنے
یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجکو اسپر
رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجکو اُسپر رشک آوے۔ لو اب وہی غیرت اور وہی
رشک جو پروانہ کو شب کو تھا اب دن کو بھی مُبارک ہو۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے
مرغِ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی مستی اور بیخودی میں یہ نہیں جانتا کہ یہہ
میرے نالے کے سبب سے ہے مجکو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانہ کو دیکھکر
کھاتا تھا۔ اب مُرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھکر جلتا ہوں کہ ہائے یہ کون ہے جو میطرح جل رہا ہے

لشکرِ ہوشم بزورِ مے نشکستی ❊ غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد

نظر فکر کو بھی کہتے ہیں اور نگاہ کو بھی۔ یہاں نگاہ کے معنے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میں
ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا۔ اور شراب پیکر بیہوش ہو جاتا مگر کیا کروں کہ پہلے غمزۂ
ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُسپر شراب پی گئی۔ بیخودی کا اثر اسی
تو بہم پہنچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے ہ

زاں بتِ نازک چہ جای دعوی خون است ❊ دست دسے و دامنے کہ اُو بکمر زد

اِس شعر کا لطف جدائی ہے بیانی نہیں ہے۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے خون کا دعوی کیا کریں کہ اُسکو وقت عزمِ قتل۔ دامن گرداننے وقت۔ وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اُسکا ہاتھ ہے اور وہ دامن کہ جو اُنہوں نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ایسا چکا کمر کو پہنچا ہے وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہے بس کوئی اُس سے خون کا کیا دعوی کریگا

قطعہ

برگ طرب ساختیم و باده گرفتیم ٭ ہرچہ بطبع زمانہ بیہودہ سرزد ٭ شاخ چہ بالد گر ارمغان گل آورد ٭ تاک چہ نالد اگر صلای ثمر زد ٭

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بمقتضائے طینتِ خاک ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً گنا۔ اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہ منظور نہیں کہ اُسکا رس نکلے اور اُسکا قند بنے یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اُسنے اِس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی۔ پس اِسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں شاخِ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے ٥

کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری	غالبِ مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اِس عالم میں تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالمِ عقبیٰ میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے جب ہمارے مطالب آپ نے ہمکو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے جانے دیجیے۔ ہم ہیں التفات کی ارزش نہیں ہے ۱۲ غالب ٭

بنام جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار۔ تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا۔ اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا۔

اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔ ہاں اللہ اچھا اکثر بیمار رہتا ہوں [illegible]
خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ [illegible]
بارے کچھ فرصت ہوگئی ہے۔ بھائی یہ [illegible] ہیرا کا اُنکے پاس اچھا ہے
تم سے جو ہوسکے گا تم اسکے واسطے معافت مقرر کردو گے۔ غزل تمہاری ہمکو پسند آئی۔ اصلاح
دیکر بھیجدی گئی ہے تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہے ؎ چرا
نہ یاس بجانِ اُمیدوار اُفتد۔ یہاں اُفتد مہمل ہے۔ یاس بدل اُفتادن و یاس بجان اُفتادن
روزمرّہ نہیں۔ اور بھی کئی اُفتد ایسے ہی ہیں ؎

سیاہ بختم اگر بسرم گزار اُفتد
لبانِ سایہ ہما نیز سوگوار اُفتد

سوگوار ہونا سایہ کا باعتبارِ سیاہی رنگ ہے۔ اب یہاں دونوں اُفتد ٹھیک ہیں۔
گزار اُفتادن روزمرّہ۔ اور دوسرا اُفتد بمعنے واقع شود ہے ؎

شنیدہ ام بجفائے تو مبتلاست عدو
چرا نہ شور بجانِ اُمیدوار اُفتد

شور اُفتادن روزمرّہ ہے اور یاس اُفتادن غلط ہے ؎

بہ حیرتم کہ ز دوزخ۔ کسانِ دوزخ را
کجا برند چو آہم شرارہ بار اُفتد

یہاں اُفتد بمعنے واقع شود ٹھیک ہے ؎

نہ گبرم و نہ مسلماں بحیرتم کہ مرا
سوئے دوزخ و مینو کجا گزار اُفتد

یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفریں ہے ؎

قرار در وطنِ افسردہ میکند دل را
خوشا غریب کہ دور از دیار یار اُفتد

یہاں بھی اُفتد صحیح و بامعنے ہے ؎

بہ بیم رقیب کہ رسوائیم خجل نکند
خوش است چشم اگر یار پردہ دار اُفتد

یہاں بھی اُفتد بمعنے واقع شود ہے

تراکہ شیوہ دگرگوں گئی بہ غمِ تباں — خوش است گر زجفا بر وفا قرار اُفتد

اُفتد یہاں بھی ٹھیک ہے۔ بات اِتنی ہی تھی کہ بود گر لالفظ تھا گئی صاف ہے

خطِ رُخ تو بدل دادہ خطِ آزادی — خوشم کہ در شکن زلفِ تابدار اُفتد

وُہ صُورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہوگئی۔ معنی کا عیار کامل ہو گیا ہے

چکد ز خامۂ جوہر سخن چنانکہ نگر — بزور موج دُر از بحر بر کنار اُفتد

دولت و اقبال روز افزون روزی باد سازا اسد اللہ نگاشتہ ۴ہم اپریل ۱۸۶۳ع

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

فرزندِ دلبند سعادتمند منشی ہیرا سنگھ کے حق میں میری دُعائیں قبول ہوں اور اُنکے جتنے مطالب و مآرب ہُوں وہ عنایتِ الٰہی سے پُورے ہوں۔ بھائی لبِ ساحل کی سند یہ ایک شعر ہے طالب آملی کا ہے مُدتے آن گدائے خونین دل بود تنگنائے لبِ ساحل۔ لبِ بام۔ لبِ فرش لبِ گور۔ لبِ چاہ۔ لبِ دریا۔ لبِ ساحل بمعنی کنارہ کے ہے مُستعمل اہلِ ایران۔ لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھائیے تو دھم سے آنگنائی میں آ رہیے لبِ دریا اُسے سمجھئے جہاں سے قدم بڑھایئے تو پانی میں جا رہیے۔ لبِ ساحل وہ ہوا جہاں سے آگے بڑھیئے تو دریا میں گر پڑیئے۔ لبِ دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسا نہانے کیواسطے اور لبِ ساحل سے دریا میں کُودتے ہیں جسطرح سُلطان جی کی باولی میں لبِ بام سے تیراک کُودتے ہیں۔ اِسیطرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں کراڑیکے کنارے پر سے کُودتے ہیں۔ اسیطرح۔ کراڑ ساحل اور کراڑے کا کنارہ لبِ ساحل جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے کیا وہ طالب آملی کو بھی نہیں مانینگے

اور اس لفظ پر اعتراض کرنیکا سبب یہ ہے کہ ان بیچاروں نے سوائے گلستان اور بوستان کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔ اگر مدت تک قدما کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے تو یقین ہے کر دیکھ لیں گے فقط نجات کا طالب غالب ۔+۔

بنام میر مہدی صاحب

آیئے جناب میر مہدی صاحب دہلوی۔ بہت دنوں میں آئے۔ کہاں تھے۔ بارے آپ کا مزاج خوش ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب اچھی طرح ہیں۔ میرن صاحب خوش ہیں ؎ ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے + یہاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے + پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔ تو اس کا کتنا لمبا ہے۔ ہاتھ پاؤں کیسے ہیں۔ رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم و جسمانیات میں سے نہیں۔ ایک اعتبار محض ہے۔ وجود اس کا صرف تعقل میں ہے۔ سیمرغ کا سا اس کا وجود ہے یعنے کہنے کو ہے دیکھنے کو نہیں پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہوگئے تو گویا اس صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے ؎

دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را		مے خواہم از خدا و نمے خواہم از خدا

لف و نشر مرتب ہے۔ میخواہم از خدا دیدن حبیب را و نمے خواہم از خدا دیدن رقیب را خوار و زار و خستہ و سوگوار۔ معنی تو اس میں موجود ہیں مگر بول چال ٹکسال سے باہر ہے ایک جملہ کا جملہ مقدر چھوڑ دیا ہے اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جسکو المعنی فی بطن الشاعر کہتے ہیں۔ یہ شعر اساتذہ مسلم الثبوت میں سے کسیکا نہیں ہے۔ کوئی صاحب ہوں گے کہ انہوں نے لوگوں کے حیران کرنے کے واسطے یہ شعر کہدیا اور کسی استاد کا نام لے دیا کہ یہ ان کا ہے۔ تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس کو

حکم کیا جائے۔ جو جسکے کانوں کو لگے۔ جسکو جسکا دل قبول کرے اُس طرح کہے۔ رتھ میرے
نزدیک مذکر ہے۔ یعنی رتھ آیا لیکن جمع میں کیا کروں گا ناچار مؤنث بولنا پڑے گا یعنی
رتھیں آئیں خیر مؤنث ہے بالاتفاق۔ مگر کاغذ اخبار اسکو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول
کرتا ہے۔ میں تو مذکر کہوں گا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ منطق عوام کا ہے ہمیں
اِس سے کچھ کام نہیں ہم کہیں گے کہ دوشنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا۔ نِری پیر ہوئی
یا پیر ہوا ہم کیوں بولیں گے ۱۲ بلبل میرے نزدیک مؤنث ہے جمع اس کی بلبلیں۔
طوطی بولتا ہے۔ بلبل بولتی ہے ۱۲ بھائی اِس امر میں میں مفتی و مجتہد بن نہیں سکتا۔
اپنا عندیہ لکھتا ہوں۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب
شنبہ۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۳ء۔ + -

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں۔ قاطع برہان کے مسودے سب میں نے
پھاڑ ڈالے اس واسطے کہ ہر نظر میں اُس کی صورت بدل گئی۔ وہ تحریر بالکل مغشوش
ہو گئی۔ ہاں اُس کی نقلیں صاف کہ جن میں کسی طرح کی غلطی نہیں نواب صاحب نے
کر لی ہیں۔ ایک میرے واسطے ایک ضیاء الدین خان کے واسطے۔ میری مِلک کی
جو کتاب ہے اُس کی جلد بندھ جائے تو بطریقِ مستعار بھیج دونگا۔ تم اس کی نقل
لے کر میری کتاب مجھکو پھیر دینا۔ اور یہ امر بعد محرم واقع ہوگا۔ مگر یہ یاد رہے کہ
جو صاحب اُس کو دیکھیں گے وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف برہان قاطع کے نام پر
جان دیں گے۔ کئی باتیں جس شخص میں جمع ہوں گی وہ اُس کو مانے گا۔ پہلے تو عالم
ہو۔ دوسرے فنِ لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو۔ اور اس زبان
سے اُسکو لگاؤ ہو۔ اساتذۂ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہو اور کچھ یاد بھی ہو۔

چوتھے منصف ہو ہٹ دھرم نہ ہو۔ پانچویں طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو۔ معوج الذہن
اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہوں گی اور نہ کوئی میری محنت کی داد
دے گا۔ ۱۲ فہمایش کا لفظ میاں بدھا ولد میاں جمّا اور لالہ گینشی لال ولد بھیرول ناتھ
کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے؟ اب تفصیل سنو۔ امر کے
صیغہ کے آگے شین آتا ہے تو امر معنی مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر
کہتے ہیں۔ سوختن مصدر۔ سوزد مضارع۔ سوز امر۔ سوزش حاصل بالمصدر۔ اسی طرح
خواہش و کاہش و گزارش۔ و گدازش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمیدن
فارسی الاصل نہیں ہے مصدر جعلی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہے۔ طلب لفظ عربی
الاصل ہے۔ انکو موافق قاعدہ تفریس فہمیدن و طلبیدن کر لیا ہے۔ اور اس قاعدہ
میں یہ کلیہ ہے کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے۔ فہم یعنی بفہم۔ سمجھ۔ طلب یعنی بطلب
مانگ۔ فہمد مضارع بنا۔ طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع
اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنائیں۔ سنو حاصل بالمصدر فہمش اور طلبش
ہونا چاہیے۔ فہم تھا صیغہ امر فہمد سے نکلا تھا۔ الف اور یے کہاں سے آیا۔ فہمائی تو نہیں
ہے جو فہمایش درست ہو۔ کہیں فرمایش کو اسکا نظیر گمان نہ کرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمودن
ہے فرماید مضارع۔ فرمائے امر حاصل مصدر۔ فرمایش ۱۲ پہلے حکیم امیر اشرف علی کو دعا اور
بیٹا پیدا ہونے کی مبارکباد۔ میاں میں نے رات کو اپنے عالم سرخوشی میں تاریخی نام خیال کیا
میر کاظم دین کے ۱۲۷۵ بارہ سو پچھتر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اسم بھی مانند لفظ فہمایش ٹکسال سے باہر

غالب